هو العلی العظیم

نذرانۂ عقیدت بارگاہ امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام

یا محمد ص یا فاطمہ ع

یا حسن ع یا حسین ع

شائع کردہ: میاں غلام سبطین سکریٹری نشر و اشاعت

مرتبہ: محمد وصی خان سکریٹری تعلقات عامہ

پاکستان حیدری کونسل رجسٹرڈ کراچی

فہرست مضامین

حیدر میں نبوت ہی نہیں اور تو سب ہے — اس پر بھی کوئی ان کو نہ مانے تو غضب ہے

نمبر شمار	عنوانات	مصنف	صفحہ
۱	اضافی سرورق		۳
۲	انتساب عقیدت	محمد وصی خاں	۴
۳	مقصد تالیف	//	۵
۴	اظہار تشکر	//	۶
۵	اداریہ	نذر باقر	۷
۶	تعارف پاکستان حیدری کونسل رجسٹرڈ کراچی	محمد وصی خاں	۹
۷	شجرہ طیبہ جناب امیر علیہ السلام		۱۲
۸	جدول حضرت علی علیہ السلام		۱۳
۹	سوانح حیات امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام	مولانا علی نقوی قبلہ	۱۴
۱۰	مولائے کائنات کے ارشادات	محمد وصی خاں	۲۲
۱۱	حضرت علی کی جنگی خصوصیات	//	۳۶
۱۲	فضائل حضرت علی علیہ السلام	//	۴۱
۱۳	حضرت علی اور مسلمانان پاکستان	مولانا حیدر حسین	۵۰
۱۴	،، علی کے اسمائے مبارک والقاب	محمد وصی خاں	۶۰
۱۵	،، علی کی شخصیت کے چند انمول پہلو	//	۶۲
۱۶	علامہ اقبال حضرت علی کے حضور میں	//	۶۶
۱۷	سندھی قدیمی محبان حضرت علی ہیں	انصار حسین واسطی	۷۱
۱۸	حضرت علی علیہ السلام کی برجستگی	محمد وصی خاں	۷۶
۱۹	سوانح حیات لال شہباز قلندر	سید غلام حیدر	۸۳
۲۰	حق	نظام الدین اولیاء	۹۳
۲۱	شاہ ولایتم علی	شمس تبریزؒ	۹۴

۲۲	یا علی یا علی کہا کرتو	میر تقی میر	۹۵
۲۳	علی علیہ السلام	تاثیر نقوی	۹۶
۲۴	منقبت حضرت علی علیہ السلام	منتجز جونپوری	۹۷
۲۵	شہسوار اسلام	حسنین کاظمی	۹۸
۲۶	تفصیل ازواج و اولاد جناب امیر علیہ السلام	محمد وصی خاں	۱۰۰
۲۷	سلام اس پر جس کا نام علی ہے	الطاف حسین ہمدانی	۱۰۱
۲۸	مسئلہ جانشینی رسول خدا اور حضرت علی	محمد وصی خاں	۱۰۴
۲۹	علی اور حقوق انسانی	شفقت حسین زیدی	۱۰۹
۳۰	علی علم الجبرا کی روشنی میں	محمد وصی خاں	۱۱۲
۳۱	علی علم برقیات کی روشنی میں	//	۱۱۴
۳۲	علی کی شخصیت خداوند عالم کی نگاہ میں	سید علی جعفری مرحوم	۱۱۸
۳۳	عظمت سیرت علی	سید ذوالفقار علی	۱۲۲
۳۴	سپاس جناب امیر علیہ السلام	علامہ اقبال	۱۳۲
۳۵	بعد از نبی بزرگ توئی قصہ مختصر	سید محمد سبطین	۱۳۵
۳۶	اگر علی نہ ہوتے ؟	علامہ ابن حسن نجفی	۱۳۶
۳۷	ناد علی کے فوائد	میر محمود علی مرحوم	۱۴۱
۳۸	شانِ علی علم الابدان کی روشنی میں	محمد وصی خاں	۱۴۹
۳۹	حضرت علی علیہ السلام کی معجزہ نمائی	//	۱۵۳
۴۰	ماڈرن لارا اور حضرت علی علیہ السلام	سید افسر حسین رضوی	۱۵۸
۴۱	یہودیوں کا سوال اور حضرت علی کا جواب	//	۱۶۹
۴۲	فالنامہ حضرت علی علیہ السلام	//	۱۷۱
۴۳	حضرت علی علیہ السلام کی مخصوص دعا		۱۷۴
۴۴	پاکستان حیدری کونسل کی کہانی تصویروں کی زبانی	عالم زیدی	۱۷۵
۴۵	فوٹو قومی کارکن و معاون کتاب		۱۸۳
۴۶	نور دن نے عالم افروز کیا ہے		۱۸۵

کتاب ملنے کا پتہ:- تحسین بک ایجنسی، محفل شاہ خراسان کراچی

NAJAFI BOOK LIBRARY
Shop No. 11
M.L. eights
Soldior Bazar#2
KA ACHI
PH. 21179

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حبِ علیؑ دلیل ہے حبِ رسولؐ

نام کتاب

علیؑ علیؑ

ناشر

محفل حیدری ناظم آباد نمبر ۴

مرتبہ

محمد وصی خاں

سال طباعت

۱۹۷۶ء

بار اوّل ــــــ ایک ہزار

قیمت

چھ روپے

مطبوعہ

سندھ آفسٹ پرنٹرز کراچی

کتابت ــــــ یونس نیازی

جملہ حقوق تمام زبانوں میں محفوظ ہیں۔

نوٹ

یہ میری پہلی سعی ہے۔ اگر کسی قسم کی کوئی غلطی ہو گئی رہے تو قارئین کرام اس گنہگار کو معاف فرمادیں گے اور غلطی نوٹ کرادیں۔ تاکہ آئندہ اشاعت میں اس کی اصلاح کر سکیں۔

شکریہ

محمد وصی خاں

نوٹ

زیر نگرانی مولانا سید حیدر حسین رضوی قبلہ

از

سید افسر حسین رضوی پایۂ تکمیل تک پہنچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ علیاً ولی اللہ وصی رسول اللہ وخلیفۃ بلا فصل

ہم سے دوستی کا دار و مدار ہمارے مقاصد کی پیروی پر ہے (حضرت علی علیہ السلام)

مسلمانو! علیؑ کا نام لے لو — کہ یہ سودا ہے سستے دام لے لو
علیؑ کا نام ہے وہ اسمِ اعظم — کہ ہر مشکل میں اس سے کام لے لو

مولا علیؑ ، امام علیؑ ، مقتدا علیؑ — دستِ خدا علیؑ ہے ، زبانِ خدا علیؑ

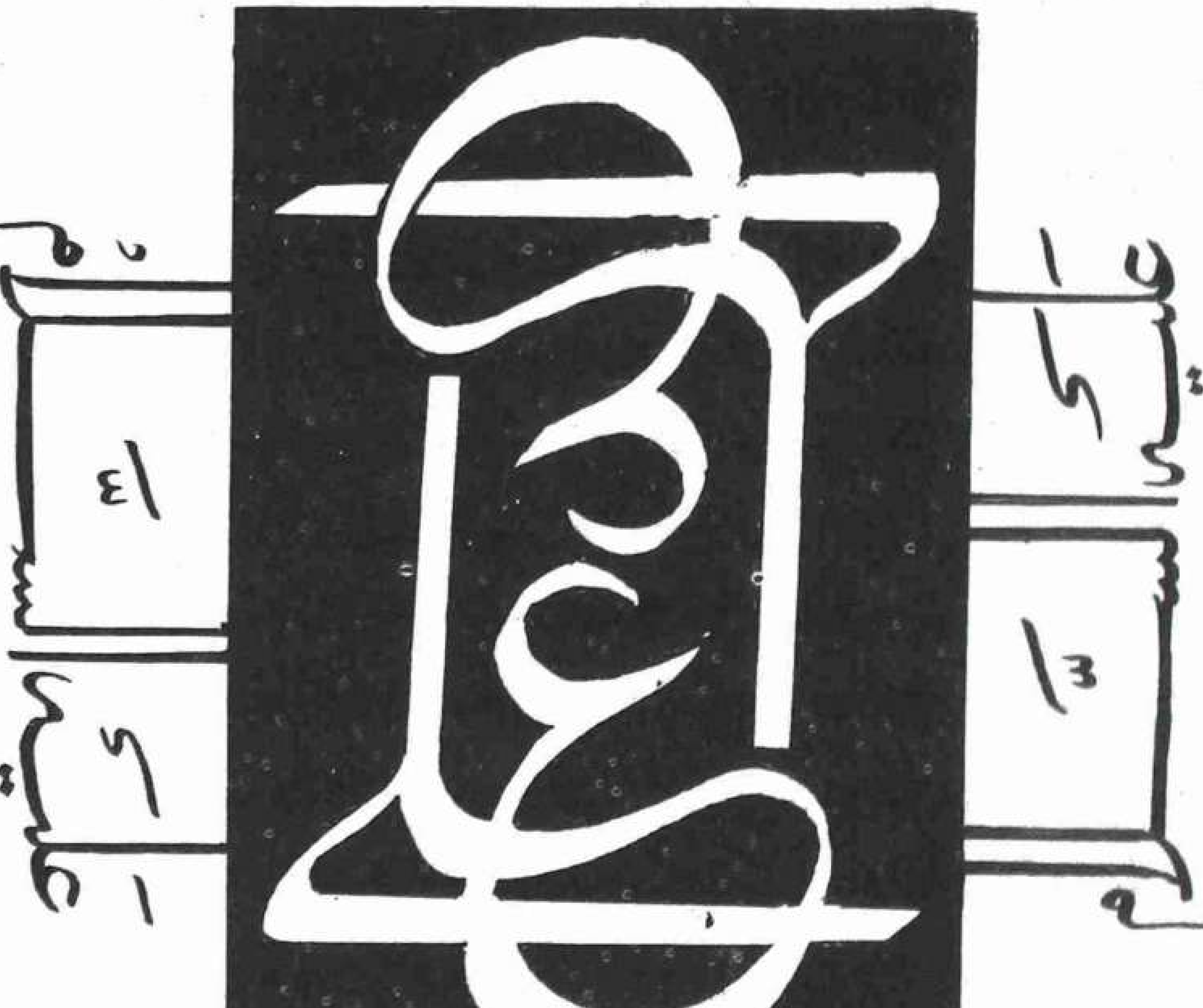

ہم کیا ہیں انبیا کا ہے مشکل کشا علیؑ — مشکل کے وقت منہ سے نکلتا ہے یا علیؑ

مرتبہ : محمد وصی خاں

پیشکش : پاکستان حیدری کونسل رجسٹرڈ بتعاون محفل حیدری ناظم آباد کراچی

انتساب عقیدت

میری شہرت کا سبب مدحتِ حیدر ہے وصیؔ
ورنہ اربابِ سخن میں مرا رتبہ کیا ہے

دماغ کی تمام روحانی عقیدتوں اور شوق ولا کی تمام ایمانی کیفیتوں کے ساتھ یہ ہدیۂ ولا اور تحفۂ عقیدت اپنے امام اوّل عالیمقام امیر المومنین امام المتقین، ہادیٔ وہ خلیفۃ المسلمین، مولائے کائنات۔ حلال مشکلات، نفس رسولؐ۔ روح بتول، عین اللہ لسان اللہ۔ وجہ اللہ۔ ید اللہ۔ اسد اللہ۔ اذن اللہ، شیر خدا۔ صاحب ذوالفقار، ابوتراب کل ایمان، خطیب منبر سلونی۔ یعسوب الدین، مظہر العجائب۔ الغرائب، برادر محمد مصطفیٰؐ، قسیم نار و الجنا۔ سیف اللہ۔ ناصر دین اللہ۔ وارث رسول اللہ۔ ولی اللہ، حجت اللہ، صفوۃ اللہ، خلیفہ رسول اللہ۔ الولی۔ الوصی۔ السخی۔ الصفی۔ الساقی۔ الہادی۔ الساجد۔ العابد۔ الصادق۔ الشاہد الفاروق الامین حضرت علی ابن ابیطالب علیہ السلام کی خدمت بابرکت میں پیش کرتا ہوں۔ اور انہیں کے نام نامی اور لقب گرامی سے معنون کر کے مستدعی ہوں کہ اس ہدیۂ حقیر فقیر عاصی پر معاصی کو شرف قبولیت بخشا جائے۔ تاکہ مقبول عام ہو اور مجھ گنہگار کی آخرت کا توشہ ہو کر مغفرت کے کام آئے۔

ع ۔ گر قبول افتد زہے عز و شرف

آخر میں اپنے مولا کی بارگاہ سے اپنے والد بزرگوار جناب محمد عسکری خاں مرحوم کی بخشش کے لئے دست بستہ دعا گو ہوں اور قارئین کرام کی خدمت میں دست بستہ گذارش کرتا ہوں کہ والد مرحوم جناب محمد عسکری خاں صاحب کیلئے ایک سورۃ فاتحہ پڑھ کر مرحوم کی روح کو بخشش دیں۔

گنہگار

محمد وصی خان

مقصد تالیف و ترتیب

"دل کی عمیق گہرائیوں سے نکلی ہوئی ہر صدا جب الفاظ کے سانچے میں ڈھل جاتی ہے تو اپنے تاثرات سامع کے ذہن پر چھوڑے بغیر نہیں رہ سکتی" برنارڈ شاہ

میں کوئی نئی چیز پیش نہیں کر رہا ہوں۔ نہ میرا کوئی دماغی کارنامہ ہے۔ یہ تمام اقوال۔ واقعات تاریخ کی کتابوں میں موجود ہیں۔ ان بچوں اور نوجوانوں بھائیوں کی نظر سے گذرے ہوں گے جنہیں اپنی قومی تاریخ کے مطالعہ کا شوق ہے مگر نگاہیں شاید ہی ان مقامات پر ٹھہری ہونگی۔ اور تاریخ کی دلچسپی اور کتاب کے حجم نے ان پر غور کا موقع دیا ہو۔

میں شرافت نفس کے ان زرین کارناموں کو تاریخی ضخیم کتابوں کی دبازت سے نکال کر چند مختصر صفحات میں قوم کے نونہالوں کے سامنے لایا ہوں کہ وہ انہیں دیکھیں۔ اور غور کریں ممکن ہے کوئی نتیجہ نکلے اور اپنی زندگیوں کو جناب امیر علیہ السلام کے اقوال اور زندگی کی روشنی میں سنوارنے کی کوشش کریں۔

بار الٰہا! میری اس ناچیز سعی کو قبول فرما اور اس کا صلہ بہ طفیل محمدؐ و آل محمدؐ میرے والد محترم کی روح کو بخش جنہوں نے میری تعلیم و تربیت کے فرائض اپنی سفید پوشی کے باوجود کماحقہ انجام دیئے اور جن کی بے وقت مفارقت سے میں ان کی کوئی خدمت نہ کر سکا۔

خداوندا! میری اولاد کو صراط مستقیم پر قائم رکھ۔ ان کو تحصیل علوم محمدؐ و آل محمدؐ کا شوق عطا فرما۔ انہیں دنیاوی آسائشوں سے سرفراز فرما اور دینی محبت کا دلدادہ و شیدا کر۔ مجھے اور میری اولاد کو سوائے غم حسینؑ کے کوئی اور غم نہ دے" آمین"

خادم قوم

محمد وصی خاں

اظہارِ شکر

میں ان تمام حضرات کا دلی شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے دامے درمے، سخنے اور قدمے اس ضمن میں میری معاونت فرمائی۔ یہ حقیقت ہے کہ اگر میرے ہم نوا جناب سرکار حسن صاحب۔ جناب مولانا حیدر حسین صاحب. جناب نواب افتخار حسین صاحب جناب رضی عباس صاحب. جناب سید اختر محمود صاحب۔ جناب سید محمد سبطین صاحب حسنین کاظمی صاحب. جناب معجز جونپوری صاحب، جناب قاسم عباس صاحب، جناب نواب جانی صاحب. جناب بادشاہ مرزا صاحب۔ جناب غلام حیدر صاحب. جناب شاہ احسن حماد صاحب. جناب انصار حسین واسطی صاحب، جناب ضمیر حیدر صاحب. جناب جرار حسین صاحب، جناب مولانا سید حسین صاحب، جناب محشر لکھنوی صاحب جناب وحید الحسن صاحب، جناب اقبال رضوی صاحب۔ جناب سید سرفراز حسین صاحب، جناب اعجاز امام صاحب، جناب داور حسین صاحب، جناب ثروت حسین زیدی صاحب، جناب عیلی خاں صاحب جناب سرور حسین صاحب، جناب علی سعید صاحب، جناب رسول بخش صاحب (لاڑکانہ) جناب غلام حسین صاحب (سہون شریف) جناب سجاد حسین صاحب، جناب سید غیور حسین صاحب جناب لیاقت حسین زیدی صاحب، جناب میاں غلام سبطین صاحب، جناب سجن بھائی صاحب، جناب نذیر حیدر زیدی صاحب، جناب نذر باقر صاحب، جناب مولانا صوفی سید زاہد حسین صاحب، جناب علی شان صاحب، جناب سید شاکر حسین صاحب. جناب شاہ حسین حماد صاحب، جناب سید قیصر عباس صاحب، جناب شکیل اختر صاحب، جناب خواجہ امیر حسن صاحب، جناب غلام محمد صاحب اور جناب سید افسر حسین صاحب، "علیؑ علیؑ" کے مسودات جمع کر کے کتابی شکل دینے پر مجبور نہ کرتے تو ممکن تھا کہ یہ کتابچہ ابھی تک معرضِ التوا میں پڑا رہتا۔ یہ ان سب کے پیہم اصرار اور حوصلہ افزائی کا نتیجہ ہے کہ آج میں بفضل پنجتن پاک اپنے خیالات، کا مرقع ناظرینِ عظام کے پیش خدمت کرنے کے قابل ہوں۔ خدائے بزرگ و برتر ان سب کو جزائے خیر دے اور ائمہ اطہار کے صدقے میں ہمیشہ دین و دنیا کی لذتوں سے مالا مال رہیں

آخر میں اپنے محسن و مربی اور استاد مکرم قبلہ جناب سید تاثیر نقوی صاحب کا تہ دل سے شکر گزار ہوں کہ جنھوں نے باوجود اپنی خرابی صحت اور قلیل الفراغتی کے

باقی ص ۸ پر

یا علی مدد

اداریہ

خطیبِ منبرِ سلونی کی بارگاہِ اقدس میں!

آقائے دو جہاں! ادارہ پاکستان حیدری کونسل رجسٹرڈ کراچی اپنے اس خصوصی شمارے کو آپ کی عرش منزلت بارگاہ میں پیش کر کے قبولیت کی سعادت کا متمنی ہے، اور اس تمنا کو اپنا حقِ غلامی تصوّر کرتے ہیں۔

بابِ مدینۃ العلم! آپ کے در سے کوئی جن و بشر ناکام و نامراد نہیں واپس ہوا، ہم بھی دامنِ آرزو پھیلائے اور اعزازِ گدائی کی امتحانی منزل پر پہنچ کر تقدیر ساز نگاہِ کرم کے آرزومند ہیں۔

مولائے کائنات! آپ کے غلام، آپ کے نام کا کلمہ پڑھنے والے تباہی کے جس ہولناک بحران سے آج گذر رہے ہیں آپ اس سے کلیتاً باخبر ہیں، ملتِ اسلامیہ کو جن عالمگیر مصائب اور جس بین الاقوامی تذلیل کا سامنا ہے اس سے آپ پوری طرح واقف ہیں۔

آقائے نامدار! اسلام کے قلعہ پاکستان میں بدکردار دشمنوں کی سازشیں ایک حد تک اپنی زہریلی جڑیں پھیلا چکی ہیں کہ عظیم اسلامی ملک پاکستان دو حصّوں میں تقسیم ہو کر رہ گیا ہے اور باقی ماندہ ملک انتشار کا شکار ہے۔

مشکلکشائے جہاں! آج ہم ہر طرف سے خون کے پیاسے دشمنوں میں گھرے ہوئے ہیں، صورتِ حال یہ ہے کہ کہیں صوبائی عصبیت کا اژدھا منہ پھاڑے کھڑا ہے کہیں سرمایہ داری کا عفریت رقص کناں ہے۔ کہیں منافرت و خود غرضی کا الاؤ شعلہ زن ہے۔ کہیں عوام دشمن عناصر کا گٹھ جوڑ اپنی طاغوتی طاقتوں کا مظاہرہ کر رہا ہے تو کہیں چار پانچ قومیتوں کا مفروضہ سدِّ سکندری بن رہا ہے۔

امیر المومنین! اسلامی گہوارے پاکستان نے اپنے ملک کے سب سے بڑے اعزاز کو آپ کے جلیل القدر نام سے منسوب کر کے اپنی نیازمندانہ عقیدت کا ثبوت دیا ہے، اور پاکستان کے جیالے، سرفروش، جانباز مجاہد کے عظیم کارناموں کے صلے میں "نشانِ حیدر" دے کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ اسلامی ملک پاکستان کو اسلام کے نامور سردار حیدرِ کرّار سے کتنی والہانہ عقیدت ہے۔

کام آیا پھر وہی جب سخت آیا امتحاں
نام سے جس کے لرزتے ہیں زمین و آسماں
لاکھ جلتا ہو علیؑ کے کارناموں سے جہاں
سب سے افضل آج ہے دنیا میں حیدر کا نشاں

آج بھی سینوں پہ سجتی ہے یہی اک یادگار
لا فتیٰ اِلّا علیؑ لا سیف اِلّا ذوالفقار

ابوالائمہ! ہم اپنے تمام گناہوں کے اعتراف کے بعد بارگاہِ عالیہ میں دل کی انتہائی گہرائیوں سے استدعا کرتے ہیں کہ ہمارے دلوں کی منافرت خیز تاریکیوں کو اخوتِ اسلامی کی روشنی سے تبدیل کردے۔ مسلمانوں کے تمام طبقوں کو باہمی اتحاد، رواداری اور نہ مٹنے والی محبت کی توفیق عطا کر اور جمہوریۂ اسلامیہ پاکستان کی بنیادوں کو مستحکم فرما کر پاک سرزمین کو دشمن عناصر سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے پاک کردے۔

نذر باقر

صدر پاکستان حیدری کونسل، کراچی

بقیہ اظہار تشکر

نہایت جانفشانی اور شب و روز محنت سے کتابچہ ہذا پر نظر ثانی۔ کتابت بلکہ ترتیب نو فرما کر اسے قابل اشاعت بنایا۔ خداوند عالم بطفیل محمدؐ و آل محمدؐ انہیں صحت کاملہ اور اجر عظیم عطا فرمائے

ناچیز

محمد وصی خاں

۷۸۶

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ وصی رسول اللہ وخلیفتہ بلا فصل ۵

ازمحمد وصی خان

تعارف
پاکستان حیدری کونسل کراچی

یہ ادارہ مولائے کائنات امیر المومنین امام المتقین خلیفۃ المسلمین، حیدر کرار علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے یوم ولادت کو شایان شان طریقہ پر منانے اور عامۃ المسلمین کو اس مقدس و بابرکت دن کی اہمیت سے آشنا کرنے کے لیے ۱۹۷۰ء میں معرض وجود میں آیا اور اسی سال سے مسلسل ۱۳ رجب کو صدر کراچی کی مشہور شاہراہ عبداللہ ہارون روڈ بالمقابل غفور چیمبر سے ۳ بجے سہ پہر ایک عظیم الشان جلسہ مولود کعبہ منعقد ہوتا ہے۔ اس جلسہ میں ہر مکتبہ فکر کے ملکی و غیر ملکی وہ حضرات جو حضرت علی علیہ السلام کی عظمت و جلالت اور بے پایاں علم و فضل اور بزرگی و برتری کے قائل ہیں، بلا کسی امتیاز مذہب و ملت اور تفریق فرقہ و جماعت کثیر تعداد میں جمع ہوتے ہیں اور اپنی عقیدت و احترام کا عملاً اظہار کرتے ہیں، جلسہ کی صدارت ملک کی کسی نامور ذی اثر، اور معروف عظیم ہستی کو بطور مہمان خصوصی مدعو کرکے سونپی دی جاتی ہے۔

ابتدائی دو سالوں میں جناب مولانا سید ابن حسن صاحب رضوی جارچوی اعلی اللہ مقامہ نے اس فریضہ کو انجام دیا۔ اب گذشتہ دو سالوں سے اعزاز صدارت حضرت علامہ مفتی سید نصیر الاجتہادی مدظلہ العالی کو حاصل ہو رہا ہے۔ سال گذشتہ مہمان خصوصی جناب عبداللہ بلوچ وزیر محنت و اوقاف حکومت سندھ تھے۔ جلسہ میں مختلف مکاتیب فکر کے علمائے کرام کی بصیرت افروز تقاریر ہوتی ہیں، اور مشہور شعرائے کرام نذرانۂ عقیدت پیش کرتے ہیں۔

جلسہ کے اختتام پر ایک بہت بڑا جلوس پُر وقار و پرشکوہ انداز میں صدر کی مشہور شاہراہوں سے گزر کر ایم اے جناح روڈ سے ہوتا ہوا محفل شاہ خراسان

پر اختتام پذیر ہوتا ہے۔
جلوس کی ترتیب و تدوین مثالی ہوتی ہے۔ تمام اسلامی ممالک کے قومی پرچم، امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السّلام کے اقوالِ زرّیں پر مشتمل رنگارنگ بینرز اور مختلف انجمنوں کے بینرز جلوس کی شان کو دوبالا کرتے ہیں۔ اس عظیم الشان جلوس کی قیادت صدر العلماء حضرت علّامہ سیّد نصیر الاجتہادی مدظلہ العالی فرماتے ہیں۔ جلوس کے ہمراہ لاؤڈ اسپیکر پر شعرائے کرام اور مقررین نظم و نثر میں مولائے کائنات کے حضور نذرانۂ عقیدت پیش کرتے ہیں۔ سرمستانِ بادۂ حُبِّ علیؑ کا جذبۂ انبساط و مسرت اور جوش و خروش قابلِ دید ہوتا ہے۔ جلوس کے روح پرور مناظر تمام سال دل و دماغ پر مرتسم رہتے ہیں۔

پریس کانفرنس

پاکستان حیدری کونسل ۱۳ رجب سے قبل کراچی کے کسی بڑے اور مشہور ہوٹل میں پریس کانفرنس طلب کرتی ہے اور اس کے ذریعہ جلوس و جلسہ مولودِ کعبہ کے پروگرام کو منظرِ عام پر لاتی ہے یہ ایک پرشکوہ تقریب ہوتی ہے، اس طرح جلوس میں بہترین کارکردگی اور نظم و ضبط پر مختلف انعامات کی تقسیم کے لیے کراچی کے ایک مشہور ہوٹل میں تقریب منعقد کی جاتی ہے۔ اس سے کارکنان اور رضاکاروں کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔

ادارہ پاکستان حیدری کونسل، محفلِ حیدری ناظم آباد کا شکرگذار ہے کہ یہ محفل اس کے پروگرام کی پبلسٹی میں بہت مدد کرتی ہے۔

پاکستان حیدری کونسل مندرجۂ ذیل اراکین پر مشتمل ہے:-

سرپرست	خلد آشیاں راجہ صاحب محمود آباد
(۱) صدر	جناب نذر باقر صاحب
(۲) نائب صدر	جناب سرکار حسن نقوی
(۳) ؍؍	جناب باقر علی جے ہمانی
(۴) جنرل سیکریٹری	جناب شفقت حسنین زیدی
(۵) سیکریٹری تعلقاتِ عامہ	محمّد وصی خان
(۶) ؍؍ نشر و اشاعت	جناب میاں غلام سبطین

(۷) سیکرٹری تنظیمی امور	جناب سید لیاقت حسین
(۸) " " پروپرٹی	جناب سید اشتیاق حسن
(۹) " " تعلیمی امور	جناب علی عباس ترمذی
(۱۰) جوائنٹ سیکرٹری	جناب نثار حسین
(۱۱) قانونی مشیر	جناب مشتاق اے شیخ

آخر میں اراکین پاکستان حیدری کونسل کراچی جناب انصار حسین واسطی کا تہہ دل سے شکر گذار ہے کہ وہ مسلسل دو سال سے بہ تعاون محفل حیدری ناظم آباد ایک عظیم الشان پوسٹر بعنوان "عظیم انسان کی عظیم یادگار مناکر عظمت انسانیت کا ثبوت دیجیے" شائع کر رہے ہیں، جناب انصار حسین واسطی اس پوسٹر کو بڑی کوشش و کاوش سے ترتیب دیتے ہیں۔ اس پوسٹر کو تمام مکاتیب فکر کے لوگ بہت پسند کرتے ہیں جناب واسطی کی محنت قابل تحسین و مبارکباد ہیں۔

خاندانِ مُرتضوی

شجرۂ طیبہ

حضرت ابراہیمؑ شجرۃ الانبیاء
↓
حضرت اسماعیلؑ
↓
قیدار
↓
حمل
↓
نبت
↓
سلامان
↓
ہمیع
↓
یسیع
↓
ادو
↓
آد
↓
عدنان
↓
معد
↓
نزار
↓
مضر
↓
الیاس
↓
مدرکہ
↓
خذیمہ
↓
کنانہ
↓
نبصر
↓
مالک
↓
فہر
↓
غالب
↓
لوئی
↓
کعب
↓
مرّہ
↓
کلاب
↓
قص
↓
عبد مناف
↓
ہاشم
↓
عبد المطلب

عبد المطلب ←
- حضرت عبداللہ
  ↓
  حضرت محمد مصطفیٰؐ
  ↓
  حضرت فاطمہ زہراؑ
- حضرت ابوطالب
  ↓
  حضرت علی مرتضیٰؑ

حضرت علی مرتضیٰؑ ←
- حضرت امام حسنؑ
- حضرت امام حسینؑ
  ↓
  حضرت امام زین العابدینؑ
  ↓
  حضرت امام محمد باقرؑ
  ↓
  حضرت امام جعفر صادقؑ
  ↓
  حضرت امام موسیٰ کاظمؑ
  ↓
  حضرت امام علی رضاؑ
  ↓
  حضرت امام محمد تقیؑ
  ↓
  حضرت امام علی نقیؑ
  ↓
  حضرت امام حسن عسکریؑ
  ↓
  حضرت امام مہدی العصر علیہ السّلام عجّل اللہ فرجہٗ

جدول
حضرت امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام

اسمِ مبارک ----------	علیؑ
کنّیت ----------	ابوالحسنین ، ابوتراب
لقب ----------	امیر المومنین ، مرتضیٰ وغیرہ
جائے ولادت ----------	خانۂ کعبہ
یوم، تاریخ، ماہ وسنہ ولادت --	جمعہ ۔ ۱۳ ر رجب سنہ ۳۰ عام الفیل
نام والدِ ماجد ----------	حضرت ابوطالبؑ
نام والدۂ ماجدہ ----------	حضرت فاطمہ بنتِ اسد
حاکم وقتِ ولادت ----------	شہریار
جائے شہادت ----------	مسجدِ کوفہ
نقش نگیں ----------	الملک للہ الواحد القہّار
یوم، تاریخ، ماہ وسنہ شہادت ---	دوشنبہ ۔ ۲۱ ر رمضان ۴۰ ھ
قاتل وسببِ شہادت ----------	ضربتِ ابن ملجم ملعون از زہر آلود تلوار ، بحالتِ نماز
سِن مبارک ----------	۶۳ سال
حکمران وقت شہادت ----------	امیر معاویہ (حاکمِ شام)
مدّتِ امامت ----------	۲۹ سال
جائے دفن ----------	نجفِ اشرف (عراق)

امیر المومنین حضرت علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام

تحریر: حجۃ الاسلام سید العلماء مولانا سید علی نقی صاحب قبلہ مدظلہٗ العالی

نام و نسب

حضرت علیؑ آلِ ابراہیم میں قریش کی نسل سے بنی ہاشم کے ممتاز گھرانے میں عبد المطلب کے فرزند ابوطالب کے چشم و چراغ تھے، صرف ایک واسطے سے آپ کا نسب حضرت پیغمبر خدا محمد مصطفےٰؐ سے جاملتا ہے، محمد ابن عبد اللہ ابن عبد المطلب اور یہ علیؑ ابن ابی طالب ابن عبد المطلب، آپکے والد ابوطالب ہی نے رسول اللہؐ کی پرورش بھی کی تھی، اور آپ کی والدہ فاطمہ بنت اسد بھی ہاشمی خاندان ہی کی معزز خاتون تھیں جنھیں حضرت پیغمبر خدا مثل اپنی ماں کے سمجھتے تھے۔

ولادت

پیغمبر خدا کی عمر تیس برس تھی جب خانۂ کعبہ ایسے مقدس مقام پر ۱۳ رجب ۳۰ عام الفیل میں آپ کی ولادت ہوئی، آپکے والد ابوطالب اور ماں فاطمہ بنت اسد کو جو خوشی ہونا چاہیئے تھی وہ تو ہوئی ہی مگر سب سے زیادہ رسول اللہؐ اس بچہ کو دیکھ کر خوش ہوئے، شاید بچہ کے خدوخال سے اسی وقت یہ اندازہ ہوتا تھا کہ یہ آگے چل کر رسولؐ کا قوتِ بازو اور دستِ راست بنے گا۔

تربیت

علیؑ کی پرورش براہ راست حضرت محمد مصطفےٰؐ کے ذمہ ہوئی۔ آپ نے انتہائی محبت اور توجہ سے پورا وقت اس چھوٹے بھائی کی علمی اور اخلاقی تربیت میں صرف کیا، ذاتی جوہر اور پھر رسولؐ ایسے بلند مرتبہ مربّی کا فیضِ تربیت، چنانچہ علی دس ہی برس کے سن میں ایسے تھے کہ پیغمبرؐ کے دعوائے رسالت کرنے پر ان کے سب سے پہلے پیرو بلکہ ان کے دعوے کے گواہ قرار پائے۔

بعثت

علیؑ کا دس برس کا سن تھا جب حضرت محمد مصطفےٰؐ عملی طور پر پیغام الٰہی پہنچانے پر مامور ہوئے۔ اسی کو بعثت کہتے ہیں۔ زمانہ، ماحول، شہر، اپنی قوم اور خاندان سب کے خلاف ایک ایسی

مہم شروع کی جارہی تھی جس میں رسولؐ کا ساتھ دینے والا کوئی آدمی نظر نہ آتا تھا، بس ایک علیؑ تھے کہ جب پیغمبرؐ نے رسالت کا دعویٰ کیا تو علی نے سب سے پہلے اس کی تصدیق کی اور ایمان کا اقرار کیا، دوسری ذات جناب خدیجۃ الکبریٰ کی تھی جنھوں نے خواتین کے طبقہ میں سبقتِ اسلام کے اس شرف کو حاصل کیا۔

دورِ ابتلا

پیغمبرؐ کا دعوائے رسالت کرنا تھا کہ ہر ہر ذرّہ رسولؐ کا دشمن نظر آنے لگا۔ وہی لوگ جو کل تک آپ کی سچائی اور امانت داری کا دم بھرتے رہتے تھے آج آپ کو (معاذاللہ) دیوانہ، جادوگر، اور نہ جانے کیا کیا کہنے لگے، راستے میں کانٹے بچھائے جاتے، پتھر مارے جاتے اور سر پر کوڑا کرکٹ پھینکا جاتا تھا، اس سخت وقت میں رسول کا ہر مصیبت میں شریک صرف ایک بچّہ تھا، وہی علیؑ جس نے بھائی کا ساتھ دینے میں کبھی ہمت نہ ہاری، برابر محبّت و وفاداری کا دم بھرتے رہے، ہر ہر بات میں رسولؐ کے سینہ سپر رہے، یہاں تک کہ وہ وقت بھی آیا جب مخالف گروہ نے انتہائی سختی کے ساتھ یہ طے کرلیا کہ پیغمبرؐ کا اور ان کے تمام گھرانے کا بائیکاٹ کیا جائے۔ حالات اتنے خراب تھے کہ جانوں کے لالے پڑ گئے تھے، ابوطالبؑ نے اپنے تمام ساتھیوں کو حضرت محمّد مصطفیٰؐ سمیت ایک پہاڑ کے دامن میں محفوظ قلعہ میں بند کردیا۔ تین برس تک یہ قید و بند کی زندگی بسر کرنا پڑی، اس میں ہر شب یہ اندیشہ تھا کہ کہیں دشمن شب خون نہ مارے اس لیے ابوطالبؑ نے یہ طریقہ اختیار کیا تھا کہ وہ رات بھر رسولؐ کو ایک بستر پر نہیں رہنے دیتے تھے بلکہ کبھی جعفر کو رسولؐ کے بستر پر لٹا دیتے تھے، کبھی عقیل کو رسولؐ کے بستر پر اور رسولؐ کو عقیل کے بستر پر اور اسی طرح کبھی رسولؐ کو علی کے بستر پر لٹاتے تھے اور کبھی رسولؐ کو علیؑ کے بستر پر، مطلب یہ تھا کہ اگر دشمن رسولؐ کے بستر کا پتہ لگا کر حملہ کرنا چاہے تو میرا جو بھی بیٹا چاہے قتل ہوجائے مگر رسولؐ کا بال بیکا نہ ہو۔ اس طرح علی بچپنے ہی سے فداکاری اور جانثاری کے سبق کو عملی طور پر دہراتے رہے۔

ھجرت

اس کے بعد وہ وقت آیا کہ ابوطالب کی وفات ہوگئی اور اس جانثار چچا کی وفات سے پیغمبرؐ کا دل ٹوٹ گیا اور آپ نے مدینہ کی طرف ہجرت کا ارادہ کرلیا جس پر دشمنوں نے ایکا کیا کہ ایک رات جمع ہوکر پیغمبرؐ کے گھر کو گھیرلیں اور حضرتؐ کو شہید کر ڈالیں، حضرت کو اطلاع ہوئی تو آپؐ نے اپنے اسی جانثار بھائی علیؑ کو بلاکر اس واقعہ کی اطلاع دی اور فرمایا کہ میری جان کی رکھوالی یوں ہوسکتی ہے کہ تم آج کی رات میرے بستر پر میری چادر اوڑھ کر سو رہو اور میں مخفی طور پر مکّہ سے

روانہ ہوجاؤں، کوئی دوسرا ہوتا تو یہ پیغام سنتے ہی اسکا دل دہل جاتا، مگر علیؑ نے یہ سنکر کہ میرے ذریعے رسولؐ کی جان کی حفاظت ہوگی خدا کا شکر ادا کیا اور بہت خوش ہوئے کہ مجھے رسولؐ کا فدیہ قرار دیا جارہا ہے، یہی ہوا کہ رسالتمآبؐ شب کے وقت مکہ سے مدینہ کی طرف روانہ ہوگئے اور علی ابن ابی طالبؑ رسولؐ کے بستر پر سو رہے، چاروں طرف خون کے پیاسے دشمن تلواریں کھینچے نیزے لئے ہوئے مکان کو گھیرے ہوئے تھے بس اس بات کی دیر تھی کہ ذرا صبح ہو اور سب کے سب گھر میں گھس کر رسالتمآبؐ کو شہید کر ڈالیں، علی اطمینان کے ساتھ بستر پر آرام کرتے رہے اور ذرا بھی اپنی جان کا خیال نہ کیا، دشمنوں کو صبح کے وقت یہ معلوم ہوا کہ محمدؐ نہ تھے علیؑ تھے، انھوں نے آپ پر دباؤ ڈالنا چاہا کہ آپ بتلادیں کہ رسولؐ کہاں گئے ہیں! مگر علی نے بڑے بہادرانہ تیور سے یہ بتلانے سے انکار کردیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت رسولِ خدا مکہ سے کافی دور تک بغیر کسی پریشانی اور رکاوٹ کے تشریف لے جاسکے۔

علیؑ تین روز تک مکہ میں رہے۔ جن جن کی امانتیں رسول اللہؐ کے پاس تھیں ان تک ان کی امانتوں کو پہنچا کر خواتینِ بیتِ رسالت کو اپنے ساتھ لے کر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ کئی روز تک آپ رات دن پیدل چل کر اس طرح کہ پاؤں سے خون بہ رہا تھا مدینہ میں رسولؐ کے پاس پہنچے۔ اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ علیؑ پر رسولؐ کو سب سے زیادہ اعتماد تھا جس وفاداری، ہمّت اور دلیری سے علیؑ نے اس ذمہ داری کو پورا کیا وہ بھی اپنی مثال آپ ہے۔

شادی

رسول اللہؐ نے مدینہ میں آکر سب سے پہلا کام یہ کیا کہ اپنی اکلوتی بیٹی فاطمہ زہراؑ کا عقد علیؑ کے ساتھ کردیا۔ رسولؐ نے اپنی بیٹی کو انتہائی عزیز رکھتے تھے کہ جب فاطمہ زہراؑ آتی تھیں تو رسولؐ تعظیم کے لئے کھڑے ہوجاتے تھے، ہر شخص اس بات کا طلبگار تھا کہ رسولؐ کی اس معزز بیٹی کے ساتھ منسوب ہونے کا شرف اسے حاصل ہو۔ دو ایک نے ہمت بھی کی کہ وہ رسولؐ کو پیغام دیں مگر حضرت نے سب کی خواہشوں کو رد کردیا۔ اور یہ کہا کہ فاطمہ کی شادی بغیر حکم خدا کے نہیں ہوسکتی۔ ہجرت کا پہلا سال تھا جب رسولؐ نے علی کو اس عزت کے لئے منتخب کیا۔ یہ شادی نہایت سادگی کے ساتھ انجام دی گئی۔ شہنشاہِ دین و دنیا حضرت پیغمبر خدا کی بیٹی کو پیغمبرؐ کی طرف سے جہیز بھی نہیں دیا گیا۔ خود فاطمہؑ کا مہر تھا جو علیؑ سے لے کر کچھ سامانِ خانہ داری فاطمہ کے لئے خرید کر ساتھ کردیا گیا۔ وہ بھی کیا؟ مٹی کے کچھ برتن، خرمے کی چھال کے تکیے، چمڑے کا بستر اور چرخہ، چکّی اور پانی بھرنے کی مشک۔ اس طرح کا سامان دیا گیا۔ علیؑ

نے مہر ادا کرنے کے لئے اپنی زرہ فروخت کی اور اس سے فاطمہ زہرا کا مہر ادا کیا جو ایک سو سترہ تولے چاندی سے زیادہ نہ تھا۔ اس طرح مسلمانوں کے واسطے ہمیشہ کے لئے ایک مثال قائم کر دی گئی کہ وہ اپنی تقریبات کے سلسلے میں فضول خرچی سے کام نہ لیں۔

خانہ داری

فاطمہؑ اور علیؑ کی زندگی گھریلو زندگی کا ایک بے مثیل نمونہ تھی، مرد اور عورت آپس میں کس طرح ایک دوسرے کے شریکِ حیات ثابت ہو سکتے ہیں، آپس میں کس طرح تقسیمِ عمل ہونا چاہیئے۔ اور کیونکر دونوں کی زندگی ایک دوسرے کے لئے مددگار ہو سکتی ہے۔ وہ گھر دنیا کی آرائشوں سے دور، راحت طلبی اور تن آسانی سے بالکل علیحدہ تھا، محنت اور مشقت کے ساتھ دلی اطمینان اور آپس کی محبّت و اعتماد کے لحاظ سے ایک جنّت بنا ہوا تھا۔ جہاں سے علیؑ صبح کو مشکیزہ لے کر جاتے تھے اور یہودیوں کے باغ میں پانی دیتے تھے اور جو کچھ مزدوری ملتی تھی اُسے لے کر گھر پر آتے تھے۔ بازار سے جَو خرید کر فاطمہ کو دیتے تھے اور فاطمہ چکّی پیستی تھیں، کھانا پکاتیں اور گھر میں جھاڑو دیتی تھیں اور خود اپنے اور اپنے گھر والوں کے لئے لباس اور کبھی مزدوری کے طور پر سُوت کاتتی تھیں اور اس طرح گھر میں رہ کر زندگی کی مہم میں اپنے شوہر کا ہاتھ بٹاتی تھیں۔

جہاد

مکہ میں آکر رسولؐ کو مخالف گروہ نے آرام سے بیٹھنے نہ دیا، آپ کے وہ پیرو جو مکہ میں تھے انھیں طرح طرح کی تکلیفیں دی جانے لگیں، بعض کو قتل کیا، بعض کو قید کیا اور بعض کو زدوکوب کیا اور تکلیفیں پہنچائیں۔ یہی نہیں بلکہ اسلحہ اور فوج جمع کر کے خود رسولؐ کے خلاف مدینہ پر چڑھائی شروع کر دی، اس موقع پر رسولؐ کا اخلاقی فرض تھا کہ وہ مدینہ والوں کے گھروں کی حفاظت کرتے جنھوں نے آپ کو انتہائی ناخوشگوار حالات میں پناہ دی تھی اور آپ کی نصرت و امداد کا وعدہ کیا تھا۔ آپ نے کسی طرح بھی پسند نہ کیا کہ آپ شہر کے اندر گھر کر مقابلہ کریں اور دشمن کو یہ موقع دیں کہ وہ مدینہ کی پُرامن آبادی اور عورتوں اور بچوں کو بھی پریشان کریں۔ گو آپ کے ساتھ تعداد بہت کم تھی صرف تین سو تیرہ آدمی تھے۔ ہتھیار بھی نہ تھے مگر آپ نے یہ طے کر لیا کہ آپ باہر نکل کر دشمن کا مقابلہ کریں گے۔ چنانچہ پہلی لڑائی اسلام کی ہوئی جو بدر کے نام سے مشہور ہے۔ اس لڑائی میں رسولؐ نے زیادہ سے زیادہ عزیزوں کو خطرہ میں ڈالا، چنانچہ آپ کے چچازاد بھائی عبیدہ ابن حارث ابن عبد المطلب اس جنگ میں شہید ہوئے۔ علی ابن ابی طالبؑ کو جنگ کا یہ پہلا تجربہ تھا۔ پچیس برس کی عمر تھی مگر جنگ کی فتح کا سہرا علیؑ کے سر رہا۔ جتنے مشرکین قتل ہوئے تھے

ان میں سے آدھے صرف علیؑ کے مقتول تھے اور آدھے تمام مجاہدین کے ہاتھ سے قتل ہوئے تھے۔ اس کے بعد احد، خندق، خیبر اور آخر میں حنین یہ وہ لڑائیاں ہیں جن میں علیؑ نے رسولؐ کے ساتھ رہ کر اپنی بے نظیر بہادری کے جوہر دکھائے۔ تقریباً ان تمام لڑائیوں میں علیؑ کو علمداری کا عہدہ بھی حاصل رہا۔ اس کے علاوہ بہت سی لڑائیاں ایسی تھیں جن میں رسولؐ نے علیؑ کو تنہا بھیجا اور انھوں نے فتح بھی حاصل کی۔ ان تمام لڑائیوں میں حضرت علیؑ نے بڑی بہادری اور ثابت قدمی دکھائی اور انتہائی استقلال، تحمّل اور شرافتِ نفس سے کام لیا جس کا اقرار خود ان کے دشمن بھی کرتے تھے۔ خندق کی لڑائی میں دشمن کے سب سے بڑے سورما عمرو بن عبدِ ود کو جب آپ نے مغلوب کر لیا اور اس کا سر کاٹنے کے لئے اس کے سینے پر بیٹھے تو اس نے آپ کے چہرے پر لعابِ دہن پھینک دیا، آپ کو غصہ آگیا اور آپ اس کے سینے پر سے اتر آئے۔ صرف اس خیال سے کہ اگر غصے میں اس کو قتل کیا تو یہ فعل محض خدا کی راہ میں نہ ہوگا بلکہ اپنی خواہشِ نفس کے مطابق ہوگا۔ کچھ دیر کے بعد آپ نے اس کو قتل کیا۔ اس زمانے میں دشمن کو ذلیل کرنے کے لئے اس کی لاش کو برہنہ کر دیتے تھے مگر حضرت علی نے اس کی زرہ نہیں اتاری، اگرچہ وہ بہت قیمتی تھی، چنانچہ اس کی بہن جب اپنے بھائی کی لاش پر آئی تو اس نے کہا کہ کسی اور نے میرے بھائی کو قتل کیا ہوتا تو میں عمر بھر روتی، مگر مجھے یہ دیکھ کر صبر آگیا کہ اس کا قاتل علی کا سا شریف انسان ہے جس نے اپنے دشمن کی لاش کی توہین گوارا نہیں کی۔ آپ نے کبھی دشمن کی عورتوں اور بچّوں پر ہاتھ نہیں اٹھایا اور کبھی مالِ غنیمت کی طرف رخ نہیں کیا۔

خدمات

علاوہ جہاد کے اسلام اور پیغمبرِؐ اسلام کے لئے کسی کام کے کرنے میں آپ کو انکار نہ تھا۔ یہ کام مختلف طرح کے تھے، رسولؐ کی طرف سے عہد ناموں کا لکھنا، خطوط تحریر کرنا آپ کے ذمہ تھا، اور لکھے ہوئے اجزائے قرآن کے امانتدار بھی تھے۔ اس کے علاوہ یمن کی جانب تبلیغِ اسلام کے لئے پیغمبرؐ نے آپ کو روانہ کیا جس میں آپ کی کامیاب تبلیغ کا اثر یہ تھا کہ سارا یمن مسلمان ہو گیا جب سورۂ برأت نازل ہوا تو اس کی تبلیغ کے لئے بحکمِ خدا آپ ہی مقرر ہوئے اور آپ نے جا کر مشرکین کو سورۂ برأت کی آیتیں سنائیں اس کے علاوہ رسالت مآب کی ہر خدمت انجام دینے پر تیار رہتے تھے، یہاں تک کہ یہ بھی دیکھا گیا کہ رسولؐ کی جوتیاں اپنے ہاتھ سے سی رہے ہیں۔ علی اپنے لئے اسے باعثِ عزّت سمجھتے تھے۔

اعزاز

حضرت علیؑ کے امتیازی صفات اور خدمات کی بناء پر رسولؐ ان کی بہت عزت کرتے تھے۔ اور اپنے قول اور فعل سے ان کی خوبیوں کو ظاہر کرتے رہتے تھے، کبھی یہ کہتے تھے کہ "میں علیؑ سے ہوں اور علیؑ مجھ سے ہیں"۔ کبھی کہا کہ "میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں"۔ کبھی یہ کہا کہ "تم سب میں بہترین فیصلہ کرنے والا علیؑ ہے"۔ کبھی یہ کہا کہ "علیؑ مجھ سے وہ تعلق رکھتے ہیں جو روح کو جسم سے یا بدن کو سر سے ہوتا ہے"۔ کبھی یہ کہا کہ "علیؑ کو مجھ سے وہ نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی"۔ کبھی یہ کہ "وہ خدا اور رسول کے سب سے زیادہ محبوب ہیں"۔ یہانتک کہ مباہلہ کے واقعہ میں علی کو نفسِ رسول کا خطاب ملا، علمی اعزاز یہ تھا کہ مسجد میں سب کے دروازے بند ہوئے تو علیؑ کا دروازہ کھلا رکھا گیا، جب مہاجرین و انصار میں بھائی چارہ کیا گیا تو علیؑ کو پیغمبرؐ نے اپنا دنیا و آخرت میں بھائی قرار دیا اور سب سے آخر میں غدیر خم کے میدان میں ہزاروں مسلمانوں کے مجمع میں علیؑ کو اپنے ہاتھوں پر بلند کر کے یہ اعلان فرمایا کہ جس طرح میں مسلمانوں کا سرپرست اور حاکم ہوں اسی طرح علی سب کے سرپرست اور حاکم ہیں۔ یہ اتنا بڑا اعزاز تھا کہ تمام مسلمانوں نے علی کو مبارکباد دی اور سب نے سمجھ لیا کہ پیغمبرؐ نے علیؑ کی ولی عہدی اور جانشینی کا اعلان کر دیا ہے۔

رسولؐ کی وفات

ہجرت کے دس برس پورے ہوئے تھے جب پیغمبر خداؐ اس بیماری میں مبتلا ہوئے جو مرض الموت ثابت ہوئی، یہ خاندانِ رسولؐ کے لیے ایک قیامت خیز مصیبت کا وقت تھا۔ علیؑ رسولؐ کی بیماری میں برابر پاس موجود رہتے اور تیمارداری میں مصروف رہتے تھے، اور رسولؐ بھی علی کا اپنے پاس سے ہٹنا ایک لمحہ کے لیے گوارا نہ کرتے تھے، آپ نے علی کو اپنے پاس بلایا اور سینے سے لگا کر بہت دیر تک آہستہ آہستہ باتیں کرتے رہے اور ضروری وصیتیں فرمائیں۔ اس گفتگو کے بعد بھی علی کو اپنے سے جدا نہ ہونے دیا اور ان کا سر اپنے سینہ پر رکھ دیا جس وقت رسولؐ کی روح جسم سے جدا ہوئی اس وقت بھی علی کا ہاتھ رسولؐ کے سینہ پر رکھا ہوا تھا۔

بعدِ رسولؐ

جس نے زندگی بھر رسولؐ کا ساتھ دیا وہ بعدِ رسولؐ آپ کی لاش کو کس طرح چھوڑتا۔ چنانچہ رسول کی تجہیز و تکفین اور غسل و کفن کا تمام کام علی ہی کے ہاتھوں ہوا اور قبر میں آپ ہی نے رسولؐ کو اتارا، رسولؐ کے دفن سے فرصت ہونے کے بعد یہ معلوم ہوا کہ اتنی دیر میں پیغمبرؐ کی جانشینی کا انتظام ہو گیا ہے، اگر کوئی دوسرا انسان ہوتا تو جنگ آزمائی پر تیار ہو جاتا

مگر علی کو اسلامی مفاد اتنا عزیز تھا کہ آپ نے اپنے حقوق کے اعلان کے باوجود اپنی طرف سے مسلمانوں میں خانہ جنگی پیدا نہیں ہونے دی، نہ صرف یہ کہ آپ نے معرکہ آرائی نہیں چاہی بلکہ جب وقت ضرورت پڑی اس وقت اسلامی مفاد کی خاطر آپ نے امداد دینے سے دریغ بھی نہیں کیا مشکل مسائل کے فیصلے اور ضروری مشورہ لیے جانے پر اپنی مفید رائے کے اظہار سے کبھی پہلو تہی نہیں کیا، اس کے علاوہ بطور خود خاموشی کے ساتھ اسلام کی روحانی اور علمی خدمات میں مصروف رہے۔ قرآن کو ترتیب نزول کے مطابق ناسخ و منسوخ اور محکم و متشابہ کی تشریح کے ساتھ مرتب کیا، مسلمانوں کے علمی طبقے میں تصنیف و تالیف اور علمی تحقیق کا ذوق پیدا کیا اور تفسیر و کلام اور فقہ و احکام کے بارے میں ایک مفید علمی ذخیرہ فراہم کیا۔ بہت سے ایسے شاگرد تیار کیے جو مسلمانوں کی آئندہ علمی زندگی کے لیے معمار کا کام انجام دے سکیں۔ عربی زبان کی حفاظت کے لیے علم نحو کی داغ بیل ڈالی اور فن صرف اور معانی و بیان کے اصول بھی بیان کیے، اس طرح یہ سبق دیا کہ اگر ہوائے زمانہ مخالف بھی ہو اور اقتدار بھی تسلیم کیا جائے تو انسان کو گوشہ نشینی اور کسمپرسی میں بھی اپنے فرائض کو فراموش نہ کرنا چاہیے۔ ذاتی اعزاز اور منصب کی خاطر مفاد ملی کو نقصان نہ پہنچایا جائے اور جہاں تک ممکن ہو انسان اپنی ملت، قوم اور مذہب کی خدمت ہر حال میں کرتا رہے۔

خلافت

پچیس برس تک رسولؐ کے بعد علیؑ نے خانہ نشینی میں زندگی بسر کی۔ ۳۵ھ میں مسلمانوں نے خلافتِ ظاہری کا منصب علی کے سامنے پیش کیا، آپ نے پہلے انکار کیا لیکن جب مسلمانوں کا اصرار بہت بڑھ گیا تو آپ نے اس شرط سے منظور کیا کہ میں بالکل قرآن اور سنت پیغمبرؐ کے مطابق حکومت کروں گا اور کسی رو رعایت سے کام نہ لوں گا۔ مسلمانوں نے اس شرط کو منظور کر لیا اور آپ نے خلافت کی ذمہ داری قبول کی، مگر زمانہ آپ کی خالص مذہبی سلطنت کو برداشت نہ کر سکا۔ آپ کے خلاف بنی امیہ اور بہت سے وہ لوگ کھڑے ہو گئے جنھیں آپ کی مذہبی حکومت میں اقتدار کے زائل ہونے کا خطرہ تھا۔ آپ نے ان سب کا مقابلہ کرنا اپنا فرض سمجھا اور جمل، صفین اور نہروان کی خونریز لڑائیاں ہوئیں جن میں علی ابن ابی طالب نے اسی شجاعت اور بہادری سے جنگ کی جو بدر و احد اور خندق و خیبر میں کسی وقت دیکھی جا چکی تھی اور زمانہ کو یاد تھی، ان لڑائی جھگڑوں کی وجہ سے آپ کو موقع نہ مل سکا کہ آپ کا جیسا دل چاہتا تھا اس طرح اصلاح فرمائیں۔ پھر بھی آپ نے اس مختصر مدت میں اسلام کی سادہ زندگی، مساوات اور نیک کمائی کے لیے محنت د

مزدوری کی تعلیم کے نقش تازہ کر دیئے، آپ شہنشاہِ اسلام ہونے کے باوجود کھجوروں کی دکان پر بیٹھنا اور اپنے ہاتھ سے کھجوریں بیچنے کو برا نہیں سمجھتے تھے، پیوند لگے ہوئے کپڑے پہنتے تھے، غریبوں کے ساتھ زمین پر بیٹھ کر کھانا کھا لیتے تھے، جو روپیہ بیت المال میں آتا تھا اسے تمام مستحقین میں برابر سے تقسیم کرتے تھے یہاں تک کہ آپ کے سگے بھائی عقیل نے چاہا کہ کچھ انھیں دوسرے مسلمانوں سے زیادہ مل جائے مگر آپ نے انکار کر دیا اور کہا کہ اگر میرا ذاتی مال ہوتا تو خیر یہ بھی ہو سکتا تھا مگر یہ تمام مسلمانوں کا مال ہے مجھے حق نہیں ہے کہ میں اس میں سے کسی اپنے عزیز کو دوسروں سے زیادہ دوں۔ انتہا ہے کہ اگر بیت المال میں کبھی شب کے شب حساب کتاب میں مصروف ہوتے اور کوئی ملاقات کے لیے آکر غیر متعلق باتیں کرنے لگا تو آپ نے چراغ بڑھا دیا کہ بیت المال کے چراغ کو میرے ذاتی کام میں صرف نہ ہونا چاہیے۔ آپ کی کوشش یہ رہتی تھی کہ جو کچھ بیت المال میں آئے وہ جلد سے جلد حقداروں تک پہنچ جائے۔ آپ اسلامی خزانے میں مال کا جمع رکھنا پسند نہیں فرماتے تھے۔

شہادت

افسوس ہے کہ یہ امن، مساوات اور اسلامی تمدن کا علمبردار دنیا طلب لوگوں کی عداوت سے نہ بچا اور ۱۹ ماہ رمضان ۴۰ھ کی صبح کے وقت خدا کے گھر یعنی مسجد میں عین حالتِ نماز میں ایک زہر سے بجھی ہوئی تلوار سے زخمی کیا گیا۔ آپ کے رحم و کرم اور مساوات پسندی کی انتہا یہ تھی کہ جب آپ کے قاتل کو گرفتار کرکے آپ کے سامنے لائے اور آپ نے دیکھا کہ اسکا جسم لرز رہا ہے، اور اس کا چہرہ زرد ہے تو آپ کو اس پر بھی رحم آگیا اور اپنے دونوں فرزندوں امام حسنؑ اور امام حسینؑ کو ہدایت فرمائی کہ یہ تمھارا قیدی ہے اس کے ساتھ کوئی سختی نہ کرنا، جو خود کھانا وہ اس کو کھلانا۔ اگر میں اچھا ہو گیا تو مجھے اختیار ہے، میں چاہوں گا تو سزا دوں گا اور چاہوں گا تو معاف کر دوں گا، اور اگر میں دنیا میں نہ رہا تو اور تم نے اس سے انتقام لینا چاہا تو اسے ایک ہی ضربت لگانا کیونکہ اس نے مجھے ایک ہی ضربت لگائی ہے اور ہرگز اس کے ہاتھ ہاتھ پاؤں وغیرہ قطع نہ کرنا، اس لیے کہ یہ تعلیم اسلام کے خلاف ہے۔ دو روز تک علیؑ بسترِ بیماری پر انتہائی کرب اور تکلیف کے ساتھ رہے، آخر زہر کا اثر جسم میں پھیل گیا اور ۲۱ رمضان کو نماز صبح کے وقت آپ کی وفات ہوئی۔ حسنؑ اور حسینؑ نے تجہیز و تکفین کی اور تربتِ کوفہ پر نجف کی سرزمین میں وہ انسانیت کا تاجدار ہمیشہ کے لیے آرام کی نیند سونے کے لیے دفن ہو گیا۔

**

"اللہ سے کچھ تو ڈرو چاہے وہ کم ہی ہو، اور اپنے اس کے درمیان کچھ تو پردا رکھو چاہے وہ باریک ہو" (حضرت علیؑ)

مولائے کائنات علی ابن ابی طالب علیہ السلام

کے ارشادات

ترتیب : محمد وصی خان

اخلاق و آداب

"آداب و اخلاق نو بہ نو زیور ہیں ــــ آداب کے برابر کوئی زیور نہیں ـــــ"

(۱) اخلاق و آداب نت نئے زیور ہیں جو اپنے پہننے والے کو سنوارتے ہیں۔

(۲) لوگوں کے ساتھ ایسا برتاؤ کرو کہ اگر تم مر جاؤ تو لوگ تم پر آنسو بہائیں، اور

(۳) زندہ رہو تو تمھارے مشتاق اور آرزومند رہیں۔

(۴) جب دشمن پر غلبہ پاؤ تو اُسے معاف کر دو۔

(۵) ہر مرد کی قیمت اس کے حسنِ عمل کے موافق ہے۔

(٦) حسنِ اخلاق سے بہتر کوئی مصاحب نہیں۔

(۷) مشورہ کرنا بہترین مددگار ہے۔

(۸) آدمی کی قدر و منزلت اس کی ہمت کے موافق ہوتی ہے اور اس کی سچائی اس کی مروت کے مطابق۔

(۹) خوش خُلق نعمتوں میں بسر کرتا ہے۔

(۱۰) جس شخص نے شرم و حیا کا جامہ پہن لیا لوگ اس کے عیب نہیں دیکھ سکتے۔

(۱۱) مردوں کے جوہر تغیرِ حالات میں کھلتے ہیں۔

(۱۲) محسن کے دوست بہت ہوتے ہیں۔

(۱۳) میانہ روی سے دشمن مغلوب ہو جاتا ہے۔

(۱۴) جس نے خدا کی عظمت کو پہچانا اس کی نگاہ میں مخلوق بے حقیقت و حقیر ہو جاتی ہے۔

(۱۵) خالق کی معصیت میں مخلوق کی اطاعت نہ کرو۔

(۱۶) مبارک ہے وہ شخص جس نے اپنے نفس کو پست کیا، نیک کام کیے اور اچھی خصلتیں اختیار کیں، اپنے خرچ سے بچنے والے کو خدا کی راہ میں دے دیا۔

(۱۷) صاحبانِ مروت کی لغزشوں سے درگزر کرو کیونکہ خداوندِ عالم ان کا ہاتھ پکڑ کر بلند کرتا ہے

(۱۸) وہ برائی جس پر انسان نادم و پشیمان ہو خدا کے نزدیک اس کی نیکی سے بہتر ہے جو کبر و نخوت میں مبتلا کرے۔

(۱۹) جس بات کا آغاز اچھا ہوتا ہے اس کا انجام بھی اچھا ہوتا ہے۔

(۲۰) جو شخص لوگوں کی طرف ایسی باتیں منسوب کرے جن سے وہ راضی نہ ہوں تو وہ

(۲۱) اسے ایسی تہمتیں لگائیں گے جس کا اسے بھی علم نہیں ہے۔

(۲۲) آدمی جس قدر غیور ہو گا اسی قدر پاک دامن ہو گا۔

(۲۳) جو شخص بدلا نہیں لے پاتا وہ غیبت ہی کیا کرتا ہے۔

(۲۴) سلطنت و امارت لوگوں کے گھوڑے دوڑانے کا میدان ہے۔

(۲۵) دن کے ارادوں کو رات کا سونا کسی قدر توڑنے والا ہے۔

(۲۶) جس نے حق سے مقابلہ کیا اُسے حق پچھاڑ دے گا۔

(۲۷) کسی کے رنگ میں آپ بھی رنگ جانا اس کی شرارتوں سے بچنا ہے۔

(۲۸) رزق میں کمی ہو جائے مگر لوگوں کا وسیلہ نہ تلاش کرو۔

(۲۹) مر جاؤ مگر پستی کی طرف نہ جھکو۔

(۳۰) استحقاق سے زیادہ تعریف چاپلوسی ہے۔

(۳۱) اس چیز سے خود بھی پرہیز کرو جسے دوسروں کے واسطے برا سمجھتے ہو۔

(۳۲) عدالت کا مقتضیٰ یہ نہیں کہ محض اپنی رائے کو سمجھ کر حکم دیدیا جائے بلکہ ثبوت اور دلیل بھی لازمی ہے۔

(۳۳) مظلوم کا ظالم سے بدلا لینے کا دن ظالم کا مظلوم پر ظلم کرنے سے زیادہ سخت ہے۔

(۳۴) بغیر عمل کے دعا کرنے والا بغیر کمان کے تیر اندازی کرنے والا ہے۔

(۳۵) سب سے بڑا عیب یہ ہے کہ لوگوں کے ان عیبوں کی گرفت کرے جو اس میں خود ہی موجود ہیں۔

(۳۶) وہ نیکی ہرگز نہیں جس کا انجام خرابی ہو اور وہ بدی ہرگز نہیں جس کا انجام بھلائی ہو۔

(۳۷) خدا ایسا نہیں جو اپنے بندہ پر شکر کا دروازہ کھول دے اور زیادتی نعمت کا دروازہ بند کر دے

(۳۸) تیرے رہنے کے قابل وہ شہر ہے جہاں کے رہنے والے تیری خاطر تواضع کریں اور تیرے خواہاں رہیں۔

(۳۹) جو شخص تیری طرف راغب ہے اس سے پرہیز کرنا بے عقلی ہے اور جو شخص تیری طرف مائل نہیں اس پر گرنا نفس کی ذلت و خواری ہے۔

(۴۰) دنیا میں جو چیز تمہیں مل جائے اسے لے لو اور جو چیز ہاتھ نہ آئے اس کی طرف تم ہاتھ نہ بڑھاؤ، اگر تم سے یہ بات نہیں ہو سکتی تو طلب ہی میں اعتدال برتو۔

(۴۱) فتح اور کامیابی احتیاط سے حاصل ہوتی ہے۔

سوائے خدا کے کسی سے امید نہ رکھو اور سوائے اپنے گناہوں کے کسی چیز سے نہ ڈرو

(۴۲) پیشوا بننے کے لیے دوسروں کو تعلیم دینے کے بجائے اسے افعال و اطوار سے تعلیم دو

(۴۳) جو حسنِ خلق کی تصویر بن گیا، جس نے اپنی زبان کو روکا، جس نے اتباعِ سنت کیا اور بدعتی نہیں کہلایا۔

(۴۴) خود پسندی زیادتی نعمت کو روکتی ہے۔

(۴۵) موت قریب ہے اور دنیا کی مصاحبت کا زمانہ قلیل۔

(۴۶) دیانت دل کی وسعت کا آلہ ہے۔

(۴۷) لجاجت و منت کرنا رائے کو باطل کرتا ہے۔

(۴۸) قابلِ ملامت وہ شخص ہے جو ایسے کام میں دست اندازی کرتا ہے جسکا وہ اہل نہیں

(۴۹) محبت ایک ایسی قرابت ہے جس سے فائدہ حاصل کیا جاتا ہے۔

(۵۰) جو شخص تم سے ملول ہوا اور رنجیدہ ہوا اسے اپنا امین نہ بناؤ۔

(۵۱) فریبی اور غدار سے بدلہ لینا یہی ہے تو اس کی مکاریوں کو بھلا دے۔

(۵۲) جس شخص نے اپنی قدر نہ پہچانی وہ ہلاک ہوگیا۔

(۵۳) جو شخص کسی جماعت کے فعل سے راضی ہوگیا تو گویا وہ خود بھی اس میں داخل ہوگیا۔

(۵۴) جس شخص نے مختلف عقلوں اور رایوں کی طرف رُخ کیا اسے خطا کے مقامات معلوم ہو جائیں گے۔

(۵۵) ظلم و ستم میں سبقت کرنے والا قیامت کے دن غم و غصہ کی حالت میں اپنے ہاتھ چبائے گا۔

(۵۶) احمق کی صحبت نہ اختیار کرو کیونکہ وہ اپنی باتوں کو تمہاری نگاہوں سے زینت

دیتا ہے اور چاہتا ہے کہ تم بھی اسی کے جیسے ہو جاؤ۔

(۵۹) آزمانے سے پہلے ہر شخص کی طرف سے مطمئن ہو جانا عجز و نا توانی ہے۔

(۶۰) شراروں کو وہیں واپس کر دو جہاں سے وہ آئی ہیں کیونکہ شرارت شرارت ہی سے دور ہوتی ہے۔

(۶۱) کلام سے پہلے سلام کرنا چاہیئے۔

عبادت

(۶۲) واجبات کو ادا کرنے کے برابر کوئی عبادت نہیں۔

(۶۳) جو عبادت ثواب کے لیے کی جائے تجارت ہے، جو عذاب کے خوف سے کی جائے غلامی ہے، اور جو ادائے شکر کے لیے کی جائے وہ آزادانہ بندگی ہے۔

(۶۴) معبود! اس لیے تیری عبادت نہیں بجا لاتا کہ دوزخ کا خوف یا جنت کی تمنا دامنگیر ہے .. .. .. نہیں۔ مالکِ اعلےٰ کے سامنے سر نیاز اس لیے اور صرف اس لیے خم ہوتا ہے کہ تو مستحق عبادت ہے۔

صدقہ، زکوٰۃ، خیرات

(۶۵) صدقہ دے کر اپنے ایمان کے مالک بن جاؤ۔

(۶۶) زکوٰۃ ادا کرنے سے پہلے مال کی حفاظت کرو اور دعاؤں کے ساتھ بلاؤں کی موجوں کو دور کرو۔

(۶۷) جس شخص نے ایسے کا حق ادا کیا جو اس کا حق نہیں ادا کرتا تو اسے بندۂ بے دام بنا لیا۔

(۶۸) جو شخص بطورِ واجب محض خدا کے لیے دوسروں کی حاجت پوری کرنے کے لیے کھڑا ہو اس نے نعمتوں اور رفنا کے سامنے رکھ دیا۔

(۶۹) کریم کی سطوت سے ڈرنا چاہیے درحالیکہ وہ بھوکا ہو، اور بخیل اور کمینے کے حملے سے ڈرنا چاہیے درحالیکہ وہ شکم سیر ہو۔

(۷۰) جب تنگ دست ہو جاؤ تو صدقے کے ذریعے اللہ سے سودا کرو۔

جہالت

(۷۱) جہالت سے بڑھ کر اور کوئی حاجت نہیں۔

(۷۲) جاہل ہر کام میں یا تو حد سے گذر جاتا ہے یا اسے ادھورا چھوڑ دیتا ہے۔

(۷۳) جس شخص نے اپنے آپ کو تہمت کے مقام پر رکھا وہ اپنے سے بدگمان ہونے والے کو

ملامت نہیں کر سکتا۔

عقل

(۷۴) جب عقل کامل ہو جاتی ہے، کلام کم ہو جاتا ہے۔
(۷۵) عقل سے زیادہ کوئی مال نفع بخش نہیں۔
(۷۶) عقل سے بڑھ کر کوئی بے نیازی نہیں۔
(۷۷) خلقت کے ساتھ دوستی کرنا آدھی عقلمندی ہے۔
(۷۸) عناد رکھنے والوں کے دل حکمت سے خالی ہوتے ہیں۔
(۷۹) عاقل وہ ہے جو ہر ایک چیز کو اس کے مقام پر رکھ دے اور جو اس کے برعکس کرے وہ جاہل ہے۔
(۸۰) جس شخص نے خودرائی کی وہ ہلاک ہوا، اور جس نے عقلمندوں سے صلاح کی وہ ان کی عقل میں شریک ہو گیا۔
(۸۱) اس شخص کی اطاعت لازم سمجھ جس کی شناخت میں تم جہالت کا عذر نہیں پیش کر سکتے۔
(۸۲) مشورہ کرنا عقلمندوں کے لیے ہدایت کا سرچشمہ ہے، زمانے کے تجربوں کو یاد رکھنا بھی ایک توفیق ہے۔
(۸۳) عقل سے بڑھ کر مال، جہالت سے بڑھ کر مفلسی، ادب سے بڑھ کر جائداد اور مشورے سے بڑھ کر کوئی مددگار نہیں۔

قناعت

(۸۴) قناعت کرنے والا بادشاہ ہے۔
(۸۵) قناعت ایسا مال ہے جس پر بربادی اثر نہیں کرتی۔

علم

(۸۶) علم و ادب سے بڑھ کر کوئی میراث نہیں۔
(۸۷) علم مال سے بہتر ہے کیونکہ مال کی تمھیں حفاظت کرنی پڑتی ہے اور علم تمھاری خود حفاظت کرتا ہے۔
(۸۸) علم حاکم ہے اور مال محکوم۔
(۸۹) مال خرچ کرنے سے کم ہوتا ہے، علم کو جتنا خرچ کرو اتنا ہی بڑھتا ہے۔

(۹۰) مالدار مال کے زوال کے ساتھ فنا ہو جاتا ہے مگر عالم کی یہ شان نہیں۔
(۹۱) علم کا جمع کرنے والا اس وقت تک باقی رہے گا جب تک دنیا قائم ہے۔ اور مال کا جمع کرنے والا دنیا کے عذابوں میں گرفتار رہتا ہے۔
(۹۲) عالم کے جسم فنا ہو جاتے ہیں لیکن صورتیں دلوں میں موجود رہیں گی۔
(۹۳) جو بات نہیں جانتے اس کے معلوم کرنے میں شرم نہ کرو۔
(۹۴) حکمت کو حاصل کرو جہاں کہیں بھی ہو، چاہے وہ منافق ہی سے کیوں نہ ملے۔
(۹۵) اگر تم سے ایسی بات پوچھی جائے جو تم کو نہیں معلوم تو اپنی لاعلمی کے اظہار میں شرم نہ کرو بلکہ صاف صاف کہہ دو۔

صبر

(۹۶) صبر شجاعت ہے۔
(۹۷) صبر و حیا کے برابر کوئی ایمان نہیں۔
(۹۸) صبر حوادثِ زمانہ کو دُور کرتا ہے۔
(۹۹) بے صبری سے اور مصیبتیں آتی ہیں۔
(۱۰۰) صابر شخص ضرور فتح حاصل کرے گا چاہے ایک مدّت کیوں نہ ہو جائے۔
(۱۰۱) جسے صبر نفع نہیں بخشتا وہ روتے روتے ہلاک ہو جاتا ہے۔
(۱۰۲) صبر کو ایمان سے وہی نسبت ہے جو سر کو جسم سے ہے جس طرح بغیر سر کے جسم بیکار ہے اسی طرح بغیر صبر کے ایمان۔

سخاوت

(۱۰۳) سخاوت و بخشش ناموس کی نگہبان ہے۔
(۱۰۴) احسان و اکرام سے مرتبہ زیادہ ہوتا ہے۔
(۱۰۵) جس شخص نے سخاوت کی اس نے بزرگی اور عروج پایا۔
(۱۰۶) تھوڑی سی بخشش سے شرم نہ کرو، کیونکہ سائل کو بالکل محروم کر دینا اس سے کمتر بات ہے۔
(۱۰۷) اندازہ کے موافق نفقہ دو اور اپنے نفس و عیال کو تنگی میں گرفتار نہ کرو۔
(۱۰۸) سخاوت یہ ہے کہ سوال سے پہلے دیا جائے، مانگنے پر دینا سخاوت نہیں بلکہ حیا ہے تاکہ لوگ بُرا نہ کہیں۔ سخی بن جا پر مُصرف نہ بن۔

دوستی

(۱۰۹) منافق کبھی دوست نہیں بن سکتا۔

(۱۱۰) دوستوں کا باقی نہ رہنا غریب الوطنی ہے۔

(۱۱۱) نادان کی دوستی سے پرہیز کرو کیونکہ وہ تمھیں نفع پہنچانے کی کوشش کرے گا لیکن اپنی بیوقوفی سے نقصان پہنچا دے گا۔

(۱۱۲) بخیل سے دوستی نہ کرو کیونکہ ضرورت کے وقت وہ تمھاری مدد نہ کرے گا۔

(۱۱۳) برائیوں سے ڈرانے والا ایسا ہی ہے جیسا کہ نیکیوں کی ترغیب دینے والا شخص۔

(۱۱۴) دوست وہ ہے جو اپنے دوست کا تین حالتوں میں ساتھ دے، پریشانی اور تنگدستی میں، غیبت اور مرنے کے بعد۔

(۱۱۵) جھوٹے دوست نہ بناؤ، کیونکہ تمھارے مطلوب کو جو تم سے دور ہے قریب دکھائیگا اور جو قریب ہے اسے دور بتائے گا۔

(۱۱۶) بُرے لوگوں کی دوستی سے پرہیز کرو کیونکہ وہ ذراسی لالچ میں تم کو بیچ ڈالیں گے۔

(۱۱۷) خلقت کے ساتھ دوستی کرنا آدھی دانش مندی ہے۔

تونگری

(۱۱۸) تونگری عیوب کو چھپا دیتی ہے۔

(۱۱۹) مال تمام خواہشوں کی بنیاد ہے۔

(۱۲۰) دولت کو سفر میں بھی وطن کی آسائش حاصل ہے۔

(۱۲۱) وسعتِ مال ایک نعمت ہے۔

(۱۲۲) بہت سے عقلمند آدمی بھی امیروں کی نفسانی خواہشات کے مطیع ہوتے ہیں۔

(۱۲۳) بہترین تونگری یہ ہے کہ آرزوؤں کو ترک کر دیا جائے۔

غرور

(۱۲۴) سب وحشتوں سے بڑھی ہوئی وحشت غرور و تکبر ہے۔

(۱۲۵) تکبّر سے زیادہ کوئی تنہائی وحشتناک نہیں۔

(۱۲۶) مغرور کی حالت کو دیکھو کہ کل بھی وہ ایک نجس کیڑا تھا اور کل پھر ایک نجس مردار ہو جائے گا۔

(۱۲۷) جس شخص نے اپنی رائے پر بھروسہ کیا وہ ہلاک ہوا۔

(۱۲۷) جس شخص کے دل میں ذرّہ برابر بھی غرور ہوگا وہ جنت میں داخل نہ ہوگا۔

نیکی

(۱۲۸) نیکی وہ ہے جس سے علم وعمل میں ترقی ہو۔

(۱۲۹) عملِ صالح سے بڑھ کر کوئی تجارت نہیں۔

(۱۳۰) نیکی کرنے والا نیکی سے بہتر ہے اور بدی کرنے والا بدی سے بُرا ہے۔

(۱۳۱) دوسروں کے لیے دردسری کرنا اپنے عیبوں کی قبر کھودنا ہے۔

(۱۳۲) لوگوں کے ساتھ صلح رکھنا اپنے عیوب کے لیے خیمہ لگانا ہے۔

(۱۳۳) جو شخص نیک کام میں سستی کرتا ہے اس کی بزرگی بھی جلدی نہیں کرتی اور وہ بزرگی نہیں حاصل کر پاتا۔

(۱۳۴) جس شخص کو نرمی سے محروم کیا جاتا ہے اسے گویا نیکی سے محروم کیا جاتا ہے۔

خوش طبعی

(۱۳۵) بشاشت اور خندہ پیشانی رہنا دوستی کا جال ہے جو دوسروں کو گرویدہ بناتا ہے۔

(۱۳۶) غم اور فکر میں مبتلا رہنا آدھا بڑھاپا ہے۔

(۱۳۷) تم میں سے وہ شخص مجھے بہت پیارا ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں۔

گناہوں کا کفارہ

(۱۳۸) زبردست کفارہ تمہارے گناہوں کا یہ ہے کہ بیکسوں کی مدد کرو اور غم زدوں کو خوش کرو۔

(۱۳۹) وہ گناہ جس کا تمھیں رنج ہو، اس نیکی سے بہتر ہے جو تمھیں خود پسند بنا دے۔

ادبار

(۱۴۰) جس شخص کی طرف سے دنیا اپنا منہ پھیر لیتی ہے تو اس کی نیکیوں کو برباد کر دیتی ہے۔

طمع ولالچ

(۱۴۱) طمع باعثِ ذلت ہے۔

(۱۴۲) طمع کرنے والا ذلت وخواری کی قید میں ہے۔

(۱۴۳) کسی شخص سے کسی چیز کی طمع کرنا ہمیشہ کی بندگی ہے۔

(۱۴۴) جس شخص نے طمع کی اس نے اپنے نفس کو ذلیل وخوار کر دیا۔

(۱۴۵) دو بھوکے ایسے ہیں جو کبھی سیر نہیں ہوتے۔ ایک طالب علم اور دوسرا طالبِ دنیا۔

۱۴۶ اہلِ دنیا مثل ان سواروں کے ہیں جو سفر کرتے ہیں پر سو رہے ہیں۔

۱۴۷ اکثر عقلوں کی قتل گاہیں شمشیرِ طمع کی بجلیوں کے نیچے ہیں۔

حلم

۱۴۸ بردبار کے علم کا پہلا نفع یہ ہے کہ جاہل کے مقابلہ میں لوگ اس کے مددگار ہوجاتے ہیں۔

۱۴۹ حِلم و بردباری نادان کے ہونٹ سی دیتی ہے۔

۱۵۰ حِلم ایک ڈھانکنے والا پردہ ہے اور عقل ایک کاٹنے والی تلوار لہٰذا اپنی برائیوں کو حلم و بردباری سے ڈھانپ لو اور اپنی خواہشوں کو عقل سے کاٹ دو۔

بخل

۱۵۱ بخیل اور لئیم کے حملے سے حذر کرو جبکہ وہ شکم سیر ہو۔

۱۵۲ بخل تمام عیبوں اور برائیوں کا جامہ ہے۔

۱۵۳ بخل فقر و فاقہ سے بچتا ہے لیکن اس کی طرف نہایت تیزی سے جارہا ہے، وہ تونگری کو ڈھونڈھتا ہے لیکن اس کو کھوئے دیتا ہے لیکن اسی کی دنیا ہے، وہ دنیا میں فقیروں کی زندگی بسر کرتا ہے اور آخرت میں امیروں کی طرح حساب دینے کے لیے تیار ہے۔

۱۵۴ بخل، بزدلی اور تکبّر مردوں کے لیے تو بُری خصلتیں ہیں لیکن عورتوں کے واسطے اچھی ہیں۔ کیونکہ تکبّر سے وہ کسی کو اپنے سامنے نہ آنے دیں گی۔ بزدلی کی وجہ سے ہر چیز سے ڈریں گی اور اپنے آپ کو بچائیں گی، اور بخل کے باعث اپنے شوہر کے مال کی حفاظت کریں گی۔

۱۵۵ بخیلوں سے سوال کرنے کی بہ نسبت موت نہایت شیریں ہے۔

افلاس

۱۵۶ مفلس کا اس کا شہر میں بھی کوئی دوست نہیں ہوتا۔

۱۵۷ جو لوگ مالدار ہو کر راہِ خدا میں صرف نہیں کرتے ان کو اولاد کی کمی رہتی ہے۔

نفس پروری

۱۵۸ جو شخص اپنے نفس سے راضی ہوا اس پر غصہ کرنے والے بہت ہوجاتے ہیں۔

۱۵۹ جس نے اپنے نفس کو دنیا کے ہاتھ بیچ ڈالا وہ ہلاک ہوا اور جس نے اسے دنیا سے خرید لیا وہ آزاد ہوگیا

خوف

(۱۶۰) سوائے اپنے گناہ کے اور کسی چیز سے نہ ڈرو۔

دعوت

(۱۶۱) جب دو مختلف دعوتیں ہوں گی تو ان میں سے ایک ضرور گمراہی کی دعوت ہوگی۔

خود پسندی

(۱۶۲) جو شخص خود پسند ہوتا ہے دوسرے اس سے نفرت کرتے ہیں۔
(۱۶۳) جو شخص لوگوں کے متعلق فوراً ناگوار باتیں کہہ دیتا ہے تو پھر وہ اس کے لیے ایسی باتیں کرتے ہیں جنھیں وہ جانتا بھی نہیں۔

مرض

(۱۶۴) مرض میں جب تک ہمت ساتھ دے چلتے پھرتے رہو۔
(۱۶۵) اکتسابِ علم و ہنر سے باز رہنا بھی ایک مرض ہے۔

وقت

(۱۶۶) فرصت کا زمانہ بادل کی طرح ہوا جاتا ہے لہٰذا نیک کام میں اسے صرف کرو۔
(۱۶۷) فرصت کا وقت ضائع کرنا غم و غصّہ میں گرفتار ہونا ہے۔
(۱۶۸) وہ عمر جس کے بعد حق تعالیٰ آدمی کے عذر قبول نہیں کرتا ساٹھ برس کی ہے۔
(۱۶۹) جس شخص نے اپنی آرزوؤں کی لگام کو چھوڑ دیا وہ اوندھے منہ اپنی ہلاکت کے غار میں گر پڑا۔

حرص

(۱۷۰) حرص باعثِ ہلاکت ہے اور طمع موجبِ ذلت۔
(۱۷۱) فخر و سربلندی کو چھوڑ دو، غرور کو مٹا دو اور قبر کو یاد کرو۔
(۱۷۲) جس شخص نے اپنی آرزوؤں کو طول دیا اس نے اپنے عمل کو خراب کر دیا ہے
(۱۷۳) شریف ترین بے نیازی یہ ہے کہ آرزوؤں کو ترک کر دو۔

شکر و قناعت

(۱۷۴) شکر نعمت کو زیادہ کرتا ہے۔
(۱۷۵) شکر کرنا تونگروں کی آرائش ہے۔
(۱۷۶) شکر سے تر زبان رہنا مالدار کی آسائش ہے۔

(۱۷۷) نعمت کو کفرانِ نعمت کی وجہ سے بھگا نہ دو کیونکہ ہر بھاگا ہوا لوٹ کر نہیں آتا ۔
(۱۷۸) جب نعمت حاصل ہو تو اس کا شکر ادا کرو تا کہ نعمتیں مکمل ہو جائیں ۔
(۱۷۹) جب خدا پیہم تم پر رحمتیں نازل کرے تو ڈرو کہ کہیں کفرانِ نعمت نہ ہو اور یہ نعمتیں تم سے چھین نہ لی جائیں ۔
(۱۸۰) کریم کی سطوت سے ڈرو جبکہ وہ بھوکا ہو ۔

پرہیزگاری

(۱۸۱) پرہیزگاری ڈھال کی مانند ہے ۔
(۱۸۲) زہد و تقویٰ ثروت ہے ۔
(۱۸۳) محرمات سے بچنا سب سے بڑا زہد ہے ۔
(۱۸۴) پرہیزگاری تمام اخلاق کی سرتاج ہے ۔
(۱۸۵) واجبات کے ادا کرنے سے بڑھ کر کوئی عبادت نہیں ۔
(۱۸۶) تقویٰ و پرہیزگاری کے برابر کوئی بزرگی نہیں ۔

اقبال

(۱۸۷) تمہارے عیب اس وقت چھپے ہوتے ہیں جب تک تم کو دنیاوی ثروت حاصل ہے ۔
(۱۸۸) دنیا جب کسی کی طرف مائل ہوتی ہے تو دوسروں کی اچھائیاں اس کو عاریتاً بخش دیتی ہے اور جو اچھائیاں اس میں نہیں بھی ہوتی ہیں وہ بھی دوسروں کو نظر آنے لگتی ہیں ۔
(۱۸۹) ہر صاحبِ اقبال کے لیے ادبار ہے جس چیز سے اقبال نے منہ پھیر لیا وہ گویا تھی ہی نہیں ۔

حاجت

(۱۹۰) جس شخص نے کسی کے سامنے ہاتھ پھیلایا وہ اپنی ذلت و خواری میں خوش ہوا ۔
(۱۹۱) عقلمند کبھی سوال کی ذلت کو گوارہ نہیں کرتا ۔
(۱۹۲) بخیلوں سے سوال کرنے سے موت بہتر ہے ۔
(۱۹۳) سوال نہ کرنا فقر کا زیور ہے ۔
(۱۹۴) حاجت پوری نہ ہونا بہتر ہے اس سے کہ ایک نااہل سے درخواست کی جائے ۔
(۱۹۵) لوگوں کی حاجتیں اسی کی طرف بڑھتی ہوتی ہیں جس پر خدا کی نعمتیں بکثرت نازل ہوتی ہیں

(۱۹۶) تمھاری آرزو برف کی طرح جمی ہوئی ہے جسے سوال پگھلا کر ٹپکاتا ہے لہٰذا سوال کرنے سے پہلے دیکھ لو کہ تم اس کو کس کے سامنے ٹپکاتے ہو۔

زبان

(۱۹۷) سب گناہوں سے بڑی جھوٹی زبان ہے۔

(۱۹۸) آدمی اپنی زبان کے نیچے پوشیدہ ہے۔

(۱۹۹) ہمیشہ خاموشی اختیار کرنے سے ہیبت و جلال بڑھتا ہے۔

(۲۰۰) بے وقوف کی بات اس کی زبان پر رہتی ہے اور عقلمند کی دل میں۔

(۲۰۱) عقلمند کی زبان اس کے قلب کی آڑ میں ہے اور احمق کا قلب اس کی زبان کے پیچھے۔

(۲۰۲) زبان ایک درندہ ہے جب تک اس کے راستوں کی حفاظت نہ کی جائے گی ضرور گزند پہنچائے گی۔

(۲۰۳) جس بات کو نہیں جانتے اس میں زبان نہ ہلاؤ۔

(۲۰۴) زبان کی اس طرح حفاظت کرو جس طرح کوئی درہم و دینار کی حفاظت کرتا ہے کیونکہ بہت سی باتیں متکلم کی نعمت کو صلب کر لیتی ہیں۔

(۲۰۵) جس شخص کا کلام حد سے بڑھا اس کی خطا بھی زیادہ ہوئی اور جس کی خطا زیادہ ہوئی اس کی حیا کم ہوئی، جس کی حیا کم ہوئی اس کا زہد کم ہوا، اور جس کا زہد کم ہوا اس کا قلب مر گیا۔

(۲۰۶) جب تک تم نے کوئی بات زبان سے نہیں نکالی وہ تمھاری قید و حراست میں ہے جب تم نے اسے آزاد کر دیا تو پھر تم خود اس کے پابند ہو گئے۔

(۲۰۷) زبان ایسا درندہ ہے کہ اگر اسے کھلا چھوڑ دیا جائے تو وہ پھاڑ کھائے۔

(۲۰۸) یہ نہ دیکھو کہ کون بول رہا ہے بلکہ یہ دیکھو کہ کیا کہہ رہا ہے۔

تواضع

(۲۰۹) تواضع اور فروتنی سے عمدہ کوئی بزرگی نہیں۔

(۲۱۰) معاف کرنا دشمن پر فتح یابی کی زکوٰۃ ہے۔

(۲۱۱) تواضع اور فروتنی سے نعمتوں کی تکمیل ہوتی ہے۔

(۲۱۲) امیروں کو غریبوں سے تواضع کے ساتھ پیش آنا چاہیئے۔

(۲۱۳) غیروں کے ساتھ احسان کرو تاکہ تمھاری اولاد کے ساتھ اس کا بدلا محفوظ رہے۔

(۲۱۴) اپنے دشمن سے بھی خلق و مدارات سے پیش آؤ، ممکن ہے کسی دن تمہارا دوست ہو جائے۔ احسان و اکرام کرنے سے مرتبہ زیادہ ہوتا ہے۔

کفر

(۲۱۵) کفر کے چار ستون ہیں۔ (۱) حق پوشی (۲) حق سے تنازعہ۔ حق میں مجادلہ و جہالت کا شریک کرنا ہے
(۳) حق سے انحراف۔ حق کی طرف اندھا کر دیتا ہے ______ (۴)
حق کی مخالفت سے انسان مشکلوں میں پھنس جاتا ہے جن سے نکلنا دشوار ہوتا۔
جو حق سے انحراف کرتا ہے اس کو برائیاں اچھی معلوم ہوتی ہیں اور اچھائیاں بری نظر آتی ہیں۔

دنیا اور عقبےٰ

(۲۱۶) دنیا سے رغبت کرنا رنج کے کھولنے کی کنجی ہے۔
(۲۱۷) دنیا دھوکے کی ٹٹی ہے ضرر پہنچاتی ہے اور تلخیاں چکھاتی ہے۔
(۲۱۸) دنیا کی اصلاح کے لیے دین میں کسی شئے کو ترک نہ کرو۔
(۲۱۹) دنیا اور آخرت مشرق و مغرب کی مانند ہیں اور چلنے والا ان کے درمیان میں ہے جس قدر ایک سے قرب حاصل کرو گے دوسرے سے دوری ہوتی جائے گی۔
(۲۲۰) نادان دھوکا کھاتا ہے اور اس کی خواہش کرتا ہے لیکن عقلمند اس سے بچتا ہے۔
(۲۲۱) اس شخص کی حالت نہایت تعجب خیز ہے جو سرائے فانی کی تعمیر میں مشغول ہے لیکن باقی رہنے والا امکان چھوڑ جائے گا۔
(۲۲۲) دنیا دوستانِ خدا کے لیے تجارتی منڈی ہے اور عبادت کی جگہ۔
(۲۲۳) دنیا مثل ایک سانپ کے ہے جو چھونے سے تو بہت نرم و نازک معلوم ہوتا ہے مگر اس کی کچلی میں زہر بھرا ہوا ہے جو مہلک اور قاتل ہے۔
(۲۲۴) دنیا اپنے تصدیق کرنے والے کے لیے سچا مکان ہے۔ جو اس کی باتوں کو سمجھے اس کیلیے امن و عافیت کا گھر ہے۔ جو شخص اس سے زادِ راہِ آخرت حاصل کرے اس کے واسطے تونگری کی جگہ ہے۔ جو شخص اس کی نصیحت قبول کرے اس کے لیے نصیحت کا مقام ہے۔
(۲۲۵) اہلِ دنیا موت کے لیے سلسلۂ توالد و تناسل قائم کرتے ہیں۔ فنا ہونے کے لیے مال جمع کرتے ہیں اور خراب ہونے کے لیے عمارتیں بناتے ہیں۔

(۲۲۶) دنیا دار البقا کی گذر گاہ ہے جس کا دل دنیا کی دوستی کی طرف راغب ہوا اس پر تین چیزیں واجب ہو گئیں۔ اول رنج و غم جو کبھی اس سے الگ نہ ہوں گے۔ حرص جو کبھی اس کا پیچھا نہ چھوڑے گی اور آرزو جو کبھی بر نہ آئے گی۔

(۲۲۷) عملِ صالح کے برابر کوئی تجارت نہیں۔

(۲۲۸) خدا کے نزدیک بدترین آدمی وہ ہے جو ناحق جھگڑا کرتا ہے۔

غدّاری

(۲۲۹) غدّاروں سے وفا کرنا اسے اس کی غدّاری اور غدّاروں سے غدّاری، اس کے نزدیک وفا ہے۔

(۲۳۰) غیر عادل گواہ کی گواہی ناقابلِ قبول ہے۔

عورت

(۱۳۱) عورت ایک بچھو ہے جس کا کاٹ کھانا نہایت خوش گوار ہے۔

(۲۳۲) عورت کا جہاد یہی ہے کہ وہ شوہر سے اچھی طرح پیش آئے۔

(۲۳۳) دنیا اور دنیا کی تمام نعمتیں اچھی اور خوبصورت ہیں لیکن اس سے بھی زیادہ خوبصورت پرہیز گار عورت ہے۔

فکر و حیا

(۲۳۴) فکر ایک شفاف آئینہ ہے۔ حیا، ایمان کی شاخ ہے۔

سفارش

(۲۳۵) سفارش کرنے والا حاجتمند کے لیے پر و بازو کا کام دیتا ہے۔

بے صبری

(۲۳۶) بے صبری سے اور مصیبتیں آتی ہیں۔

درگزر

(۲۳۷) معاف کرنا دشمن پر فتح پانے کی زکواۃ ہے۔

موت

(۲۳۸) مومن کا تحفہ موت ہے۔

(۲۳۹) ناگہانی موت غضبِ الٰہی کی پکڑ ہے۔

(۲۴۰) موت سے پہلے توبہ کرنے میں عجلت کرو۔

**

حضرت علیؑ ابنِ ابی طالب علیہ السّلام کی جنگی خصوصیات

تحریر :- محمّد وصی خان **

دنیا کی تاریخ میں بڑے بڑے نامی گرامی بہادروں کے تذکرے ملتے ہیں جیسے بھیم ارجن، رستم، سہراب، سکندر اعظم، خالد بن ولید، طارق بن زیاد، نپولین، ہلاکو، ہٹلر وغیرہ۔ لیکن علی ابن ابی طالب علیہ السّلام سے ان کو کسی طرح سے نسبت نہیں دی جاسکتی، شجاعت اور بہادری آپ کے نام نامی کے ساتھ وابستہ ہوگئی۔ شجاعت کا صحیح انداز اور نبرد آزمائی کے زرّیں اصول جو آپ کے تھے وہ ان بہادروں کے خواب وخیال میں بھی نہیں آسکتے تھے۔

بہادری صرف اس کا نام نہیں کہ اپنے حریف کو پچھاڑ کر، اس کا گلا کاٹ دیا جائے یا سینہ میں خنجر پیوست کر دیا جائے، باغ جلا دیئے جائیں، کھیتیاں اجاڑ دی جائیں، آبادیوں کو ویرانہ بنا دیا جائے۔ مظلوموں، بیواؤں اور یتیموں اور ضعیف و معذور لوگوں کے خون سے ہاتھ رنگے جائیں۔ یہ بہادری نہیں بربریت ہے۔ دنیا میں ایک بہادر بھی ایسا نظر نہیں آتا جس نے اپنی شجاعت کے اتنے کارنامے بطور یادگار چھوڑے ہوں جتنے میرے مولا علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام نے۔ ملکوں کے فرمانروا، جرنیل فوجوں کو لڑانا جانتے ہیں، خود میدانِ جنگ میں آکر نبرد آزما نہیں ہوتے اور اگر ہوتے ہیں تو بحالتِ مجبوری جب دشمن سر پر آجاتا ہے اور بے لڑے ہوئے چارہ کار نہیں ہوتا۔ لڑنے والے ہیں مگر اپنی شجاعت پر اتنے اعتماد کے ساتھ نہیں جیسے حضرت علیؑ جنگ کرتے تھے۔

فوجوں کی ترتیب

آپ جب لشکر لے کر کسی معرکہ کے لیے روانہ ہوتے تو اس کو چھ حصّوں میں تقسیم کرتے تھے۔

(۱) قلب، امیرِ لشکر کے رہنے کی جگہ (۲) مقدمتہ الجنین۔ قلب کے آگے کچھ فاصلہ پر رہنے والا حصّہ (۳) میمنہ، دایاں بازو (۴) میسرہ۔ بایاں بازو (۵) ساقہ۔ پیچھے رہنے والا فوجی دستہ (۶) رادّہ۔ ساقہ سے پیچھے رہنے والا فوجی دستہ۔

فوجوں کی تقسیم

اسی طرح آپ نے اپنی افواج کو چھ حصّوں میں تقسیم فرمایا تھا۔

(۱) رکبان شتر سوار آگے۔ (۲) فرسان گھڑسواران کے پیچھے (۳) راجل پیادے (۴) رُماۃ تیر انداز (۵) طلیعہ۔ دشمن کا سراغ نکالنے والا دستہ (۶) رائد۔ رسد کے سامان کا حفاظتی دستہ۔

فوجوں کے لیے ہدایات

(۱) جب دشمن مقابلہ کو آئے تو یہ خیال رکھو کہ تمھارا قیام یا تو پہاڑ پر ہو یا اونچی زمین پر یا دریا کے کنارے تاکہ وقتِ ضرورت پناہ کی جگہ مل جائے اور دشمن تم تک مشکل سے پہنچ سکے۔

(۲) لشکر کو ہمیشہ یکجا رکھو اور اس کا کچھ حصّہ اپنے پس پشت رکھو تاکہ وقتِ ضرورت وہ تم کو مدد پہنچا سکے۔

(۳) یاد رکھو کہ دشمن کا مقدمہ اس کی آنکھیں ہیں اور مقدمہ کی آنکھیں طلیعہ (سراغ رساں دستہ) ہوتی ہیں، ان کا فرض ہوتا ہے کہ دشمن کا پتہ لگائیں۔

(۴) جس جگہ قیام کرو وہاں منفرق نہ اترو۔

(۵) جب کوچ کا وقت آئے تو ایک ساتھ مل کر کوچ کرو۔

(۶) رات کے وقت اگر قیام کرو تو اپنے نیزے چاروں طرف گاڑ دو اور ان سے اپنی محافظت کرو۔

(۷) رات کے وقت زیادہ نہ سوؤ۔

چند ذاتی خصوصیات

(۱) آپ دشمن کی کثرت کو کبھی نظر میں نہ لاتے تھے۔

(۲) کیسا ہی نامور جنگجو مقابلے کو آئے آپ گھبراتے ہی نہ تھے۔

(۳) میدان سے کبھی راہِ فرار اختیار نہیں کی۔

(۴) میدانِ جنگ سے بھاگنے والے کا کبھی تعاقب نہیں کیا۔

(۵) جو بھی مقابل آگیا اس نے موت کا مزا چکھا۔ ہاں جس نے پناہ مانگی یا کلمۂ حق پڑھ لیا اس پر پھر تلوار نہ اٹھائی۔

(۶) عورتوں، بچوں، ضعیفوں اور بیماروں پر کبھی ہاتھ نہ اٹھایا۔

۷۔ اپنے مقتول کی لاش کو کبھی برہنہ نہ کیا نہ اس کی بے حرمتی کی۔

۸۔ اپنی طرف سے خود کبھی حملہ کی ابتدا نہ کی۔

۹۔ عام طور پر جب بہادر مقابلے کے لیے میدانِ جنگ میں آتے تھے تو بڑے ٹھاٹ باٹ سے آتے تھے۔ سر پر آہنی خود، سینہ پر دہری زرہ، دو دو تلواریں۔ فولادی گرز، دو دو ڈھالیں، نیزے، ترکش، کمان، کمند غرض جتنا بوجھ ایک گدھے پر لادا جا سکتا ہے وہ سب لادے ہوئے آتے تھے۔ مکمل طور پر اپنے آپ کو ہر قسم کے اسلحہ سے لیس کر کے میدان میں اترتے تھے۔ برخلاف اس کے علی ابن ابی طالبؑ صرف ایک ڈھال اور ایک تلوار لے کر شیر کی طرح حریف کے مقابل جھومتے ہوئے آتے تھے۔ اگر کبھی زرہ پہنتے بھی تھے تو ایسی کہ پشت کی طرف کا حصّہ ندارد ہوتا تھا۔ اگر کسی نے پوچھا کہ آپ ایسی غیر محفوظ زرہ کیوں پہنتے ہیں تو فرماتے تھے کہ پشت کا حصّہ وہ رکھے جس کو پیچھے سے دشمن کے حملے کا خوف ہو۔ میں کبھی دشمن کی طرف بھاگنے کے ارادہ سے پشت کرتا ہی نہیں۔ خدا مجھے اس دن کے لیے نہ رکھے

۱۰۔ پہلے یا دوسرے ہی وار میں ہمیشہ دشمن کا کام تمام کر دیتے۔ زیادہ دیر جنگ کا اُسے موقع ہی نہ دیتے۔

۱۱۔ تمام عمر کسی جنگ میں کسی دشمن سے شکست نہ کھائی۔

۱۲۔ آپ کی عمر معرکہ آرائیوں میں گذری اور ہر معرکہ میں آپ کو فتح حاصل ہوئی۔

۱۳۔ کسی جنگ میں آپ کو کبھی کسی امیر کے ماتحت نہیں بھیجا گیا۔

۱۴۔ آپ کی دلیری اور ثابت قدمی پر نظر رکھتے ہوئے خدا کے رسولؐ نے ہمیشہ آپ کو اپنے لشکر کا علمدار بنایا۔

۱۵۔ مؤرخین اسلام کا بیان ہے کہ علی علیہ السلام کی تلوار سے جو کفّار و مشرکین قتل ہوئے ان کی تعداد کم و بیش دس ہزار تھی، کیا دنیا کا کوئی بہادر اور تیغ آزما ایسا گذرا ہے جس نے اس کثرت سے اللہ کے دشمنوں کو قتل کیا ہو۔ کیا ایسا بہادر انسان اسلام کے لیے مایۂ ناز نہیں۔

۱۶۔ میدانِ جنگ میں جتنے سپاہی لڑتے ہیں وہ کسی نہ کسی ذاتی غرض کے لیے لڑتے ہیں۔ لیکن دنیا کا علیؑ ہی وہ انوکھی شان کا جنگجو ہے جس نے دس ہزار میں سے کسی ایک کو بھی اپنے نفس کے لئے اپنی ذاتی غرض کے لیے یا کسی جذبۂ انتقام کے

کے تحت قتل کیا۔

۱۷۔ اہلِ عرب کو اپنی شجاعت پر بڑا ناز تھا اور جان لینے اور جان دینے کو کھیل سمجھتے تھے، جنگ و جدال ان کی زندگی کا سب سے محبوب مشغلہ تھا اور اس پر ان کو بڑا ناز تھا، لیکن ان کے اس نقارہ فخر کی آواز کو جس نے دبایا اور ان کی اکڑی ہوئی گردنوں کو جس نے اپنے قدموں پر جھکایا وہ صرف اسداللہ الغالب علی ابن ابیطالب علیہ السلام کی ذات تھی۔

۱۸۔ آپ اکثر جنگ کے موقع پر ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ "واللہ ابو طالبؑ کا بیٹا موت کا اتنا شائق ہے جتنا ایک بچہ اپنی ماں کے پستان کا ہوتا ہے"۔

۱۹۔ آپ اپنے لشکریوں سے فرمایا کرتے تھے: "لوگو! اگر تم میدانِ جنگ میں قتل نہ ہوگے تو ایسے بھی تو مرنا ہے، اس لیے موت سے بالکل نہ ڈرو اور بے خوف ہو کر دشمن کے سامنے ڈٹ جاؤ۔" آپ بستر پر مرنے کے بجائے میدانِ جنگ میں تلوار کی ہزار ضربوں سے مرنے کو زیادہ پسند کرتے تھے۔

۲۰۔ ایک دفعہ سعید بن قیس ہمدانی نے عین جنگ کے موقع پر آپ کو صرف دو کپڑے پہنے ہوئے دیکھا۔ سعید نے کہا سخت لڑائی کے وقت لوگ زرہ پہنتے ہیں، آپ یہ معمولی لباس پہنے ہوئے ہیں۔ شیرِ خدا نے جواب دیا "میں موت سے کہاں بھاگ سکتا ہوں، جس دن وہ آنے والی ہو اس دن اس کو کوئی نہیں روک سکتا ہے، اور جس دن نہیں آنے والی ہو اُس کو کوئی نہیں بلا سکتا۔

۲۱۔ آپ عام طور پر گھوڑے کے بجائے خچر پر سوار ہو کر جنگ کرتے تھے۔ لوگ اکثر سوال کرتے کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں۔ اس پر مولائے کائنات ارشاد فرماتے۔ گھوڑا دوڑنے اور بھاگنے کے لیے ہوتا ہے۔ نہ میں دشمن کے سامنے سے فرار اختیار کرتا ہوں نہ بھاگتے ہوئے دشمن کا تعاقب کرتا ہوں۔

۲۲۔ ابنِ عباس روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؑ کو جنگ میں اس طرح دیکھا ہے کہ سر کھلا ہوتا تھا، ایک ہاتھ میں عمامہ اور دوسرے ہاتھ میں تلوار۔

۲۳۔ ایک دفعہ جنگ کے دوران مقابلہ کے دوران دشمن کی تلوار ٹوٹ گئی۔ اس کو یہ معلوم تھا کہ علیؑ سائل کا سوال کبھی رد نہیں کرتے ہیں۔ اس نے آپ سے تلوار مانگی، آپ نے فوراً اپنی تلوار اس کو دیدی، یہ دیکھ کر وہ حیران رہ گیا، کچھ سوچ کر کہنے لگا کہ آپ نے یہ کیا کیا؟

مولاؑ نے ارشاد فرمایا کہ میں اپنی عادت سے مجبور ہوں، میں نے کبھی کسی کا سوال رد نہیں کیا، حضرت کی اس بات کا اس پر ایسا اثر ہوا کہ فوراً کلمۂ حق پڑھا اور مشرف بہ اسلام ہو گیا۔

۲۴- عمر ابنِ عبدِ ود عرب کا نامی گرامی پہلوان تھا، یہودیوں کو اس کی طاقت اور بہادری پر ناز تھا، جنگِ خندق میں صحابۂ کرام نے بتایا کہ یہ تنہا ایک ہزار بہادروں پر بھاری ہے۔ کسی میں ہمت نہ تھی کہ اس کے مقابل آتا، حضرت علیؑ نے سرکارِ رسالت پناہ سے اجازت طلب کی، جب آپ اس کے مقابلہ کے لیے روانہ ہوئے تو حضورؐ نے فرمایا کہ آج کُلِّ ایمان کُلِّ کفر کے مقابلہ کو جا رہا ہے، آپؑ نے اسے زیر کیا اور اس کے سینہ پر سوار ہوئے تو اُس نے اپنا لعابِ دہن حضرتؑ کی طرف پھینکا، آپ فوراً اس کے سینہ سے اتر آئے۔ اس پر تمام مسلمانوں کو تعجب ہوا، حضورؐ سے کہنے لگے کہ علیؑ نے یہ کیا کیا؟ آپؐ نے فرمایا کہ جب علیؑ واپس آئیں گے تو ان سے خود دریافت کر لینا۔ جب آپ واپس آئے تو لوگوں نے سبب دریافت کیا۔ مولا نے ارشاد فرمایا کہ اگر اس حالت میں میں اس کو قتل کرتا تو میرا نفس شامل ہو جاتا، لیکن میں جنگ تو صرف اللہ کے لیے کر رہا تھا۔ حریفِ گستاخ کے مقابلہ میں یہ عظمتِ کردارِ علیؑ کے سوا کسی اور کی ذات میں نظر نہیں آتی۔ اسی موقع پر حضورؐ نے فرمایا کہ "علی کی ایک ضربت ثقلین کی عبادت سے افضل ہے"۔

۲۵- شجاعت و بہادری کا جیسا گہرا تعلق علی ابن ابی طالبؑ سے ہے اور کسی سے نہیں۔ آپ کا نام فتح کی علامت بن گیا ہے۔ قوی سے دشمن کے مقابلہ میں بھی جب نعرۂ حیدری بلند کیا جاتا ہے تو اس کا دل دہل جاتا ہے۔ "یا علیؑ" کا نعرہ پاکستان کے لیے قوت کا سرچشمہ اور فتح و کامرانی کی نشانی ہے، اسی لیے شجاعت کا اعلیٰ ترین اعزاز ہماری بہادر افواج نے "نشانِ حیدر" قرار دیا ہے۔ "یا علیؑ مدد"۔

فضائلِ حضرت علی ابن ابیطالب (علیہ السلام)

تحریر و ترتیب : محمد وصی خان

مرتضیٰ کز تیغ او حق روشن است — بو تراب از فتحِ اقلیمِ تن است
مرسلِ حق کرد نامش بو تراب — حق یداللہ خواند در امّ الکتاب

(علامہ اقبالؒ)

"اگر تمام سمندر روشنائی ہو جائیں، تمام درخت قلم بن جائیں اور تمام مل کر لکھتے جائیں اور تمام جن شمار کرتے جائیں تب بھی اے ابو الحسن آپ کے فضائل کا شمار نہیں کر سکتے"۔ (حضرت عمر)

ان الفاظ کی روشنی میں اگر دیکھا جائے تو یہ انسان کے بس کی بات نہیں ہے کہ وہ فضائل حضرت علی علیہ السّلام بیان کر سکے۔ دنیا نے دیکھا کہ تاریخ داں، محقق حضرات، ادیب، فلاسفر اور شعراء آپ کی ثنا کرنے سے قاصر ہے۔ آپ کی لائق تحسین صفات کو نہ بیان کیا جا سکتا ہے نہ ان کا شمار کیا جا سکتا ہے، حدِ وہم و گمان میں ہوتے ہوئے بھی آپ کی ذات زبان و بیان کی حد سے باہر ہے۔ انسانی ذہن آپ کی حقیقت معلوم کرنے سے قاصر ہے، چشمِ انساں آپ کے مقاماتِ بلند کو دیکھنے سے عاجز ہے۔ آپ کے لیے خدا اور اس کے آخری رسول حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بعد ہر تعریف شایانِ شان ہے۔

یا علیؑ! ۔ آپ کے فضائل دشمنوں نے اپنی عداوت کی وجہ سے چھپائے اور دوستوں نے دشمنوں کے خوف سے۔ مگر فضائل کا بے پناہ طوفان دونوں کے رو کے نہ رک سکا بلکہ وہ لاہوتی قوت سے فوارہ بن کر جو چھوٹا تو آج تاریخِ اسلام کا کوئی ورق فضائلِ علیؑ سے خالی نظر نہیں آتا۔ ہر ایک نے اپنے اپنے ظرف کے مطابق ان بے بہا موتیوں سے اپنے دامن کو پُر کیا ہے۔ میرے مولا! یہ آپ ہی کی ذاتِ والاصفات ہے جس کے فضائل دوست اور دشمن دونوں بیان کرنے پر مجبور ہو گئے۔

رتبہ شناس کوئی بجز مصطفےٰؐ نہ تھا
شیرِ خدا، امیرِ عرب، بو ترابؑ کا (نہال رضوی)

فضائلِ علیؑ بزبانِ نبیِ آخر الزماںؐ

حضرت علیؑ کی امتیازی صفات و خدمات کی بنا پر رسولِ خدا حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم آپؑ کی بہت عزت کرتے تھے، اور حضورؐ اپنے قول و فعل سے آپؑ کی خوبیوں کو ظاہر کرتے رہتے تھے، رسولِ کریمؐ کے ارشاداتِ مولا علیؑ کے

بارے میں درج ذیل ہیں :-

(۱) علیؑ میرے علوم کا خزانہ ہے۔

(۲) علیؑ قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علیؑ کے ساتھ اور یہ دونوں جدا نہیں ہو سکتے تا آنکہ میرے پاس حوضِ کوثر پر وارد ہوں۔

(۳) میرے بعد سب آدمیوں سے بہتر علیؑ ہے، جو شخص اس سے انکار کرے وہ بیشک کافر ہے۔

(۴) علیؑ کا ذکر عبادت ہے۔

(۵) میںؐ اور علیؑ ایک نور کے دو ٹکڑے ہیں۔

(۶) علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں۔

(۷) میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے، جو کوئی بھی شہر میں داخل ہونا چاہے اس کو دروازے سے آنا چاہیئے۔

(۸) علیؑ تم سب میں بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔

علیؑ کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

(۹) علیؑ کو مجھ سے وہ تعلق ہے جو روح کو جسم سے یا سر کو بدن سے۔

(۱۰) رسولؐ اکرم نے علیؑ کو دنیا اور آخرت میں اپنا بھائی قرار دیا۔

(۱۱) رسولِ اکرمؐ نے میدانِ غدیرِ خم میں ایک لاکھ تیس ہزار مسلمانوں کے مجمع میں علیؑ کو اپنے ہاتھوں پر بلند کر کے اعلان فرمایا کہ "اے لوگو! جس کا میں مولا ہوں اس کا یہ علیؑ بھی مولا ہے۔"

(۱۲) اگر تم علیؑ کو اپنا خلیفہ بنا لو گے حالانکہ میں جانتا ہوں کہ تم ایسا نہ کرو گے۔ وہ تم کو صراطِ مستقیم کی ہدایت کرے گا اور تم اس کو ایک قائد پاؤ گے جو کہ خود اچھی طرح ہدایت یافتہ ہے۔

(۱۳) اے فاطمہؑ! میں نے تمھاری شادی ایسے شخص کے ساتھ کی ہے جس کو میں تمام آدمیوں میں سب سے زیادہ چاہتا ہوں۔

(۱۴) میں تمام نسلِ انسانی کا سردار ہوں اور علیؑ عربوں کا سردار ہے۔

(۱۵) وہ آتا ہے سب سے زیادہ سچا اس دنیا میں اسلام کا گواہ، وہ آتا ہے سب سے زیادہ اس دنیا میں اسلام کا سچا گواہ پیغمبرؐ نے دہرایا، جب علیؑ کو آتے ہوئے دیکھا۔

(۱۶) پیغمبرؐ خدا نے علیؑ کو ابو ریحانتین کہہ کر پکارا۔ (دو خوشبوؤں کا باپ)

(۱۷) میں اللہ کا آخری نبی ہوں اور اے علیؑ تم پیغمبروں کے آخری وصی ہو۔

(۱۸) علیؑ ایسے ہی اچھے حاکم ہیں جیسا کہ میں ہوں۔

(۱۹) یا علیؑ! تم کو تین خوبیاں وہ نصیب ہوئیں جو میرے پاس بھی نہیں (۱) تم کو میرا جیسا خسر ملا جو کہ میں نہیں رکھتا (۲) تم کو میری بیٹی فاطمہؑ جیسی زوجہ ملی جیسی کہ میری نہیں (۳) جس سے دو لڑکے حسنؑ اور حسینؑ جیسے پیدا ہوئے جیسے کہ میرے نہیں۔ لیکن اس سب کے باوجود تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں۔

(۲۰) سرکارؐ نے فرمایا کہ قبل خلقت کائنات جنت کے دروازے پر لکھا ہوا ہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ عَلِی بَرادرِ رَسُولُ اللہ۔

(۲۱) کسی نے رسول اللہؐ سے دریافت کیا کہ آپ کا علم روزِ قیامت کون اٹھائے گا۔ آپؐ نے جواب دیا اور کون ہو سکتا ہے سوائے اس کے جو دنیا میں بھی میرا علم اٹھاتا ہے۔

(۲۲) اے علیؑ! تم کو جنت میں اس قدر نعمتیں ملیں گی کہ اگر تمام عالم کے آدمیوں کو بھی تقسیم کرو تو ان کی ضرورتوں سے زیادہ ہو۔

(۲۳) علی اس وقت تک انتقال نہیں کریں گے جب تک ان کا دل غم سے نہ بھر جائے اور ان کو شہید کیا جائے گا۔

(۲۴) یا علیؑ تم میری سنت کی خاطر مارے جاؤ گے۔

(۲۵) وقتِ رحلت پیغمبرؐ نے علیؑ سے ارشاد فرمایا کہ وہ اُنؐ کو غسل دیں۔

(۲۶) میرا وصی اور میرے رازوں کا خزانہ اور تمام آدمیوں سے ممتاز جن کو میں اپنے بعد چھوڑ کر جاؤں گا وہ میرے وعدوں کو پورا کرے گا، میرے قرضوں کو ادا کرے گا وہ علی ابن ابی طالبؑ ہے۔

(۲۷) اے علی! تیری محبت ایمان ہے، تیرا بغض نفاق ہے، تیرا محب جنت میں سب سے پہلے داخل ہوگا اور دوزخ میں تجھ سے بغض رکھنے والا سب سے پہلے داخل ہوگا۔

(۲۸) اے علیؑ اگر تم نہ ہو تو میری امت بڑی مشکلوں میں پڑ جائے۔

(۲۹) یا علی! جنت کی بہاریں اس لیے ہیں کہ جو تمھارے ساتھ ہے اور تم کو دوست رکھتا ہے، اور جہنم کے شعلے اس کے لیے ہیں جو تم سے حسد رکھتا ہے اور تمھاری فضیلتوں کا منکر ہے۔

(۳۰) علیؑ کی محبت دوزخ کی آگ سے بچاتی ہے۔

(۳۱) علیؑ باب حطہ ہے (یعنی گناہوں کی معافی کا دروازہ ہے) جو اس میں داخل ہوا
وہ مومن ہے اور جو اس سے نکل گیا وہ کافر ہے۔

(۳۲) علیؑ کی محبت گناہوں کو اس طرح کھا جاتی ہے جیسے آگ خشک لکڑی کو۔

(۳۳) جو شخص میرے ساتھ زندگی اور موت اور جنت میں رہنا چاہتا ہے جہاں کی زندگی ہمیشہ
ہمیشہ کی ہے جس کا وعدہ اللہ نے کیا ہے وہ خواہ مرد ہو کہ عورت علیؑ کو دوست رکھے
علی تم کو کبھی گمراہ نہ ہونے دیں گے صراطِ مستقیم سے اور نہ ہی وہ تمھاری گمراہی کو
برداشت کر سکیں گے۔

(۳۴) اے علیؑ! میرے اللہ نے مجھے وہ سب کچھ دیا جو میں نے مانگا اور میں نے کوئی چیز ایسی
نہیں مانگی جو تمھارے لیے بھی نہ مانگی ہو۔

(۳۵) اے اللہ! حق کو اُدھر پھیر دے جدھر علیؑ جائیں۔

(۳۶) علیؑ شارح ہوں گے نیکی کے جبکہ امت میں نااتفاقی ہوگی۔

(۳۷) اے علیؑ! جو مجھ سے برگشتہ ہوا اس نے اپنے آپ کو اللہ سے بیگانہ کر لیا اور جو کوئی
تم سے برگشتہ ہوا اس نے اپنے آپ کو مجھ سے برگشتہ کیا۔

(۳۸) جو کچھ میں اپنے لیے پسند کرتا ہوں اے علیؑ وہ تمھارے لیے بھی پسند کرتا ہوں اور جو
کچھ میں اپنے لیے ناپسند کرتا ہوں تمھارے لیے بھی ناپسند کرتا ہوں۔

(۳۹) یا علیؑ! خوش ہو کہ تمھاری حیات و موت میرے ساتھ ہے۔

(۴۰) علیؑ کا رتبہ میرے نزدیک ایسا ہی ہے جیسا کہ اس کے نزدیک میرا رتبہ ہے۔

(۴۱) جو کوئی نوحؑ کو ان کے فہم میں، ابراہیمؑ کو ان کی خُلت میں اور یوسفؑ کو
ان کے جمال میں دیکھنا چاہے وہ علیؑ پر نظر کرے۔

(۴۲) علیؑ مسلمانوں کی سپر ہے۔

(۴۳) میں اور علیؑ تمام انسانوں کے لیے حرفِ آخر ہیں۔
اللہ نے اور تمام پیغمبروں کا سلسلہ ان کے ہی سلسلۂ نسب میں رکھا لیکن میرا اور
علی کا ایک ہی سلسلہ میں رکھا۔

(۴۴) دوسرے تمام لوگ دوسرے درختوں سے ہیں لیکن علی اور میں ایک ہی درخت
سے ہیں۔

(۴۵) علیؑ کو امت پر وہ حق ہے جو ایک باپ کو بیٹوں پر ہوتا ہے۔

(۴۶) یا علیؑ تم میرے بہترین منتخب دوست ہو اور میرے امین بھی ہو۔

(۴۷) یا علیؑ تم میرے داماد بھی ہو اور میرے سب سے پیاروں کے باپ بھی ہو۔

(۴۸) علیؑ کے لیے بری زبان استعمال نہ کرو، وہ میرے بعد تمھارے امیر بھی ہیں۔

(۴۹) میرے فرائض یا تو میں خود ادا کر سکتا ہوں یا صرف اکیلے علیؑ میرے عیوض ادا کر سکتے ہیں۔

(۵۰) علیؑ کی ضربت عمر ابنِ عبدِ ود پر وزنی ہے تمام جن و انس کی عبادت سے۔

(۵۱) وہ علیؑ تھا جس نے سب سے پہلے میرے ساتھ نماز پڑھی۔

(۵۲) اے علیؑ! تم پہلے ہو مجھ پر ایمان لانے میں اور میری مدد کرنے میں۔

(۵۳) اے علیؑ! تمھارے لیے علم کی برکتیں چاہتا ہوں تم نے علم کو پانی کی طرح سیر ہو کر پیا ہے۔

فضائلِ علیؑ بزبان حضرت ابوبکر

(۱) حضرت ابوبکر روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہؐ صلعم سے سنا کہ کوئی شخص پلِ صراط سے نہیں گذر سکے گا جب تک کہ اس کے پاس حضرت علیؑ کا پلِ صراط سے گذرنے کا اجازت نامہ نہ ہوگا۔

(۲) حضرت ابوبکر اکثر حضرت علی کے چہرے کو دیکھا کرتے تھے تو حضرت عائشہ نے ان سے پوچھا کہ آپ اکثر علیؑ کے چہرے کو کیوں دیکھا کرتے ہیں؟ حضرت ابوبکر نے جواب دیا کہ میں نے رسول اللہؐ صلعم کو فرماتے سنا ہے کہ حضرت علی کے چہرے کو دیکھنا عبادت ہے۔

(۳) حضرت ابوبکر اکثر کہا کرتے تھے کہ حضرت علی رسول اللہؐ صلعم کی عترت ہیں یعنی ان لوگوں میں ہیں جن کے ساتھ وابستہ رہنے کا اور جن کی پیروی کرنے کا رسول اللہؐ صلعم نے حکم دیا ہے۔

(۴) حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے غدیرِ خم میں حضرت علی ابنِ ابی طالب سے کہا۔ اے ابوطالب کے فرزند آپ (دنیا کے) تمام مومنین و مومنات کے مولا ہو گئے۔

(۵) حضرت ابوبکر سے روایت ہے کہ حضرت رسولِ خداؐ نے فرمایا۔ اے ابوبکر عدالت و انصاف میں میرا اور علی کا ہاتھ برابر ہے۔

۶ حضرت ابوبکر نے حضرت علیؑ کو آتے دیکھ کر کہا کہ جو ایسے انسان کو دیکھنا چاہتا ہو جو تمام لوگوں میں رسول اللہؐ سے قریب تر ہے، سب سے زیادہ با منزلت ہے، جو خدا کی نظر میں بھی سب سے زحمت کش اور بامرتبہ ہے وہ اس آنے والے کو دیکھے، یہ کہہ کر انھوں نے حضرت علیؑ کی طرف اشارہ کیا۔

فضائل حضرت علیؑ بزبان حضرت عمر

۱ حضرت عمر بن خطّاب کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کسی شخص نے حضرت علی کیطرح فضائل حاصل نہیں کیے، وہ اپنے دوست کو صداقت کا راستہ دکھاتے ہیں، اور ہلاکت سے بچاتے ہیں۔

۲ حضرت عمر بن خطّاب نے کہا (اے لوگو!) شریفوں سے محبت کرو اور کمینوں سے اپنی عزت بچاؤ اور یقین کر لو شرافت کامل نہیں ہو سکتی جب تک حضرت علی کی ولایت حاصل نہ ہو۔

۳ حضرت عمر روایت کرتے ہیں کہ حضرت رسول خداؐ نے فرمایا کہ اگر تمام لوگ حضرت علی کی محبت پر اتفاق کر لیتے تو خداوند عالم آتشِ جہنم کو نہ پیدا کرتا۔

۴ حضرت عمر بن خطّاب سے روایت ہے کہ حضرت علیؑ ہم سب میں سب سے بہتر فیصلہ کرنے والے ہیں۔

۵ حضرت عمر کہا کرتے تھے کہ ہم خدا سے پناہ مانگتے ہیں ایسی مشکل میں جس سے بچانے کیلئے ابوالحسن موجود نہ ہوں۔

۶ ایک مرتبہ حضرت عمر نے حضرت علی سے کچھ پوچھا، حضرت علیؑ نے اس کا جواب دیا تو حضرت عمر نے کہا اے ابوالحسن میں خدا سے پناہ مانگتا ہوں کہ میں کسی قوم میں باقی رہوں اور آپ اس میں نہ ہوں، کیونکہ مشکلوں کو حل کرنے والے اور زحمتوں سے بچانے والے آپ ہی ہیں۔

۷ حضرت عمر بن خطاب سے روایت ہے کہ اصحابِ محمدؐ کی اٹھارہ فضیلتیں تھیں، جن میں سے تیرہ فضیلتیں صرف حضرت علی سے مخصوص تھیں اور باقی پانچ فضیلتوں میں ہم سب شریک تھے۔

(۸) حضرت عمر نے اعلان کیا کہ پیغمبرؐ نے اس حالت میں انتقال فرمایا جبکہ وہ علیؑ سے بہت خوش تھے۔

(۹) ایک مرتبہ حضرت عمر کے سامنے علیؑ کا ذکر آیا، انہوں نے کہا علیؑ پیغمبرؐ کے داماد ہیں، جبریل پیغمبرؐ کے پاس اللہ کا حکم لے کر آئے کہ فاطمہؑ کی شادی علیؑ کے ساتھ کر دو۔

(۱۰) حضرت عمر کہتے ہیں کہ علیؑ ہمارے درمیان سب سے بہتر عادل ہیں۔

(۱۱) حضرت عمر دعا مانگتے تھے کہ "اے اللہ مجھ پر کوئی بلا نازل نہ کرنا جبکہ علیؑ میرے پاس نہ ہوں۔"

(۱۲) حضرت عمر نے مختلف مشکل مراحل کے دوران زندگی میں بارہ مرتبہ کہا کہ "عمر ہلاک ہو جاتا اگر علیؑ نہ ہوتے۔"

(۱۳) حضرت عمر نے کہا کہ "اگر ساتوں سیّارے اور ساتوں آسمان ترازو کے ایک پلّہ میں اور دوسرے پلّہ میں علیؑ کے ایمان کو رکھا جائے تو علیؑ کا پلّہ بھاری رہے گا۔

(۱۴) حضرت عمر نے فرمایا کہ تم لوگ علیؑ کا ذکر بجز نیکی کے مت کرو، اگر تم نے ان کی شان گھٹائی تو پیغمبرؐ کو قبر میں ایذا دوگے۔

(۱۵) حضرت عمر سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ "علی ابنِ ابی طالبؑ کو تین فضیلتیں ایسی ملی ہیں کہ ان میں سے ایک اگر مجھ کو ملتی تو اس سے بہتر تھا کہ سرخ رنگ کے اونٹوں کی قطار مجھے مل جائے۔" کسی نے پوچھا کہ وہ کیا فضیلتیں ہیں؟ کہا (۱) فاطمہ بنت رسول اللہؐ کے ساتھ آپ کی شادی۔

(۲) مسجدِ رسولؐ میں رسولؐ کے ساتھ آپ کی سکونت اس عنوان سے کہ جو بات رسول اللہؐ کو مسجد میں حلال تھی وہ علیؑ کو بھی حلال تھی۔

(۳) خیبر میں علم ملنا۔"

(۱۶) حضرت عمر نے کہا کہ "اگر علیؑ کی تلوار نہ ہوتی تو اسلام قائم نہ ہوتا۔"

(۱۷) حضرت عمر سے روایت ہے کہ "رسول اللہؐ نے فرمایا کہ "اے علیؑ تمہارا ہاتھ میرے ہاتھ میں ہے تم وہیں جاؤگے جہاں میں جاؤں گا۔"

(۱۸) حضرت عمر سے روایت ہے کہ "علیؑ اس کے مولا ہیں جس کے رسولؐ مولا ہوں۔"

(۱۹) حضرت عمر کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے ہم کو حکم دیا کہ جب بھی ہم میں اختلاف ہو تو

علیؑ کو حکم بنائیں۔

(۲۰) حضرت عمر نے فرمایا کہ علم کے چھ حصے ہیں ان میں سے پانچ علیؑ کو ملے، چھٹا حصہ باقی تمام لوگوں کو، اس چھٹے حصہ میں بھی علیؑ شریک ہیں اور وہ ہم سب سے اعلم ہیں۔

(۲۱) حضرت عمر کہتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ تعجب کے ساتھ حضرت علیؑ سے دریافت کیا کہ اے ابوالحسن! آپ سے جب بھی کوئی بات پوچھی جاتی ہے آپ فوراً بغیر رُکے بتلا دیتے ہیں۔ حضرت علیؑ نے یہ سنکر اپنا دستِ مبارک حضرت عمر کے سامنے کر دیا اور پوچھا کہ بتلاؤ میرے ہاتھ میں کتنی انگلیاں ہیں؟ حضرت عمر نے کہا پانچ۔ حضرت علی نے کہا اے ابوحفصہ! تم نے بڑی جلدی بتلا دیا۔ حضرت عمر نے جواب دیا "یہ تو مجھ پر پوشیدہ نہیں ہے"۔ آپ نے فرمایا، جن امور کے بتلانے میں میں جلدی کرتا ہوں وہ مجھ پر پوشیدہ نہیں ہوتے"۔

(۲۲) حضرت عمر نے اپنے اصحاب سے فرمایا تھا کہ خبردار کوئی شخص مسجد میں اس وقت فتویٰ نہ دے جبکہ علی مرتضےٰؑ موجود ہوں۔

فضائلِ حضرت علیؑ بزبان حضرت عثمان

(۱) حضرت عثمان رسول اللہؐ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا "میں اور علیؑ ایک نور سے خلق ہوئے ہیں، آدمؑ کی خلقت سے چار ہزار سال پہلے۔ پس جب اللہ نے آدم کو خلق کیا تو یہ نور ان کے صلب میں منتقل کیا، اس کے بعد عرصہ تک یہ نور راز رہا یہاں تک کہ ہم صلبِ عبدالمطلب میں جدا ہوا۔ پس مجھ میں نبوت آئی اور علیؑ میں ولایت۔

(۲) حضرت عثمان سے روایت ہے کہ رسول خدا کا ارشاد ہے کہ خداوند عالم نے علی کے چہرۂ مبارک کے نور سے کچھ ملائکہ کو خلق فرمایا ہے جو خدا کی تسبیح و تقدیس کرتے رہتے ہیں اور اس کا ثواب علی اور اولادِ علی اور ان سے محبت کرنے والوں کے نامۂ اعمال میں لکھ دیتے ہیں۔

فضائل حضرت علی بزبان امیر شام معاویہ بن ابی سفیان

(۱) ابو حازم سے روایت ہے کہ ایک شخص نے امیر معاویہ سے ایک مسئلہ پوچھا۔ معاویہ نے کہا " علیؑ سے دریافت کرو وہ اعلم ہیں۔ اس نے کہا اے امیر آپ کا جواب مجھ کو علیؑ کے جواب سے زیادہ پسند ہے۔ معاویہ نے کہا تو نے کتنی بری بات کہی، تو نے ایک ایسے شخص سے کراہت کی جس کو رسول اللہؐ نے علم سے پُر کر دیا ہے۔ اس کے لیے فرمایا کہ یا علیؑ! تم کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی، سوائے اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اس کے علاوہ حضرت عمر پر جب بھی کوئی مشکل وقت آتا تھا تو آپ حضرت علی ہی سے پوچھا کرتے تھے۔

(۲) جب معاویہ کو حضرت علیؑ کی شہادت کی خبر ملی تو ان کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔ " علی ابن ابی طالبؑ کے مرنے سے علمِ فقہ کا خاتمہ ہوگیا۔ "

(۳) امیر معاویہ نے خالد بن معمر سے پوچھا " تم علیؑ کو ہم سب سے زیادہ کیوں دوست رکھتے ہو۔ خالد نے جواب دیا۔ میں علی کو ان کی تین صفات کی وجہ سے دوست رکھتا ہوں۔ (۱) جب وہ غضبناک ہوتے ہیں تو دامنِ حلم ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔ (۲) جب گفتگو کرتے ہیں تو سچ ہی کہتے ہیں (۳) جب فیصلہ کرتے ہیں تو عدالت کے مطابق ہوتا ہے۔

فضائل حضرت علیؑ بزبان اُمّ المومنین حضرت عائشہ

(۱) عطا کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ سے حضرت علیؑ کے متعلق پوچھا تو انھوں نے جواب دیا کہ وہ خیر البشر ہیں جو اس میں شک کرے وہ کافر ہے۔

(۲) اُمّ المومنین حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ میں حضرت رسول خدا کے پاس تھی کہ حضرت علیؑ آگئے۔ آپؐ نے ان کو دیکھ کر فرمایا کہ یہ عرب کے سردار ہیں۔

(۳) حضرت عائشہ سے حضرت علیؑ کا تذکرہ کیا گیا تو آپ نے کہا وہ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ سنتِ رسولؐ کے جاننے والے ہیں۔

(۴) ترمذی نے حضرت عائشہ سے روایت کی ہے کہ رسول خدا تمام عورتوں میں سب سے زیادہ فاطمہ کو اور تمام مردوں میں سب سے زیادہ ان کے شوہر علیؑ کو دوست رکھتے تھے۔ (بشکریہ ماہنامہ تبلیغ کراچی)

حضرت علی علیہ السلام
اور
مسلمانانِ پاکستان

لسان ملت مولانا سید حیدر حسین رضوی

آج دنیا باوجود انتہائی ترقی اور مادی وسائل کی فراوانی کے ایک عجیب کشمکش میں مبتلا ہے۔ آج کا انسان چاند پر تو پہونچ گیا لیکن اس کی روح تاریکیوں میں ٹھوکریں کھا رہی ہے۔ آج حیرت ناک اسلحہ کے انبار تو ہر چہار جانب ہیں مگر زندگی پہلے سے زیادہ غیر محفوظ اور بے بس ہو کر رہ گئی ہے۔ آج زندگی بظاہر عیش و طرب میں بھری پڑی ہے مگر بباطن ہماری روحیں امن و سلامتی اور سکون و اطمینان قلب کے لئے بے چین ہیں۔ ہر طرف بدامنی، انتشار اور افراتفری کا عالم ہے۔

اگر آج کی دنیا کا تقابل چودہ صدی قبل کی دنیا سے کیا جائے تو حالات ملتے جلتے نظر آئیں گے۔

رسول اکرمؐ کی دعوت کا جب سے آغاز ہوا اس وقت دنیا کی کیا حالت تھی۔ اس کے متعلق حضرت علیؑ اپنے خطبہ میں ارشاد فرماتے ہیں:۔

"لوگ ایسے فتنوں میں مبتلا تھے جہاں دین کے بندھن شکستہ، یقین کے ستون متزلزل، اصول مختلف اور حالات پراگندہ تھے۔ نکلنے کی راہیں تنگ و تاریک تھیں ہدایت گمنام اور ضلالت ہمہ گیر تھی۔ کھلے خزانے اللہ کی مخالفت ہوتی تھی اور شیطان کو مدد دی جا رہی تھی۔ ایمان بے سہارا تھا چنانچہ اس کے ستون گر گئے۔ اس کے نشان پہچانے میں نہ آتے تھے۔ اس کے راستے مٹ مٹا گئے۔ اور شاہراہیں اجڑ گئیں۔ وہ شیطان کے پیچھے لگ کر اس کی راہوں پر چلنے لگے اور اس کے گھاٹ پر اتر پڑے۔ انہیں

کی وجہ سے اس کے پھریرے ہر طرف لہرانے لگے تھے۔

ایک دوسرے خطبہ میں آپ ارشاد فرماتے ہیں۔

"اللہ نے اپنے پیغمبر ؐ کو اس وقت بھیجا جب کہ رسولوں کی آمد کا سلسلہ رکا ہوا تھا۔ اور ساری امتیں مدتوں سے سو رہی تھیں۔ فتنے سر اٹھا رہے تھے سب چیزوں کا شیرازہ بکھرا ہوا تھا۔ جنگ کے شعلے بھڑک رہے تھے دنیا بے رونق و بے نور تھی۔ اور اس کی فریب کاریاں کھلی ہوئی تھیں اس وقت اس کے پتوں میں زردی دوڑی ہوئی تھی اور پھلوں سے ناامیدی تھی۔ پانی زمین میں تہہ نشین ہو چکا تھا۔ ہدایت کے مینار مٹ گئے تھے۔ ہلاکت اور گمراہی کے پرچم کھلے ہوئے تھے۔" نہج البلاغہ:۔ ترجمہ۔ مفتی جعفر حسین

سرور کائنات کے عالم قدس سے عالم امکان میں جلوہ افروز ہونے سے گلشن عالم میں تازہ بہار آگئی۔ چمنستان دہر میں توحید کی از سر نو داغ بیل پڑی۔ آفتاب صداقت کی روشنی نے کائنات کے ذرے ذرے کو روشن اور منور کر دیا۔

یہ وہ حقائق ہیں جس کا اقرار تو غیر مسلم انصاف پسند حضرات نے بھی کیا ہے۔

مثال کے طور پر مسٹر موسیو نے اپنی کتاب "خلاصہ تاریخ العرب" میں تحریر کیا ہے۔

"دنیا جس قدر تاریخ کا مطالعہ کرتی جائے گی اور واقعات عالم کا گہری نظر سے مشاہدہ کرے گی اس کو آپ کی ذات سے وابستگی اور عقیدت ہوتی جائے گی آپ ایک بلند کیرکٹر اور زبردست سیرت کے حامل تھے۔ اس کا انکار کوئی متعصب سے متعصب انسان بھی نہیں کر سکتا۔"

ایک اور جگہ یہ مصنف قرآن کے بابت تحریر کرتا ہے:۔

"قرآن ایک قابل عزت کتاب ہے۔ اس میں فلسفہ اور اخلاق عالیہ کو شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ قرآن میں تمام ترقی کے اصول بتا دیئے گئے ہیں۔ قرآن اعتدال اور میانہ روی کا سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔ گمراہی سے بچاتا ہے۔ اخلاقی کمزوریوں کو جہالت کی تاریکی سے نکال کر فضائل کی روشنی میں لاتا ہے۔"

مسٹر والٹر مشہور فرانسیسی مورخ نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے تحریر کیا ہے:۔

"عرب محمد صلعم ایسا انسان برگزیدہ نہ کبھی پیدا کر سکا اور نہ پیدا کر سکے گا۔ وہ نبی اور سچے نبی تھے۔ زبردست نبی تھے۔ اس میں شبہ کرنا آفتاب میں دوپہر کے وقت

شبہ کرتا ہے۔"

مسٹر آرتھر کہتے ہیں:۔

"بلاشبہ آپ ایک زبردست اخلاق و اوصاف کے حامل تھے۔ جس کا گواہ ہمیشہ رہنے والا قرآن ہے۔"

حقیقت یہ ہے کہ انسانیت کا کوئی طبقہ ایسا نہیں جو آپ کا احسانمند نہ ہو۔ انسان تو انسان حیوان تک آپ کے احسانات کے بوجھ سے دبا ہوا ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ آج ہماری حالت کیوں بگڑ گئی۔ ہم کیوں تباہ ہو گئے۔ ہماری روح کیوں سسک اور بلک رہی ہے۔ محبوب کبریا رحمۃ اللعٰلمین کا پیغام فلاح و نجات تو رنگ و نسل قوم و وطن۔ سن و سال کی قیود سے بالاتر ہے۔ لہٰذا اپنی تباہی و بربادی کا شکوہ کرنے سے قبل ہم کو یہ غور کرنا لازم ہے کہ رہبر انسانیت، مصلح اعظم رسولؐ اکرم کے پیغام فلاح و نجات پر ہمارا کتنا عمل ہے۔ مرض کے علاج سے قبل مرض کی تشخیص ضروری ہے۔ حضرت علی کا ارشاد ہے۔" تیری دوا تجھ ہی میں ہے۔ اور تو نہیں دیکھتا تیرا مرض تجھ ہی سے پیدا ہوا ہے۔ اور تو نہیں سمجھتا۔"

ہمارے لئے پیغام مسرت آج بھی موجود ہے۔ گلشن عالم میں تازہ بہار پھر آسکتی ہے۔ ہم وحشت و جہالت سے نجات پاسکتے ہیں۔ لیکن اس ہدایت کو قبول کر لینے کے بعد جس پر ہم کل عمل پیرا ہو کر سربلند ہوتے تھے۔ پدرم سلطاں بود سے فائدہ نہیں۔ ہم باعمل بنیں اور فلاح پائیں۔ ہم اپنی کوتاہیوں پر قطعی غور نہیں کرتے۔ صرف مقدر کا شکوہ کرتے ہیں۔ یہ مقدر کی خرابی نہیں یہ ہماری غفلت کا لازمی نتیجہ ہے۔ اگر ہماری غفلت کا یہی عالم رہا تو پھر اس سے زیادہ تباہی اور بربادی کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔

کیا پاکستان کے مسلمان خدا کے اس احسان سے انکار کر سکتے ہیں کہ اس نے ہم کو اتنی بڑی عظیم مملکت پاکستان کا مالک بنایا۔ خداوند عالم نے تو ہم کو وہ مقام عطا کیا ہے کہ ہم تمام دنیا کے مسلمانوں کی اصلاح کا ذریعہ بنتے۔ اور دعوت غور و فکر دیتے۔ لیکن ہم نے خود ہی غور و فکر سے کام نہ لیا۔ ہم نے یہ نہیں سوچا کہ پاکستان کیسے بنا اور اس کے قیام کے بعد ہمارا فرض کیا تھا؟ پاکستان کا قیام اسلام کے نام پر ہوا۔ اسلام کے درس اتحاد پر تھوڑا سا عمل ہوا تھا کہ رحمت الٰہی جوش میں آئی اور ہم کو اتنی بڑی مملکت کا مالک بنا دیا گیا۔ اب تو خدارا غور سے کام لیجیے کہ اگر مسلمان متحد ہو جائیں تو

نئی مملکت وجود میں آجاتی ہے۔ اور اگر متفرق ہوں تو ہمارے قبلۂ اول پر غیر کا قبضہ ہو جاتا ہے۔ اسلام کے نام پر پاکستان بنانے والے مسلمان قیام پاکستان کے فوری بعد بجائے متحد رہنے کے رنگ و نسل، صوبائیت و فرقہ پرستی کی تنگ نائیوں میں محصور ہو کر رہ گئے۔ قیام پاکستان ہمارے لئے سبب فخر و سعادت ہے۔ لیکن اس فخر و سعادت کا لازمی تقاضہ ہے کہ ہم اپنی ذمہ داریوں کا احساس کریں اور اس سے عہدہ بر آہوں پاکستان اور ہم اہل پاکستان تمام دنیا کے لئے، مسلمانوں اور غیر مسلموں کی توجہ کا مرکز بنے ہوئے ہیں۔ ہر خطۂ زمین کا مسلمان پاکستان کو طاقتور دیکھنا چاہتا ہے اس لئے کہ پاکستان اس وقت دنیائے اسلام کے لئے ایک قلعہ کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ یا ریڑھ کی ہڈی کہہ لیجئے۔ یہ شرف ہمارے لئے مقام شکر بھی ہے اور باعث افتخار بھی۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ یہ بھی واجب ہے کہ ہم اس حقیقت کو بھی سمجھیں کہ جہاں دنیا کے تمام مسلمانوں کی آرزو ہے کہ ہم زیادہ سے زیادہ طاقتور ہوں وہاں مخالفین اسلام کی یہ کوشش ہے کہ پاکستان ختم ہو جائے، ہم تباہ ہو جائیں۔ ہم پر تازیانہ عبرت سقوط مشرقی پاکستان کی صورت میں پڑ چکا ہے ہم عبرت حاصل نہ کریں یہ اور بات ہے۔ مقام صد شکر ہے کہ خداوند عالم نے اس آدھے پاکستان کو وہی وقار، وہی دبدبہ و ہیبت اور وہی مرکزیت عطا کر دی۔ لیکن ہم اپنے عمل سے اس وقار اور مرکزیت میں اضافہ کے بجائے کمی کرتے جا رہے ہیں۔ حالانکہ اس وقت بہت اشد ضرورت ہے کہ ہم میں باہمی اتحاد و اتفاق ہو۔ مستحکم شیرازہ بندی کی جائے۔ لیکن دیکھنے میں یہ آرہا ہے کہ جتنا باہمی اختلاف و انتشار، رسہ کشی آج ہے اس سے پہلے اتنی کبھی نہ تھی۔ آج تو جدھر دیکھیئے۔ سندھی، مہاجر، پٹھان کا امتیاز، دیوبندی بریلوی کی بحث، سنی شیعہ برسرپیکار۔ اس صورت میں بقائے پاکستان کا تصور کیا جا سکتا ہے؟ اب بھی وقت ہے کہ ہم بیدار ہو جائیں اور انما المومنون اخوۃ۔ تمام اہل ایمان بھائی بھائی ہیں کے سبق پر عمل کرتے ہوئے دنیا میں اسلام اور پاکستان کے وقار کو اور بلند کریں۔ پھر ہم دنیا کو اخوت انسانی کا پیغام دے سکتے ہیں۔ لیکن یہ اس وقت ممکن ہے جب کہ ہم آپس کی مذہبی عصبیت اور فرقہ پرستی کا خاتمہ کر دیں۔ ہم پاکستان کی پسماندگی اور دوسروں کے رحم و کرم پر زندہ رہنے کی پالیسی ترک کر سکتے ہیں۔ لیکن اس کے لئے ہمیں سچا مسلمان بننا پڑے گا۔

اگر واقعی ہمیں پاکستان اور اپنے سے محبت ہے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہونا چاہیے کہ ہم رسولِ اکرمؐ کی پیروی کریں اور نصرتِ اسلام کے لیے کمربستہ ہو جائیں۔ خدا کی قسم صرف رسولؐ اسلام کا پیغام ہی فلاح و نجات کا ضامن ہے۔ یہاں یہ سوال پیدا کیا جا سکتا ہے کہ مسلمانوں کے تمام فرقے اپنے مکتب فکر کی روشنی میں اپنے نظریہ اور عقیدہ کو صحیح اسلام سمجھتے ہیں اور ہر ایک کا یہی دعویٰ ہے کہ رسول اسلام کا اصل پیغام ہمارے مکتبۂ فکر میں محدود ہے۔ لہذا مختلف فرقے متحد ہو کر ایک منزل کی طرف کیسے چل سکتے ہیں؟ منزل سے میری مراد بقائے پاکستان اور اس کو ناقابلِ تسخیر قلعہ بنا دینا ہے۔

تو اس کا سیدھا سادھا جواب تو یہ ہے کہ حصول پاکستان کے موقع پر یہ مختلف فرقے متحد کیسے ہو گئے تھے۔ کیا اس وقت سنی شیعہ، دیوبندی بریلوی، چکڑالوی اہل حدیث فرقے موجود نہ تھے۔ لیکن قیام پاکستان کے مقصد کو سامنے رکھکر ان سب نے ملت واحدہ کی شکل اختیار کر لی تھی۔ قیام پاکستان کے لیے اتحاد ممکن تھا تو بقائے پاکستان کے لیے بھی اتحاد ہو سکتا ہے۔ اگر ہم اتحاد کی راہ پر گامزن ہونے کے لیے فرقوں کو سمیٹنے کی کوشش کریں اور حقیقت کی عینک سے دیکھیں تو اسلام کے دو ہی فرقے نظر آئیں گے، سنی اور شیعہ اور ان دو فرقوں کے لیے بھی ایک بات زبان زد خاص و عام ہے کہ ہمارا خدا ایک، کتاب ایک، رسولؐ ایک، قبلہ ایک اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہمارے اختلاف کی بنیاد خدا، کتاب، رسولؐ اور قبلہ نہیں۔ ہم اپنے مکتبۂ فکر پر قائم رہتے ہوئے خدا، کتاب، رسولؐ قبلہ ایک ہے کہہ سکتے ہیں تو پھر اختلاف کی بنیاد کیا ہے؟ تو کہنا ہی پڑے گا کہ امامت اور خلافت ہم نہیں کہہ سکتے یا ہم نہیں کہتے کہ ہمارا خلیفہ ایک، ہمارا امام ایک۔ مسئلہ خلافت میں مسلمانوں میں باہمی اختلاف یقینی ہے۔ لیکن اس اختلاف کے باوجود اتحاد اور یکجہتی ممکن ہے۔ ہم اپنے عقیدے اور طرزِ فکر کو چھوڑے بغیر متحد ہو سکتے ہیں۔ لیکن اس اتحاد کا مرکزی نقطہ علیؑ ابن ابی طالب کی ذات کو قرار دینا ہوگا۔ علیؑ ہی ایک ایسی شخصیت ہیں جو وجہ اتحاد بھی بن سکتے ہیں اور وجہ اختلاف بھی۔ وجہ اختلاف کا بیان یہاں غیر ضروری ہے۔ لیکن وجہ اتحاد اس طرح کہ علیؑ شیعوں کے عقیدے میں پہلے خلیفہ اور امام ہیں۔ برادران اہلسنت

حضرت علی کو چوتھا خلیفہ تسلیم کرتے ہیں۔ پہلے اور چوتھے کی بحث اگر نہ چھیڑی جائے تو علی کی ذات پر ہم سب متفق ہیں حضرت علی کے لئے ہم سب کہہ سکتے ہیں کہ ہمارا خلیفہ ایک صدق دل سے علی کو اپنا خلیفہ ایک کہہ کر اپنا رہبر دہادی تسلیم کریں۔ علی کو رہبر و ہادی تسلیم کرنے میں کسی کے لئے ہچکچاہٹ کا سوال ہی نہیں۔ وہ اس لئے کہ ہم سب اس امر پر متفق ہیں کہ ہماری فلاح و نجات حضورؐ کی پیروی میں ہے۔ قرآن مجید کا فیصلہ واضح طور پر موجود ہے۔ **قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ** (اے رسول! ان لوگوں سے کہہ دو کہ اگر تم خدا کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو۔ تو خدا (بھی) تم کو دوست رکھے گا۔ لہٰذا محبت خدا اور محبوب خدا بغیر رسول کے پیروی کے ہونا ممکن نہیں۔

کیا حضرت علی کے محبت خدا اور محبوب خدا ہونے سے کسی کو انکار ہے؟ حضرت علی تو رسول اکرم کی پیروی کا ایسا کامل نمونہ تھے کہ آپ کا مثل کوئی دوسرا نہیں۔

دلیل میں آنحضور صلعم کی احادیث موجود ہیں۔ ازالۃ الخلفاء مصنفہ شاہ ولی اللّٰہ دہلوی ترجمہ مولانا عبدالشکور صاحب میں تحریر ہے۔

۱۔ رسول خدا صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے فرمایا میں کل نشان اس شخص کو دوں گا جو خدا اور رسول کو دوست رکھتا ہے۔ وہ حملہ کرنے والا ہے بھاگنے والا نہیں ہے اور وہ فتح کے بغیر نہیں لوٹے گا۔ سلمہ کہتے ہیں آپ نے حضرت علی کو بلوایا اور آپ کو آشوب چشم تھا، آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے آپ کی آنکھ میں لعاب دہن لگایا، پھر فرمایا اس نشان کو لیکر جاؤ اور بغیر فتح کئے واپس نہ ہونا۔ سلمہ کہتے ہیں کہ آپ اس نشان کو لے کر دوڑے اور میں بھی آپ کے پیچھے تھا۔ آپ نے نشان کو ایک نرم پتھر میں قلعہ کے نیچے نصب کر دیا۔ قلعہ کی چوٹی سے یہود دیکھنے لگے اور کہنے لگے کہ توریت کی قسم آپ غالب آجاؤ گے۔ راوی کہتا ہے کہ آپ فتح کر کے واپس لوٹے۔

۲۔ ترمذی نے براء سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا نبی کریم صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے دو لشکر روانہ کئے۔ ایک پر حضرت علی ابن طالب کو مقرر کیا اور دوسرے پر حضرت خالد بن ولید کو اور آپ نے فرمایا جب قتال ہو۔ اس وقت کل فوج کے علی سردار ہیں۔ حضرت علی نے ایک قلعہ فتح کیا اور اس میں سے ایک لونڈی لے لی۔ خالد نے میرے ہاتھ نبی اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے نام ایک خط بھیجا۔ جس میں حضرت علی کی شکایت لکھی تھی۔ وہ کہتے ہیں نبی کریم صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور وہ خط پیش کیا۔ خط پڑھتے ہی آپ کا رنگ بدل

گیا۔ پھر آپ نے فرمایا تم اس شخص کی بابت کیا خیال کرتے ہو جس کو خدا اور رسول، دوست رکھتا ہے اور وہ خدا اور رسول کو دوست رکھتا ہے۔ وہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا میں خدا اور رسول کے غضب سے پناہ مانگتا ہوں۔ میں تو صرف قاصد ہوں۔ آپ خاموش ہو گئے۔

ان ارشادات رسول کی روشنی میں یہ کہنا حق بجانب ہے کہ حضرت علی رسول اکرم کی پیروی کا مکمل نمونہ تھے اور آپ ہی کو رسول کی پیروی کے لئے ہمیں اپنا رہبر اور ہادی تسلیم کرنا چاہیئے۔

مزید تقویت کے لئے چند ارشادات رسول اور ملاحظہ فرمائیں۔ ازالۃ الخفا میں تحریر ہے۔

۱۔ زید بن ارقم سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا رسول خدا نے فرمایا جو میری سی زندگی اور موت اور جنت وخلد (جس کا خدا نے مجھ سے وعدہ کیا ہے) میں رہنا چاہتا ہے۔ اس کو چاہیئے علی ابن ابی طالب سے دوستی کرے کیونکہ وہ تم کو ہدایت سے باہر نہ کریں گے اور نہ گمراہی میں داخل کریں گے۔

۲۔ حضرت علی سے مروی ہے کہ انہوں نے آیہ کریمہ انما انت منذر و لکل قوم هاد کی تفسیر میں فرمایا رسول خدا منذر تھے اور میں ہادی ہوں۔

عقلی طور پر بھی سمجھا جائے تو انسان کی بلندی کا سبب اس کے صفات ہوتے ہیں۔ صفات کی بلندی محرک ہوتی ہے کہ اس کی پیروی کی جائے لہٰذا حضرت علی کی شخصیت کو کسی پہلو سے دیکھا جائے تو وہ ہر صفت میں کمال کی منزل پر نظر آئیں گے۔

ایمان، ایقان، احسان، شجاعت، سخاوت، عبادت، ریاضت، حکمت، عفت علم، حلم، زہد، تقویٰ، وفا، ایثار، کسی صفت کو دیکھیں، علی اس میں ارفع و اعلیٰ ہی نظر آئیں گے۔ ایسی ہمہ گیر شخصیت کو اپنا رہبر و ہادی جان کر بے دھڑک اپنا مستقبل ان کے سپرد کر دینا چاہیئے۔ میں پھر کہوں گا کہ اس سپردگی میں تذبذب کی ضرورت نہیں۔

علی کو جب رسول اکرم نے پرکھ لیا تو ہمارے لئے اندیشہ کا سوال ہی نہیں!

یاد کیجئے شب ہجرت۔ اس شب حضرت علی کے چادر اوڑھ لینے سے آپ کے بہت سے جوہر نمایاں ہو گئے۔ شب ہجرت کے عنوان پر سید العلماء مولانا علی نقی صاحب اپنے ایک بیان میں فرماتے ہیں۔

"پیغمبر نے جس وقت علی کی شخصیت کو ہر اعتبار سے پرکھ لیا تب علی کو کھنچی ہوئی تلواروں کے بیچ میں اپنے بستر پر رسول بن کر سونے کی ہدایت کرکے رسولؐ نے ہجرت کی۔ گویا اپنے سارے مستقبل کو علی کے ہاتھ میں دے دیا۔ علی اگر علی بن کر سوتے ہوتے تو شاید اتنے خطرہ میں نہ ہوتے جتنا رسول بن کر سونے میں تھے۔ دنیا میں عام طور پر بھیس بدلے جاتے ہیں لیکن ایسا بھیس بدلا جاتا ہے جس سے اپنی زندگی محفوظ ہوجائے، علی نے بھی بھیس بدلا لیکن اس بھیس بدلنے کا نیا انداز ہے۔ یہاں تو اس کا بھیس بدلا جارہا ہے جس کو قتل کرنے کے منصوبے بنائے جارہے ہیں۔ یہ علی کی راہ خدا میں جاں فروشی تھی اور یہی راز تھا علی کی ثابت قدمی کا جو علی کھنچی ہوئی تلواروں میں بھی سکون کی نیند سو سکتا ہے وہ میدان میں تلوار ہاتھوں میں لینے کے بعد کیونکر پیچھے ہٹ سکتا ہے۔

ہجرت کی شب رسول کے بستر پر علی کو دیکھ کر کیا یہ کہنا غلط ہوگا کہ علی جس ایمان یقین، ہمت، شجاعت، وفا، ایثار کے مالک تھے کوئی اور دوسرا نہیں اور جب رسول اپنے مستقبل کو علی کے ہاتھ میں دے سکتے ہیں تو ہم پیغمبر اکرم کی پیروی کرنے کا دعویٰ کرنیوالے اپنا مستقبل علی کے ہاتھ میں کیوں نہ دیں؟ حضرت علی کے یہ کمالات ہی تو ہیں جو انسان کو جھکنے پر مجبور کردیتے ہیں۔ تمام کمالات اور فضائل میں علم کی اہمیت سب سے زیادہ ہے وہ اس لئے کہ کمالات کا سرچشمہ تو علم ہی ہے۔ حضرت علی کے علم کی بابت آنحضور صلعم نے فرمایا:- انا مدینۃ العلم و علیٌ بابھا میں شہر علم ہوں اور علی اس کا دروازہ۔ جب علی علم کا در ہو تو پھر بغیر اس در پر آئے علم نبی کیسے حاصل ہوسکتا ہے؟ اس در پر ہر طرح کا علم حاصل ہوسکتا ہے حضرت علی کا یہ قول قرآن مجید کے اس دعوے کی دلیل ہے کہ اس کتاب میں ہر خشک و تر موجود ہے اور اس خشک و تر کا علم علی کے پاس ہے اس لئے کہ علی اور قرآن ساتھ ساتھ ہیں۔

آنحضور صلعم ارشاد فرماتے ہیں علی حق کے ساتھ اور حق علی کے ساتھ لہٰذا علی کے ساتھ ہونا حق کے ساتھ ہونا ہے۔ میں مضمون کو اختتام کی منزل پر لاتے ہوئے دعوت فکر کی صورت میں حضرت علی کے چند خطبات میں سے کچھ اقتباسات مربوط کرکے ناظرین کی خدمت میں پیش کئے دیتا ہوں۔

حضرت علی اہلبیت نبی کے متعلق فرماتے ہیں۔

"وہ سِرِّ خدا کے امین اور اس کے دین کی پناہ گاہ ہیں۔ علم الٰہی کے مخزن اور حکمتوں کے مرجع ہیں۔ کتب (آسمانی) کی گھاٹیاں اور دین کے پہاڑ ہیں۔ انہی کے ذریعہ اللہ نے اس کی

پشت کا خم سیدھا کیا اور اس کے پہلوؤں سے ضعف کی کپکپی دور کی۔ امت میں کسی کو آل محمد پر قیاس نہیں کیا جا سکتا وہ دین کی بنیاد اور یقین کے ستون ہیں۔ آگے بڑھ جانے والے کو ان سے آ کر ملنا ہے۔ اے لوگو! فتنہ و فساد کی موجوں کو نجات کی کشتیوں سے چیر کر اپنے کو نکال لے جاؤ تفرقہ، انتشار کی راہوں سے اپنا رخ موڑ لو۔ فخر و مباہات کے تاج اتار ڈالو۔

اے لوگو! مجھے تمہارے بارے میں سب سے زیادہ دو باتوں کا ڈر ہے ایک خواہشوں کی پیروی دوسرے امیدوں کا پھیلاؤ۔ خواہشوں کی پیروی وہ چیز ہے جو حق سے روک دیتی ہے اور امیدوں کا پھیلاؤ آخرت کو بھلا دیتا ہے۔ تمہیں معلوم ہونا چاہئیے کہ دنیا تیزی سے جا رہی ہے اور اس میں سے کچھ باقی رہ گیا ہے مگر اتنا ہے جیسے کوئی انڈیلنے والے برتن کو انڈیلے اور اس میں کچھ تری باقی رہ جاتی ہے۔ اور آخرت ادھر کا رخ کئے ہوئے آ رہی ہے تو تم فرزند آخرت بنو، ابنائے دنیا نہ بنو اس لئے کہ ہر بیٹا روز قیامت اپنی ماں سے منسلک ہو گا۔ آج عمل کا دن ہے حساب نہیں ہے اور کل حساب کا دن ہو گا، عمل نہ ہو سکے گا۔

اللہ نے زمانے کے کسی سرکش کی گردن نہیں توڑی جب تک اسے مہلت و فراغت نہیں عطا کر دی اور کسی امت کی ہڈی کو نہیں جوڑا جب تک اسے شدت و سختی اور ابتلا و آزمائش میں نہیں ڈال لیا۔ جو مصیبتیں تمہیں پیش آنے والی ہیں اور جن سختیوں سے تم گزر چکے ہو۔ ان سے کم بھی عبرت اندوزی کیلئے کافی ہے۔

مجھے حیرت ہے اور کیوں نہ حیرت ہو ان فرقوں کی خطاؤں پر جنہوں نے اپنے دین کی حجتوں میں اختلاف پیدا کر رکھے ہیں جو نہ نبی کے نقش قدم پر چلتے ہیں اور نہ وصی کے عمل کی پیروی کرتے ہیں۔ نہ غیب پر ایمان لاتے ہیں نہ عیب سے دامن بچاتے ہیں مشکوک اور مشتبہ چیزوں پر ان کا عمل ہے اور اپنی خواہشوں کی راہ پر چلتے پھرتے ہیں جس چیز کو وہ اچھا سمجھیں ان کے نزدیک بس وہی اچھی ہے جس بات کو وہ برا جانیں ان کے نزدیک وہ بری ہے۔ مشکل گتھیوں کو سلجھانے کیلئے اپنے نفسوں پر اعتماد کر لیا ہے اور مشتبہ چیزوں میں اپنی رائے پر بھروسہ کر لیتے ہیں۔ گویا ان میں سے ہر شخص خود ہی اپنا امام ہے اور اس نے جو اپنے مقام پر اپنی رائے سے طے کر لیا ہے اس کے متعلق یہ سمجھتا ہے کہ اسے قابل اطمینان وسکون اور مضبوط ذریعوں سے حاصل کیا ہے۔ اے لوگو! تم میری مخالفت کے جرم میں مبتلا نہ ہو اور میری نافرمانی کر کے حیران و پریشان نہ ہو۔ اس ذات کی قسم جس نے دانہ کو شگافتہ کیا اور ذی روح کو پیدا کیا ہے میں جو تمہیں خبر دیتا ہوں وہ نبی کی طرف سے پہنچی ہوئی ہے۔ نہ خبر دینے والے (رسول) نے جھوٹ

کہانہ سننے والا جاہل تھا۔ خدا کی قسم، مجھے پیغاموں کے پہنچانے اور وعدوں کے پورا کرنے اور آیتوں کی صحیح تاویل بیان کرنے کا علم ہے اور ہم اہلبیت نبوت کے پاس علم و معرفت کے دروازے اور شریعت کی روشن راہیں ہیں آگاہ رہو کہ دین کے تمام قوانین کی روح ایک اور اس کی راہیں سیدھی ہیں جو ان پر ہو لیا وہ منزل تک پہنچ گیا اور بہرہ یاب ہوا اور جو ٹھہرا وہ گمراہ ہوا اور آخر کار نادم و پشیمان ہوا۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ آل محمد آسمان کے تاروں کے مانند ہیں جب ایک ڈوبتا ہے تو دوسرا ابھر آتا ہے گویا تم پر اللہ کی نعمتیں مکمل ہوگئی ہیں۔ اور جس کی تم آس لگائے بیٹھے تھے وہ اللہ نے تمہیں دکھا دیا ہے۔

اگر میں مومن کی ناک پر تلواریں لگاؤں کہ وہ مجھے دشمن رکھے تو جب بھی وہ مجھ سے دشمنی نہ کرے گا اور اگر تمام متاع دنیا کافر کے آگے ڈھیر کردوں کہ وہ مجھے دوست رکھے تو بھی وہ مجھے دوست نہ رکھے گا اس لئے کہ یہ وہ فیصلہ ہے جو پیغمبر امی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے ہو گیا ہے کہ آپ نے فرمایا اے علی! کوئی مومن تم سے دشمنی نہیں کرے گا اور کوئی منافق تم سے محبت نہ کرے گا" اب اگر دنیا میں فلاح و نجات حاصل کرنے اور محرومی و مایوسی سے بچنے کے لئے عقل یہ تسلیم کرلے کہ حضرت کے طریقہ کو اپنانا واجب ہے تو حضرت علی کے طرز زندگی کے سمجھنے کیلئے" نہج البلاغہ" مجموعۂ کلام مرتضٰی کو دیکھئے، سمجھئے اور اس پر عمل کیجئے اس کے مطالعہ سے یہ ثابت ہو جائے گا کہ یہ کلام مافوق البشر ہستی کا ہے بس اللہ اور رسول کے کلام سے پست اور بشر کے کلام سے یقینی بلند۔ کلام مرتضٰی مشعل راہ ہے معاشرہ کے ہر فرد کے لئے، چاہے وہ مملکت کا حکمراں ہو یا سپاہی۔ مجتہد ہو یا طالب علم، مالک ہو یا مزدور، تاجر ہو یا خریدار، زمیندار ہو یا کسان لیکن دیکھنا اور سمجھنا شرط ہے۔

امیرالمومنین حضرت امام علیؑ بن ابی طالب کے اسمائے مبارک والقابات

تحریر وترتیب محمد وصی خان

علی کا نام بھی نام خدا کیا راحت جاں ہے عصائے پیر ہے تیغ جواں ہے حرز طفلاں ہے

صاحب ارجح المطالب نے اسناد کے ساتھ وہ احادیث نقل کی ہیں جن میں حضرت علی علیہ السلام کے اسمائے مبارک اور القاب کا ذکر ہے۔ یہ القابات آنحضرت کی طرف سے علی کو ان کی دینی و دنیاوی خدمات وصفات کی وجہ سے عطا ہوئے تھے۔ ہر القاب کا تعلق کسی نہ کسی واقعات اور رسول اکرم کی بے بہا خدمت سے ہے اگر ان کو توضیح کے ساتھ لکھا جائے تو امیرالمومنین کی مقدس زندگی کے بہت سے واقعات پر روشنی پڑ سکتی ہے۔ اصحاب رسولؐ میں سے کوئی صحابی بھی اتنے القاب کا حامل نہیں بلکہ عشر عشیر سے بھی اس کا تعلق نہیں اگر دل کی گہرائیوں سے سمجھا جائے اور درباطن پر نظر ڈالی جائے تو اس سے جناب امیر علیہ السلام کا ایک ایسا صاحب فضل وشرف ہونا ظاہر ہوتا ہے جس کی نظیر نہ اولین میں ملتی ہے نہ آخرین میں۔ جناب امیر علیہ السلام کے ایک القاب کا ذکر کر رہا ہوں امیرالمومنین جناب رسول خدا ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر لوگوں کو یہ معلوم ہوتا کہ کب سے حضرت علی کا نام امیرالمومنین رکھا گیا ہے تو، ہرگز اس کے فضائل سے انکار نہیں کرتے۔ علی کا نام امیرالمومنین اس وقت سے ہوا ہے کہ ابھی آدمؑ روح اور جسد کے درمیان تھے۔ اس وقت پروردگار نے ارواح کو خطاب کیا کہ میں تمہارا خدا ہوں اور محمد تمہارا نبی ہے اور علی تمہارا امیر ہے۔ (ارجح المطالب ص١٧)

اسمائے مبارک

جناب امیر کا اہل آسمان میں نام شمائیل، اہل زمین کے نزدیک جمجائیل۔ لوح پر آپ کا نام قسوم، قلم پر منصوم عرش پر معین، رضوان کے نزدیک امین، حورالعین کے نزدیک اصب عبرانی زبان میں قبا طبسی، سریانی زبان میں شرحیل، توریت میں ایلیاء، زبور میں ادی، انجیل میں بری (چونکہ آپ شرک سے بری ہیں) عربی میں علی، ہندی میں کبکر (یعنی وہ شخص جو ارادہ

کسی بات کا کرے تو جب تک اس کو نہ کرے اور اختتام تک نہ پہونچائے اس سے علیحدہ نہ ہو) روم میں بطریس (معنی ہیں روحوں کا نہایت سرعت سے چھین لینے والا) فارس میں جبیر ہے (یعنی وہ باز جو شکار کرتا ہے) ترک میں تبیر ہے (یعنی وہ چیتا کہ جب اس نے کسی شے پر پنجہ مارا اسے پھاڑ ہی ڈالا) زنج میں نام یصر ہے (یعنی وہ شخص جو بند بند کو جدا کر دے) حبشہ میں نام تبریک ہے (یعنی ہر چیز کا برباد کرنے والا) فلسفین کے نزدیک یوشع، کاہن کے نزدیک بوی (جسکے معنی جگہ دینے والا) جنات کے نزدیک جنین، مشرکین کے نزدیک موت احمر، مومنین کے نزدیک سحاب، دائی کے نزدیک میمون، والد کے نزدیک ظہیر ماں کے نزدیک اسد و حیدرہ، پیغمبر کے نزدیک ناصر، خدا کے نزدیک آپ کا نام علی ہے۔

کنیت ابوالحسن، ابوالحسین، ابومحمد، ابوریحانتین، ابوتراب، ابوالسبطین۔

القاب امیرالمومنین، امام المتقین، سید الصادقین، سید المسلمین، سید العرب، سید فی الدنیا والآخرہ، قائد الغر المحجلین، ......

یعسوب المومنین، صدیق الاکبر، فاروق الاعظم، کل ایمان، خاتم الوصیین خیر الوصیین، الوصی، امام البررہ، قاتل الفجرہ، صاحب الرایہ، مقیم الحجہ، اسد اللہ، ید اللہ، عین اللہ، لسان اللہ، اذن اللہ جنب اللہ، نفس اللہ، حجۃ اللہ، رایۃ الہدٰے، ولی اللہ، صفوۃ اللہ، شیخ المہاجرین والانصار قسیم النار والجنۃ، وارث رسول اللہ، خلیفہ رسول اللہ، منار الایمان، امام الاولیاء، الہادی، صاحب اللواء، ناصر رسول اللہ، صالح المومنین، مولی المومنین، منجز الوعدہ، قاتل الناکثین، والقاسطین، والمارقین، المرتضیٰ، الشاہد، الشہید، الراکع، المساجد، الصفی، الامین ... باب حطہ، مثیل ہارون، نفس الرسول، سیف اللہ، ذوالاذن الواعی، قاضئ دین، رسول اللہ وزیر رسول اللہ، خیر البشر، ذوالقرنین، خاصف النعل، الطاہر، الصادق، المومن، الانزع، البطین، العابد، الزاہد، کاسر الاصنام، الساقی، القاری، بیضۃ البلا، المہدی، طور السینی .... دابۃ الجنۃ، ایلیا، فاب عین الفتنہ، امیر النحل، ذوالبرقہ، مثل عیسیٰ، القرم، الجبیب، باب مدینۃ العلم۔

خدا میری اس محنت کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور میرے والد مرحوم محمد عسکری خاں کی بخشش فرمائے۔ (وصی خان)

حضرت علی علیہ السلام کی شخصیت کے چند انمول پہلو

ترتیب و تحریر
محمد وصی خاں

یوں تو ہر انسان کی شخصیت میں کچھ نہ کچھ نمایاں خوبیاں ہوتی ہیں لیکن جناب امیر علیہ السلام کی شخصیت میں اتنی خوبیاں تھیں کہ ان کو بیان کرنا عقل انسانی کا کام نہیں ہے اس کے باوجود ناچیز کی سمجھ میں جو خوبیاں آئیں ان کو بیان کر رہا ہوں۔ یہ ایسی خوبیاں ہیں جو کسی بشر میں آج تک نہ پیدا ہوسکیں اور نہ آئندہ پیدا ہوسکیں گی آپ جامع الفضائل تھے لیکن فضائل انسانی میں کوئی فضیلت ایسی نہ تھی جو آپ کو حاصل نہ ہو۔ حضرت علی علیہ السلام کی انسانی خدمات پر اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے جو انعامات ملے وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

ذات حیدر کو کوئی کیا جانے یا نبی جانیں یا خدا جانے

۱۔ آپ خانہ کعبہ کے اندر پیدا ہوئے یہ وہ شرف ہے جو آدم سے لیکر آج تک کسی اور کو نصیب نہ ہوا اور نہ قیامت تک ہوگا۔

۲۔ حضرت علی علیہ السلام کی دنیا میں سب سے پہلی غذا لعاب رسول ہے جو رسول اکرم کی زبان چوس کر حاصل کیا۔

۳۔ علی علیہ السلام کی تربیت پیغمبر آخر الزماں کے سایہ عاطفت میں ہوئی۔

۴۔ دعوت ذو العشیرہ کا اہتمام رسول اکرم نے حضرت علی کے سپرد کیا۔

۵۔ شب ہجرت بستر رسول پر حضرت علیؑ سوئے۔

۶۔ وقت ہجرت رسول خدا نے اہل مکہ کی امانتوں کا امین حضرت علی کو بنایا۔

۷۔ مسجد قبا کا سنگ بنیاد حضرت علی نے رکھا۔

۸۔ جنگ بدر میں ۷۰ مشرکوں میں سے ۳۵ کو حضرت علی نے قتل کیا۔

۹۔ جنگ احد میں ہاتف نے مژدہ سنایا۔ "لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار"

۱۰۔ جنگ خندق میں رسول اکرم نے حضرت علی کو کل ایمان کہا۔

۱۱۔ حضرت علی کی ایک ضربت ثقلین کی عبادت سے بہتر قرار پائی

۱۲۔ جنگ خیبر میں حضرت علی کو کرار غیر فرار کے معزز لقب سے ہمارے رسول نے نوازا۔

۱۳۔ حضرت علی تمام صحابہ سے زیادہ عالم تھے۔

۱۴۔ جنت کا ملنا رضاء علی پر موقوف ہے یعنی آپ قسیم النار والجنۃ ہیں۔

۱۵۔ آپ سے زیادہ رازدار رسول کوئی نہ تھا۔

۱۶۔ آپ خطیب منبر سلونی تھے۔

۱۷۔ رسول علم کا شہر اور آپ اس کے دروازے۔

۱۸۔ رسول اکرم کی پیاری بیٹی حضرت فاطمہ کے شوہر تھے۔

۱۹۔ بوقت مباہلہ آپ نفس رسول قرار پائے۔

۲۰۔ آپ شریک نور رسالت ہیں۔

۲۱۔ آپ ساقی کوثر ہیں۔

۲۲۔ علی کا نفس خدا کا نفس کہلایا۔

۲۳۔ حضرت علی نے دس ہزار سے زیادہ مشرکوں کو قتل کیا۔

۲۴۔ دنیا کے سب سے انوکھے بہادر علی تھے جن کی زرہ میں پشت کا حصہ نہ ہوتا تھا

۲۵۔ علی کا ہر عضو خدا کی طرف منسوب ہوا۔ (الف) نفس: نفس اللہ (ب) آنکھیں: عین اللہ (ج) کان: اذن اللہ (د) پہلو: جنب اللہ (ہ) زبان: لسان اللہ۔

۲۶۔ مشکل کشائے عالم اور عقدہ کشائے خلق ہیں۔

۲۷۔ آپ امام مبین ہیں۔

۲۸۔ آپ ابوالائمہ ہیں۔ گیارہ اماموں کے باپ (آپ کی نسل سے گیارہ امام ہوئے)

۲۹۔ رسول اکرم کی نبوت کے عینی گواہ حضرت علی تھے۔

۳۰۔ حضرت علی کئی علوم کے موجد تھے۔

۳۱۔ حضرت علی فرشتوں کی آواز سنتے تھے۔

۳۲۔ رسول خدا وحی الٰہی کو سب سے پہلے حضرت علی سے بیان کرتے تھے۔

۳۳۔ حضرت علی کی طرح دین اسلام کی خدمت کسی نے نہیں کی۔

۳۴۔ نفسانی اور روحانی کمالات کی کوئی منزل طے کئے بغیر نہیں چھوڑی۔

۳۵۔ علی وہ لسان صدق ہیں جن کی دعا حضرت ابراہیم نے مانگی تھی۔

۳۶۔ ارشاد نبی کی روشنی میں علی کے چہرہ پر نظر کرنا، آپ کا ذکر کرنا، آپ سے محبت،

رکھنا عبادت قرار پایا۔

۳۷۔ دوش رسول پر چڑھ کر خانۂ کعبہ کے بتوں کو مسمار کرنیوالے حضرت علی تھے۔

۳۸۔ حضرت علی کو رسول خدا نے کبھی کسی امیر لشکر کا ماتحت نہیں بنایا۔

۳۹۔ شب معراج خدا نے اپنے رسول سے علی کے لہجہ میں کلام کیا۔

۴۰۔ حضرت علی سے بڑھ کر دنیا میں کوئی سخی نہیں ہوا۔

۴۱۔ حضرت علی وجہ اللہ ہیں یعنی ان کی وجہ سے خدا کی طرف توجہ کی جاتی ہے۔

۴۲۔ حضرت علی جیسا فصیح و بلیغ دنیا میں کوئی پیدا نہیں ہوا۔

۴۳۔ حضرت علی علیہ السلام سابق الاسلام ہیں۔

۴۴۔ حضرت علی تمام مسلمانوں سے سات برس پہلے رسول کے ساتھ نماز پڑھنے والے تھے۔

۴۵۔ آپ رسول خدا کیساتھ سائے کی طرح رہتے تھے۔

۴۶۔ حضرت علی سب سے بہتر قضایا کا فیصلہ کرنے والے تھے۔

۴۷۔ تمام زندگی کوئی کام اپنے نفس کے لئے نہ کیا۔

۴۸۔ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا علی اور خدا کے سوا کسی نے مجھے نہیں پہچانا۔

۴۹۔ رسول اکرم نے ارشاد فرمایا میرے اور علی کے سوا خدا کو کسی نے پہچانا۔

۵۰۔ علی نے کبھی کسی بت کی پرستش نہیں کی اس لئے مسلمان آپ کو کرم اللہ وجہہ کہتے ہیں۔

۵۱۔ آپ مصداق من عندہ ام الکتاب ہیں۔

۵۲۔ آپ روز قیامت صاحب الوالحمد ہوں گے۔

۵۳۔ آپ نے کسی جنگ میں کبھی شکست نہیں کھائی۔

۵۴۔ آپ کی شہادت حالت نماز میں مسجد نبوی میں ہوئی۔

۵۵۔ حضرت علی شہید علی الخلق ہیں یعنی لوگوں کے اعمال دیکھتے ہیں۔

۵۶۔ حضرت علی وہ حافظ احکام دین ہیں جنھوں نے اپنے عہد حکومت میں اپنی کسی ذاتی غرض یا کسی رو رعایت سے کبھی حکم خدا اور رسول کی خلاف ورزی نہیں کی۔

۵۷۔ علی میں اضداد صفتیں پائی جاتی تھیں وہ معرکۂ کارزار میں سب سے زیادہ قوی محراب عبادت میں سب سے زیادہ کمزور دل، کفار کے مقابل حد درجہ سخت۔ مومنین

کے مقابل حد درجہ نرم۔ اپنے لئے سوکھی روٹی دوسروں کیلئے لذیذ غذا پسند کرنیوالے تھے۔

۵۸۔ مسجد نبوی کی طرف کھلنے والے سب دروازے بند کر دیئے گئے مگر حضرت علی کے گھر کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہا۔

۵۹۔ رسول خدا کی وفات کے وقت حضرت علی آپ کے ساتھ ایک چادر میں لیٹے ہوئے تھے۔

علامہ اقبال حضرت علی علیہ السلام کے حضور میں

تحریر و ترتیب ــــــــــ محمد وصی خاں

اردو فارسی ادب کی تاریخ میں علامہ اقبال (مرحوم) کی شخصیت ایک ستون کی حیثیت رکھتی ہے۔ ان کا مجموعۂ کلام آج بھی دنیائے ادب میں لافانی اہمیت کا حامل ہے آپ کو ائمہ معصومین علیہ السلام سے بہت عقیدت تھی۔ آپ نے اپنے کلام بلاغت نظام کے ذریعہ جگہ جگہ دنیا والوں کو ان عظیم الشان شخصیتوں کی زندگی سے درس اور سبق کا راستہ دکھایا ہے آپ عاشقان حضرت علی علیہ السلام تھے۔

علامہ اقبال کے نزدیک حضرت علی علیہ السلام مذہب عشق کے رکن اعظم ہیں۔ اوران کا سینہ اسرار الٰہیہ کا محفوظ خزینہ ہے۔ درحقیقت ڈاکٹر صاحب حضرت علی علیہ السلام کے عشق خدا اور رسول اور خدمات اسلامی کی بنا پر اس قدر معتقد صادق ہیں کہ راہ ہدایت کے ذرائع میں انہیں آنحضور صلعم اور ان کی ذات ستودہ صفات کے علاوہ کوئی تیسرا دکھائی ہی نہیں دیتا آپ کو محبت تمام اصحاب رسول صلعم سے ہے لیکن حضرت علی علیہ السلام سے خصوصی محبت تو آنحضور صلعم کی محبت کے ساتھ عشق کی معراج پر پہنچ گئی ہے۔

حضرت علی علیہ السلام کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت جاگزیں تھی چنانچہ اسی محبت کے فیض کی بدولت آپ نے اپنے فقر کی کبھی پرواہ نہ کی اور خشک نان جویں پر زندگی گزارتے ہوئے تمام غزوات میں اپنے خدائی مدد یافتہ طاقت ور ہاتھ میں ذوالفقار سنبھالے دین حق کے اثبات اور دین باطل کے ابطال میں مصروف رہے لہٰذا مسلمانوں کو بھی چاہیئے کہ وہ دنیا میں جو کی روٹی کھاتے ہوئے اپنے فقر کا خیال نہ کرے اور مالک حقیقی سے محبت کا رشتہ جوڑ کر اثبات حق کے لئے کوشاں رہے۔

آپ بھی علامہ موصوف کے کلام سے باخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ آپ نے جگہ جگہ اشعار کے لئے حیدری نعرہ لگاتے ہوئے عالم انسانیت کو کیا کیا درس دیا ہے۔

دلوں کو مرکزِ مہر و وفا کر　　حریمِ کبریا سے آشنا کر
جسے نانِ جویں بخشی ہے تونے　　اسے بازوئے حیدر بھی عطا کر

کبھی تنہائی کوہ و دمن عشق　　کبھی سوز و سرور و انجمن عشق
کبھی سرمایۂ محراب و منبر　　کبھی مولا علی خیبر شکن عشق

مسلم اوّل شہ مرداں علی　　عشق را سرمایۂ ایماں علی

اللہ اللہ بائے بسم اللہ پدر　　معنی ذبح عظیم آمد پسر

جہاں سے پلتی تھی اقبال روحِ قنبر کی　　ہمیں بھی ملتی ہے روزی اسی خزینے سے
ہمیشہ ورد زباں ہے علی کا نام اقبال　　کہ پیاس روح کی بجھتی ہے اس نگینے سے

یہ پوچھتے کیا ہو مذہب اقبال　　یہ گنہگار بوترابی ہے

فیضِ اقبال ہے اسی در کا　　بندہ شاہ لافتیٰ ہوں میں

نجف میرا مدینہ ہے، مدینہ ہے مرا کعبہ　　میں بندہ اور کا ہوں امتِ شاہ ولایت ہوں

دارا و سکندر سے وہ مردِ فقیر اولیٰ　　ہو جس کی فقیری میں بوئے اسد اللّٰہی

ہر کہ دانائے رموزِ زندگیست　　سرِ اسمائے علی داند کہ چیست

مرسلِ حق کرد نامش بوتراب　　حق یداللہ خواند در ام الکتاب

ہر کہ در آفاق گردد بوتراب　　باز گرداند ز مغرب آفتاب

یہ ہے اقبال فیضِ ذکرِ نامِ مرتضیٰ جس سے — نگاہِ فکر میں خلوت سرائے لامکاں تک ہے

گرچہ ہر مرگ است بر مومن شکر — مرگِ پورِ مرتضیٰ چیزے دگر

مرے لئے ہے فقط زورِ حیدری کافی — ترے نصیب فلاطوں کی تیزیٔ ادراک

شیرِ حق این خاک را تسخیر کرد — این گلِ تاریک را اکسیر کرد

مرتضیٰ کز تیغ او حق روشن است — بوتراب از فتحِ اقلیمِ تن است

می شناسی معنیٔ کرار چیست — این مقامی از مقاماتِ علی است

خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوۂ دانشِ فرنگ — سرمہ ہے میری آنکھ کا خاکِ مدینہ و نجف

نہ ستیزہ گاہ جہاں نئی — نہ حریف پنجہ فگن نئے
وہی فطرتِ اسد اللہی — وہی مرحبی وہی عنتری

مٹایا قیصر و کسریٰ کے استبداد کو جس نے — وہ کیا تھا؟ زورِ حیدر، فقرِ بوذر، صدقِ سلمانی

ذاتِ او دروازۂ شہرِ علوم — زیرِ فرمانش حجاز و چین و روم

از خود آگاہی یداللہی کند — از یداللہی شہنشاہی کند

تنِ خاکی کے خیبر کو کیا اکسیر حیدر نے — اسی بے نور مٹی کو کیا اکسیر حیدر نے

علی جس کی تلوار نے جہاں میں حق کو چمکایا — ہوا جب فاتحِ تن بوتراب اسوقت کہلایا

پیش او نہ آسماں نہ خیبر است   ضربت او از مقام حیدر است

ہزار خیبر و صد گونہ اژدر است اینجا   نہ ہر کہ نان جویں خورد حیدری داند

وہ شمع بارگہ خاندان مرتضوی   رہے گا مثل حرم جس کا آستاں مجھکو
نفس کے جسکے کھلی میرے آرزو کی کلی   بنایا جس کی مروت نے نکتہ داں مجھکو

نعرۂ حیدر نوائے بوذر است   گرچہ از حلق بلال و قنبر است

ہے اسکی طبیعت میں تشیع بھی ذراسا   تفضیل علی ہم نے سنی اسکی زبانی

تری خاک میں ہے اگر شرر تو خیال فقر و غنا نہ کر   کہ جہاں میں نان شعیر پر ہے مدار قوت حیدری

دل میں ہے مجھ بے عمل کے داغ عشق اہلبیت   ڈھونڈتا پھرتا ہے ظلّ دامن حیدر مجھے

ہوں مرید خاندان خفتۂ خاک نجف   موج دریا آپ لیجائیگی ساحل پر مجھے

زیر پاش اینجا شکوہ خیبر است   دست او اوینجا قسیم کوثر است

دل بیدار فاروقی، دل بیدار کراری   مس آدم کے حق میں کیمیا ہے دل کی بیداری

دین او، آئین سوداگری است   عنتری اندر لباس حیدری است

کور را بیندہ از دیدار کن   بولہب را حیدر کرار کن

حکم حق را در جہاں جاری نہ کرد   نانے از جو خورد و کراری نکرد

باوطن پیوست و از خود درگذشت — دل بہ رستم داد و از حیدر گذشت

امیر قافلہ سخت کوش و پیہم کوش — کہ در قبیلۂ ما حیدری ز کراری است

گہے باحق درآمیزد گہے باحق درآویزد — زمانے حیدری کردہ زمانے خیبری کردہ

بڑھ کے خیبر سے ہے یہ معرکۂ دین و وطن — اس زمانے میں کوئی حیدر کرار بھی ہے

یا عقل کی روباہی یا عشق ید اللٰہی — یا حیلۂ افرنگی یا حملۂ ترکانہ

جمال عشق و مستی نے نوازی — جلال عشق و مستی بے نیازی
کمال عشق و مستی ظرف حیدر — زوال عشق و مستی حرف رازی

امارت کیا شکوہ خسروی بھی ہو تو کیا حاصل — نہ زور حیدری تجھ میں نہ استغنائے سلمانی

خدا نے اس کو دیا ہے شکوہ سلطانی — کہ اس کے فقر میں ہے حیدری و کراری

مقصد لحمک لحمی پہ کھلی ان کی زباں — یہ نوا کی راہ سے تجھ کو بھی برا کہتے ہیں

سینۂ پاک علی جن کا امانت دار تھا — اے شہ ذی جاہ تو واقف ہے ان اسرار سے

کرم کرم کہ غریب الدیار ہے اقبال — مرید پیر نجف ہے غلام ہے تیرا

بے جرأت رندانہ ہر عشق ہے روباہی — بازو ہے قوی جس کا وہ عشق ید اللٰہی

سندھی قدیم محبانِ حضرت علی ہیں

انصار حسین واسطی

وادیٔ سندھ کی تہذیب اتنی ہی قدیم ہے جتنی خود حیات انسانی کی مدت کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت آدم لنکا سے جدہ کی طرف سفر کرتے ہوئے وادیٔ سندھ سے گزرے تھے۔ جب یونان، عرب، چین اور مصر کی تہذیبیں شباب پر تھیں عین اسی وقت سندھی تہذیب بھی اپنے عروج پر نظر آتی ہے۔ مدت دراز تک راجگان ہند کی نگاہیں سلطنت سندھ کی، جانب رہتی تھیں۔ یہی زمین ہے جو سکندر اعظم کو اپنی طرف کھینچ لائی۔ اسی سندھ سے ایرانی مدد کے طالب رہتے تھے۔

ظہور اسلام کے بعد مصر، چین اور یونان کی تہذیبیں ماند پڑ گئیں مگر جب عرب میں اسلام کی صبح نمودار ہوئی تو اس صبح کی کرنیں سندھ پر بھی پڑیں۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود سے روایت ہے کہ آنحضرت کے صحابہ میں "زط" (جاٹ) بھی شامل تھے۔

حضرت علی علیہ السلام کا زمانہ گو کہ خانہ جنگیوں کا زمانہ تھا مگر اس کے باوجود آپ نے سرزمین سندھ کو بطور خاص اپنی توجہ کا مرکز بنایا اور ثاغر بن دعور کو ایک لشکر کے ساتھ ۳۸ھ میں سندھ کی طرف اس ہدایت کیساتھ روانہ فرمایا کہ کشت وخون سے حتی الامکان دور رہنا کیونکہ آپ نے اس لشکر کی روانگی صرف تبلیغ دین اور استواری تعلقات کے لئے کی تھی نہ کہ فتوحات و ہوس ملک گیری کے لئے۔ یہ قافلہ سندھ کی طرف بڑھ رہا تھا کہ سندھ کی سرحد کیکانان اور کوہ پایہ کے مقام پر بیس ہزار پہاڑی قبائل نے لشکر اسلام کی راہ میں مزاحمت کی۔ اس موقع پر صاحب تذکرۃ الکرام کا بیان ملاحظہ ہو۔ صاحب تحفہ نے لکھا ہے "لشکر اسلام جب نعرۂ تکبیر بلند کر کے آگے بڑھا تو یہ پہاڑی خوفزدہ ہو کر بھاگے اور کچھ نے امان طلب کر کے اسلام قبول کر لیا۔ اسی زمانے میں اپنے ایک اور شیعہ کو سندھ کی طرف خیر سگالی کے دورے پر روانہ کیا جن کا نام مورخین نے حضرت حارث بن مرہ لکھا ہے۔ یہ حارث بن مرہ عبدی قبیلہ ربیعہ سے تعلق رکھتے تھے اور جنگ صفین میں امیر المومنین امام المتقین حضرت علی علیہ السلام کی طرف سے میمنہ

کے سپہ سالار تھے۔ روایت ہے کہ جب اسد اللہ الغالب العلی ابن ابی طالب کی شہادت کی خبر پا کر لشکر اسلام واپس ہوا ہے تو جناب حارث بن مرہ حضرت علی کی ہدایت کے مطابق سندھ میں ہی ٹھہر گئے تھے۔

قدیمی تعلقات کا مزید ثبوت

جب حر ریاحی نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی راہ میں مزاحمت کی تو آپ نے اپنی شرائط میں ایک شرط یہ رکھی تھی کہ مجھ کو سندھ (ہند) کی طرف جانے دو۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کا یہ جملہ خصوصی تعلق کی طرف واضح اشارہ کرتا ہے حضرت، امام حسین کے ساتھ جام شہادت نوش فرمانے والوں میں ایک سندھی بھی تھا۔ حضرت امام زین العابدینؑ کی زوجہ سندھی تھیں۔ جناب زید شہید ان ہی سندھی خاتون کے بطن سے تھے اس طرح زیدی سادات ننھیالاً سندھی ہیں۔ حضرت زید شہید کے جاں نثار ساتھیوں میں اکثر سندھی تھے۔ بنی امیہ نے جبر و تشدد کے ذریعہ آپ کے جس ساتھی سے آپ کی قبر کا پتہ معلوم کیا تھا یہ بھی سندھی ہے اور اس کا نام یحیٰی بن صنعا ہے "صاحب عمدۃ الطالب فی الانساب ابیطالب" کی تحقیق کے مطابق ائمہ علیہم السلام کی اکثر بیویاں سندھی تھیں اس طرح سندھی ائمہ اطہار کے خاندان سے بھی تھے اور جاں نثار و وفا شعار بھی۔

سادات و شیعیان حیدر کرار کا سندھ میں داخلہ

جب جناب زید رحمۃ اللہ علیہ شہید ہو گئے اور سادات و شیعان علی کے قتل عام کا اعلان کر دیا گیا تو سادات و طرفداران علی علیہ السلام نے سرزمین سندھ کو پناہ گاہ بنایا۔

سندھ میں داخل ہونے والے پہلے شیعہ حارث بن مرہ ہیں اور روایت ہے کہ ۴۱ھ میں حضرت عقیل علیہ السلام کی ایک صاحبزادی ہجرت کر کے سندھ میں تشریف لے آئی تھیں۔ جو سندھ میں کچھ عرصہ قیام کے بعد لاہور تشریف لے گئیں۔ لاہور میں آپ کا روضہ مبارک لاکھوں افراد کی امیدوں کا تکمیل کا مرکز بنا ہوا ہے۔ محمد بن قاسم نہ صرف شیعہ تھا بلکہ تحریک تشیع کا اہم ترین رکن تھا۔ زیر نظر مضمون میں سرزمین سندھ پر انقلابات لانے والوں اور سندھ کی قسمت بدلنے والوں میں چند کے نام یہ ہیں۔

حضرت عثمان مروندی لعل شہباز قلندر، شاہ عبداللطیف بھٹائی۔ ان دونوں حضرات نے سندھ میں ادب، ثقافت اور تصوف کی راہوں میں ایک نئی روح پھونکی خصوصاً

لعل شہباز قلندر کا حلقہ ارادت پورے برصغیر و ایران تک پھیلا ہوا ہے۔ حضرت صفی الدین گاذرونی سندھ میں پہلے صوفی ہیں۔ ان کے بعد مخدوم سید جلال الدین سرخ بخاری ہیں۔ یہ زیدی سید ہیں اور عظیم صوفی و ولی ہیں کہ آپ کی ذات سے سندھ نے پوری طرح فیض حاصل کیا۔ آپ کی اولاد میں صوفیا کا ایک طویل سلسلہ ملتا ہے جن میں چند نام یہ ہیں۔ سید احمد کبیر، مخدوم جہانیاں جہاں گشت، مخدوم راجو قتال، مخدوم سید ناصر الدین محمود وغیرہ۔

دیگر قابل ذکر اسماء یہ ہیں۔ جناب شمس تبریزی، سید علاؤ الدین ابو عبد اللہ علی بن سعید یہ بھی زیدی سادات سے ہیں۔ میر میراں رضوی، سید بدر الدین نقوی، میر ابو الغیث امیر تیمور کے پوتے۔ سید صنعانی بن سید مرتضیٰ کاظمی، میر معصوم صاحب تاریخ معصومی، سید میر محمد صاحب ترخان نامہ، میر زین الدین صاحب حرز البشر، میر علی شیر قانع صاحب، تحفتہ الکرام و فتح نامہ، میر محمد عظیم ٹھٹھوی صاحب دیوان تاپور خاندان، شیخ مبارک آبھی سندھ کے چشم و چراغ تھے جو بعد میں، اکبر اعظم کے مشیر خاص ہوئے اور جن کے صاحبزادے ابو الفضل و فیضی اکبری نورتن کے اہم رکن قرار پائے۔

ہجرت کر کے آنے والے سادات کی پہلی منزل ٹھٹھہ تھا۔ زیر نظر مضمون میں ٹھٹھہ کی طرف آنے والے اہم افراد کے ناموں کا ذکر بھی ناممکن ہے اس لئے صرف خاندانوں کا نام درج کیا جا رہا ہے ٹھٹھہ شہر میں داخل ہونے والے اور بسنے والے سادات کے سلسلے یہ ہیں سادات شیرازی، سادات مشہدی، سادات ماژندرانی، سادات سبزواری، سادات کاشانی، سادات بلگرامی، علوی سادات، حسینی سادات، زیدی سادات عابدی سادات، نقوی سادات، تقوی سادات، رضوی سادات اور کاظمی سادات۔

سندھیوں کے گلہائے عقیدت

سرزمین سندھ کے شعراء بھی اہلبیت اطہار علیہم السلام کی خدمت میں گلہائے عقیدت پیش کرنے میں کسی سے پیچھے نہیں رہے۔ چنانچہ لعل شہباز فرماتے ہیں۔" حیدری ام قلندرم مستم بندہ مرتضےٰ علی ہستم۔

شاہ بھٹائی فرماتے ہیں۔ یگا کوٹ کفار جا اچی علی شیر

جانب جمالی کا ایک شعر۔ آءُ معجزہ وچوان تو مسلکلکشا جو تئی عالم

بہ اظہار خیبر فتح فائق کیو کائی سپ کفار

احمد علی شاہ کا شعر:۔

مرتضےٰ بجو مرتبہ معلوم مرسل جام کی ہے ان جی عزت بجو نہ اطلاع اھ خاص وعام کی

عثمان کلہوڑی : ھو علی شیر اللہ جو اعلیٰ ساٹی اقبال

شاہ بچل : علی ولي تو منکر ماڙي بت ڀيمي ٿو مھتو ن سنڌاري

عظیم ٹھٹھوی : خانہ زاد خدا وصی نبی — آخ نہ ان علی ولی اللہ
مرد را مرد راہ حق سازد — شاہ مرداں علی ولی اللہ

شاہ جہانگیر ہاشمی : شاہ ولایت علی مرتضیٰ — شیر خدا ابن عم مصطفیٰ

علی شبیر فارغ : باشد میان محفل قدوسیاں مدام — نام علی وظیفہ ارواح چوں سپاس

سرزمین سندھ پر آثار مرتضوی

تاغرین بن دعورا کے اسلامی لشکر نے پہاڑی بلوچوں سے مقابلے کے دوران جس مقام پر نعرۂ تکبیر بلند کیا تھا۔ اس مقام کو اب لاہوت لامکاں کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ بارھویں ہجری کے اختتام تک زمانۂ جنگ میں اس مقام سے نعرۂ تکبیر کی آواز آتی تھی۔ یہ مقام آج بھی زیارت گاہ خاص وعام ہے۔ مشہور ہے کہ حضرت علی اس مقام پر بنفس نفیس تشریف لائے۔ اس مقام پر کئی ایسے نشانات موجود ہیں۔ یہاں ایک غار ہے جس کے متعلق مشہور ہے کہ اس غار سے مکہ معظمہ اونٹ کے تین دن کے سفر پر واقع ہے۔

قدم گاہ مولا علی علیہ السلام

پتھروں پر حضرت علی کے قدموں کے نشانات سندھ میں کئی جگہ موجود ہیں۔

حیدرآباد اور مکلی کے نشانات کی زیارت عام ہے۔ مکلی میں قدم گاہ سے منسلک ایک قدیمی مسجد اور امام بارگاہ موجود ہے جو فن تعمیر کا اعلیٰ شاہکار ہے۔

حضرت علی کا کنواں

سیہون کے نزدیک ایک کنواں ہے جس کا پانی نعرۂ حیدری لگانے سے جوش مارتا ہے اور زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

محبان علی ہونے کا سندھیوں کو بجا طور پر فخر حاصل ہے چونکہ ایران کے بعد سندھ کو اولیت حاصل ہے۔ ایران اگر حضرت امام حسین علیہ السلام کی سسرال ہے تو سندھ حضرت امام زین العابدین کی سسرال۔ ایران میں روضہ حضرت امام حسین علیہ السلام ہے تو سندھ میں حضرت علی کا فیض عام ہے اور یہ فخر تو صرف سندھیوں ہی کو حاصل ہے کہ

حضرت علی علیہ السلام نے اپنا پرچم سندھ سے جانے والے ایک وفد کو عنایت فرمایا جس کا عکس سندھ کے چپہ چپہ پر نظر آتا ہے اور جس کی مناسبت سے سندھیوں کی غالب اکثریت خود کو مولائی کہتی ہے۔

مخصوص تبرکات

اوچ (بہاولپور) کے خانوادۂ بخاریہ میں چند نوادرات و تبرکات آج تک محفوظ ہیں جن کی تفصیل یہ ہے:۔

۱۔ آنحضرت کی دستار مبارک
۲۔ پنجتن پاک کی چادر (کساء یمنی)
۳۔ جناب سیدہ کی ردائے مبارک
۴۔ حضرت حسنین کی تلواریں۔ قمقام و صمصام

اوچ کا خانوادہ گیلانیہ میں بھی چند تبرک محفوظ ہیں جن کی تفصیل یہ ہے:۔
جناب رسول خدا کا نقش قدم مبارک اور حضرات حسنین علیہم السلام کے دست مبارک سے لکھے ہوئے بعض حصص قرآن مجید۔

تحریر و ترتیب - محمد وصی خاں

حضرت علی علیہ السلام کی برجستگی

حضرت علی علیہ السلام خطیب منبر سلونی تھے۔ آپ ہر علم میں کمال کے درجہ پر فائز تھے لوگ آپ کی خدمت میں طرح طرح کے سوالات کرتے تھے۔ آپ ان سوالوں کا فوراً اور اسی وقت بڑا عالمانہ جواب عنایت فرماتے تھے۔ اکثر آپ خود ہزاروں لوگوں کے مجمع میں منبر رسول پر بیٹھ کر خود لوگوں سے ارشاد فرماتے رہتے تھے تم لوگوں کو جو کچھ پوچھنا ہے وہ مجھ سے پوچھ لو قبل اس کے کہ میں تمہارے درمیان سے اٹھ جاؤں۔

اس سلسلہ میں جناب امیر علیہ السلام کے چند واقعات آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔ (۱) ایک دفعہ جناب امیر کی خدمت میں ایک شخص نے سوال کیا۔

سوال: مشرق و مغرب کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟ میرے مولا نے فوراً جواب دیا۔

جواب: سورج کی ایک روز کی مسافت کے برابر

(۲) ایک بار فرقہ خوارج کے دس علماء نے آکر کہا ہم سب مل کر آپ سے ایک سوال کریں گے۔ آپ ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ اس سوال کا جواب دیجئے۔ میرے مولا نے ارشاد فرمایا ایسا ہی ہوگا۔

سوال: علم بہتر ہے یا مال؟

(۱) علم بہتر ہے۔ مال متروکات فرعون سے ہے اور علم میراث انبیاء ہے۔

(۲) علم بہتر ہے۔ مال کی تم حفاظت کرتے ہو اور علم تمہاری حفاظت کرتا ہے۔

(۳) علم بہتر ہے۔ مال خرچ کرنے سے کم ہوتا ہے اور علم خرچ کرنے سے زیادہ ہوتا ہے

(۴) علم بہتر ہے۔ مال والے کے دشمن زیادہ ہوتے ہیں اور علم والا ہر دلعزیز ہوتا ہے

(۵) علم بہتر ہے۔ مال دار بخیل ہوتا ہے اور صاحب علم کریم

(۶) علم بہتر ہے۔ مال چوری ہو جاتا ہے اور دولت علم ہمیشہ کیلئے محفوظ ہے۔

(۷) علم بہتر ہے۔ مال کیلئے حساب ہے۔ علم کیلئے کچھ بھی نہیں۔

(۸) علم بہتر ہے۔ مال کہنہ و فرسودہ ہو جاتا ہے اور علم نقصان سے بری ہے۔

(۹) علم بہتر ہے۔ مال والے کا قلب سیاہ ہو جاتا ہے اور علم والے کا دل منور رہتا ہے

(۱۰) علم بہتر ہے۔ مال کی کثرت آدمی کو فرعون بنا دیتی ہے اور علم والے کی معرفت بڑھتی ہے

(۳) ایک دفعہ حضرت عمر کے پاس شاہ روم نے کچھ سوال لکھ کر بھیجے۔ حضرت عمر نے ان سوالات کو صحابہ کے آگے پیش کیا لیکن ان میں سے کوئی ان کا جواب نہیں دے سکا۔ پھر انہوں نے وہ سوالات حضرت علی کی خدمت میں پیش کئے۔ آپ نے فوراً ایسے بہترین جواب دے دیئے جن سے بہتر کوئی جواب نہیں ہو سکتا تھا۔

پہلا سوال: وہ کون سی چیز ہے جو اللہ نے خلق نہیں کی۔؟

جواب: وہ شے جس کو اللہ نے خلق نہیں کیا۔ قرآن ہے کیونکہ وہ اس کا کلام ہے اور اس کی ایک صفت ہے اسی طرح دوسری آسمانی کتابیں اس کی مخلوق ہیں کیونکہ خداوند عالم قدیم ہے اس کی صفات بھی قدیم ہے۔

دوسرا سوال: وہ کون سی شے ہے جس کو اللہ نہیں جانتا۔؟

جواب: وہ بات جو اللہ نہیں جانتا وہ بات ہے جس کو تم اللہ کے لئے ثابت کرتے ہو اور کہتے ہو کہ اللہ کا بیٹا ہے، بیوی ہے، شریک ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے نہ تو کسی کو اپنا بیٹا بنایا اور نہ کوئی اس کا شریک ہے نہ وہ کسی کا باپ ہے نہ کسی کا بیٹا۔

تیسرا سوال: وہ کون سی شے ہے جو اس کے پاس نہیں۔؟

جواب: جو چیز اللہ کے پاس نہیں وہ ظلم ہے۔

چوتھا سوال: وہ کیا شے ہے جو پوری کی پوری دہن ہے۔

جواب: وہ چیز جو ہمہ تن دہن ہے آگ ہے۔ جو چیز اس میں ڈال دی جائے اسکو کھا جاتی ہے۔

پانچواں سوال: وہ کیا شے ہے جو ساری کی ساری پیر ہے۔؟

جواب: وہ چیز جو ہمہ تن پیر ہے وہ پانی ہے۔

چھٹا سوال: وہ کیا شے ہے جو ہمہ تن آنکھ ہے۔؟

جواب: وہ چیز جو پوری کی پوری آنکھ ہے وہ سورج ہے۔

ساتواں سوال: وہ کیا شے ہے جو ہمہ تن پر ہے۔؟

جواب: وہ چیز جو پوری کی پوری پر ہے وہ ہوا ہے۔

آٹھواں سال: وہ کون مرد ہے جس کا کوئی خاندان نہیں؟

جواب: وہ شخص جس کا خاندان نہیں وہ حضرت آدم ہیں۔

نواں سوال: وہ کون سی چار چیزیں ہیں جو ماں کے رحم میں نہیں رہیں۔؟

جواب: وہ چار چیزیں جو ماں کے رحم میں نہیں رہیں وہ عصائے حضرت موسیٰ، حضرت ابراہیم کا مینڈھا جو قربانی کیلئے جنت سے آیا تھا۔ حضرت آدم اور حضرت حوا ہیں۔

دسواں سوال: وہ کون سی چیز ہے جو سانس لیتی ہے لیکن اس میں روح نہیں۔؟

جواب: وہ چیز جو بغیر روح کے سانس لیتی ہے صبح ہے جیساکہ خداوندکریم اپنی کتاب میں ارشاد فرماتا ہے" صبح کی قسم! جب کہ وہ سانس لیتی ہے۔

گیارہواں سوال بتائیے کہ ناقوس (گھنٹہ) کیا کہتا ہے؟

جواب: جناب امیر نے اس کے جواب میں پوری نظم "صدائے ناقوس" پڑھی جس کے چند شعر عربی کے مع اس کا منظوم ترجمہ لکھ رہا ہوں۔

اب رہا ناقوس تو وہ یہ کہتا ہے۔

سبحان اللہ حقاً حقاً	پاک ہے اللہ خالق سب کا، برحق ہے یہ میرا کہنا (بیشک ہے)
ان المولیٰ صمد یبقیٰ	وہ سب کا آقا، سارا جہاں محتاج ہے اس کا
حقاً حقاً صدقاً صدقاً	تا بہ ابد باقی وہ رہے گا، برحق سمجھو میرا کہنا
یحکم عنا رفقاً رفقاً	کلمہ کلمہ سب ہے سچا، حلم ہے وہ ہم سب پر کرنا
لولا حلمہ کنا نشقا	رہتے ہم بدبخت ہمیشہ، حلم جو اس کا ہم پر نہ ہوتا

اس ہی طرح اور بہت سے اشعار ہیں۔

بارہواں سوال: وہ کون سا مسافر ہے جس نے صرف ایک دفعہ سفر کیا۔؟

جواب: وہ مسافر جس نے صرف ایک دن سفر کیا۔ طور سینا ہے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جبکہ بنی اسرائیل نے سرکشی اختیار کی۔ خداوندکریم کے حکم سے پہاڑ کا ٹکڑا ان کے سروں پر مسلط کردیا۔ بنی اسرائیل نے یہ گمان کیا کہ وہ ان پر اب گرا اور جب گرا اس وقت کے نبی نے ان سے کہا کہ ایمان لاؤ ورنہ یہ تمہارے سروں پر گرتا ہے پس جس وقت انھوں نے توبہ کی، خداوند عالم نے اس کو دوبارہ اپنی جگہ واپس کردیا۔

تیرھواں سوال: وہ کون سا درخت ہے جس کے سایہ میں مسافر اگر سو سال بھی سفر کرے تو اس کے سایہ سے نہیں نکل سکتا اور اس کی مثال اس دنیا میں کیا چیز ہے۔

جواب: وہ عظیم الشان درخت جس کے سایہ میں مسافر سو برس راہ طے کرے وہ شجر طوبیٰ

ہے جو ساتویں آسمان پر واقع ہے۔ یہ درخت جنت کے درختوں میں سے ایک ہے محلات و مکانات میں سے کوئی قصر و مکان ایسا نہیں جس پر اس درخت کی شاخیں نہ پھیلی ہوں۔ اس درخت کا نمونہ دنیا میں سورج ہے جس کی اصل ایک لیکن اس کی روشنی سب جگہ ہے۔

چودھواں سوال: وہ کون سا درخت ہے جو بغیر پانی کے روئیدہ ہوا۔؟

جواب: وہ درخت جو بغیر پانی کے روئیدہ ہوا وہ شجر یونس ہے جیسا کہ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے ہم نے یونس پر درخت کدو اگایا۔

پندرہواں سوال: وہ کون سی جگہ ہے جہاں سورج ایک مرتبہ سے زیادہ طالع نہیں ہوا۔

جواب: وہ جگہ جہاں سورج صرف ایک مرتبہ چمکا وہ اس سمندر کی زمین ہے جس کو خداوند عالم نے حضرت موسیٰ کے لئے چیرا تھا۔ آپ کے گزرنے کے بعد دوبارہ اپنی شکل میں ہوگیا۔

سولہواں سوال: جنت کے لوگ کھائیں گے پئیں گے لیکن بول و براز نہیں کریں گے۔ دنیا میں، اگر اس کی کوئی مثال ہو تو پیش فرمائیے؟

جواب: اہل جنت کی غذا کی مثال دنیا میں جنین ہے جو شکم مادر میں اپنی ناف کے ذریعہ کھاتا ہے پیتا ہے لیکن پاخانہ پیشاب نہیں کرتا۔

سترہواں سوال: جنت میں دسترخوان پر جو برتن ہوں گے ان میں سے ہر ایک برتن میں رنگ برنگ کی غذائیں ہوں گی۔ دنیا میں اس کی مثال کیا ہو سکتی ہے۔؟

جواب: ایک پیالہ میں کئی رنگ کی غذا کی مثال اس دنیا میں انڈا ہے جس میں دو رنگ ہوتے ہیں، سفید اور زرد لیکن وہ دونوں آپس میں ملتے نہیں۔

اٹھارہواں سوال: جنت میں ایک دانہ سیب سے حوریہ برآمد ہوگی لیکن سیب جوں کا توں باقی رہے گا۔ دنیا میں اس کی مثال کیا ہے۔؟

جواب: یہ حوریہ سیب سے برآمد ہوگی اس کی مثال دنیا میں کرم ہے جو پھل سے نکلتا ہے لیکن پھل میں اس کے نکلنے سے کوئی نقصان یا کمی واقع نہیں ہوتی۔

انیسواں سوال: وہ کون سی کنیز ہے جو دنیا میں دو آدمیوں کی ہوگی لیکن روز آخرت میں صرف ایک کی ہوگی۔؟

جواب: اس کنیز کی مثال جو دنیا میں دو شخصوں میں مشترک اور آخرت میں صرف، ایک شخص کا حصہ ہے وہ درخت خرمہ ہے جو مجھ جیسے مومن اور تجھ جیسے کافر کے درمیان مشترک ہے لیکن روز آخر وہ صرف میرا حصہ ہوگا تیرا نہیں کیونکہ وہ درخت خرمہ جنت

میں ہو گا۔ اور تو اپنے کفر کی وجہ سے جنت میں داخل نہ ہو سکے گا۔

بیسواں سوال: فرمائیے کہ جنت کی کنجیاں کیا ہیں۔؟

جواب: جنت کی کنجی یہ کلمہ ہے **لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ**

(۴) حضرت عمر کی خلافت کے زمانے میں کچھ علماء یہود ان کے پاس حاضر ہوئے ان کی خدمت میں چند سوالات پیش کئے اور ان کے جوابات کے طالب ہوئے۔ حضرت عمر نے یہ سوال حضرت علی کی خدمت میں پیش کئے۔ حضرت علی نے کہا میں ان سوالوں کا جواب ایک شرط پر دوں گا۔ اگر میں نے جواب دیدیا تو تم لوگ مسلمان ہو جاؤ گے۔ علماء یہود نے اقرار کیا کہ اگر جواب صحیح ہوئے تو ہم لوگ مسلمان ہو جائیں گے۔ اس پر میرے مولا نے کہا اب تم ایک ایک کر کے سوال کر سکتے ہو۔

"علماء یہود کے سوالات اور مولا علیؑ کے جوابات

سوال ۱: ۔ آسمان کے قفل کیا ہیں۔

جواب: ۔ آسمانوں کا قفل اللہ کے ساتھ شرک کرنا ہے کیونکہ انسان جب شرک اختیار کرتا ہے تو پھر اس کا کوئی عمل آسمان کی جانب بلند نہیں ہوتا۔

سوال ۲: ۔ آسمان کی کنجیاں کیا ہیں؟

جواب: ۔ آسمان کی کنجی کلمہ توحید ہے۔ **اشہد ان لا الٰہ الا اللہ واشہد ان محمداً عبدہ و رسولہ**

سوال ۳: ۔ اپنے ساتھی کے ساتھ چلنے والا کون ہے۔

جواب: ۔ یہ وہ مچھلی ہے جس نے حضرت یونس کو نگل لیا تھا اور ان کے ساتھ سات سمندروں میں پھرتی ہے۔

سوال ۴: ۔ وہ کون ہے جس نے اپنی قوم کو ڈرایا لیکن وہ نہ جن سے تھا نہ انس سے؟

جواب: ۔ وہ حضرت سلیمان کی چیونٹی ہے۔

سوال ۵: ۔ وہ پانچ چیزیں کیا ہیں جو زمین پر چلیں لیکن رحم مادر میں نہیں رہیں؟

جواب: ۔ وہ پانچ مخلوقات۔ آدم، حوا، ناقۂ صالح، عصائے موسیٰ اور حضرت ابراہیم کا گوسفند ہیں۔

سوال ۶: ۔ بتائیے تیتر اپنی آواز میں کیا کہتا ہے۔

جواب: ۔ تیتر اپنی آواز میں کہتا ہے **الرحمٰن علی العرش استویٰ**

سوال ۷:۔ مرغ اپنی زبان میں کیا کہتا ہے۔؟

جواب:۔ اے غافلو! اللہ کی یاد کرو۔

سوال ۸:۔ گھوڑا اپنے ہنہنانے میں کیا کہتا ہے۔؟

جواب:۔ جب مومنین کافرین سے جہاد کرنے کیلئے برآمد ہوتے ہیں تو وہ کہتا ہے، پالنے والے اپنے مومن بندوں کو کافروں پر نصرت عطا کر۔

سوال ۹:۔ مینڈک اپنی ٹرٹر میں کیا کہتا ہے۔

جواب:۔ وہ کہتا ہے پاک ہے وہ ذات معبود جس کی تسبیح و تقدیس گہرے سمندروں میں بھی کی جاتی ہے۔

سوال ۱۰:۔ شاما اپنی سیٹی میں کیا کہتی ہے۔

جواب:۔ شاما کہتی ہے اے پالنے والے محمد و آل محمد کے دشمنوں پر لعنت کرنا۔

یہ جوابات سن کر ان میں سے دو آدمی فوراً ایمان لے آئے لیکن تیسرے نے کہا اگر آپ میرے آخری سوال کا جواب دیدیں تو میرا بھی دل نور ایمان سے منور ہو جائے گا۔ میرے مولا نے کہا دریافت کرو۔

سوال:۔ وہ کون لوگ ہیں جن کو قرون گذشتہ میں خداوند کریم نے ۳۰۹ سال تک مردہ رکھا اور اس کے بعد ان کو زندہ کر دیا۔؟

جواب:۔ حضرت نے فرمایا اے یہودی! یہ اصحاب کہف ہیں۔ خداوند کریم نے ہمارے نبی پر جو قرآن نازل کیا ہے اس میں اس کا قصہ موجود ہے۔

(۵) ایک بار امیر المومنین علیہ السلام حضرت رسول خدا کے ساتھ خرمے نوش فرما رہے تھے۔ آنحضرت خرمے کھاتے جاتے تھے اور گٹھلیاں حضرت علی کے سامنے رکھتے جاتے تھے۔ جب کھا چکے تو حضرت نے صحابہ سے پوچھا۔ زیادہ خرمے کس نے کھائے ہیں؟ صحابہ نے کہا جس کے سامنے گٹھلیاں زیادہ ہیں اس نے زیادہ کھائے۔ حضرت علی نے فرمایا جس نے مع گٹھلیوں کے کھائے وہ زیادہ کھانے والا ہے (اور ایک روایت میں ہے کہ فرمایا جس کے آگے گٹھلیاں نہیں اس نے زیادہ کھایا)

تین اور سوالات اور ان کے جوابات

۱۔ ایک شخص نے آپ سے سوال کیا کہ اگر کسی شخص کو کسی مکان میں بند کر کے اس کے سارے دروازے بند کر دیئے جائیں تو رزق اس کو کس طرح پہنچیگا؟

حضرت علی نے جواب دیا۔ جہاں سے اس کی اجل آئے گی۔

۲۔ ایک دفعہ ایک کافر نے عین نمازِ عصر کے لئے تیار ہونے کے وقت آپ سے یہ سوال کیا کہ کون کون سے جانور انڈے دیتے ہیں اور کون کون سے جانور بچے دیتے ہیں۔ اس سوال سے اس کافر کا مقصد یہ تھا کہ آپ تمام جانوروں کی تفصیل بتائیں گے اور نماز جماعت کا وقت گذر جائے گا لیکن میرے مولا نے تو دو جملوں میں اس طرح جواب عطا فرمایا۔ حضرت علی نے جواب دیا۔

وہ جانور جن کے کان اندر ہیں وہ انڈے دیتے ہیں اور جن کے کان باہر ہیں وہ بچے دیتے ہیں۔

۳۔ ایک شخص نے آپ سے سوال کیا کہ انسان مجبور ہے یا مختار۔؟

حضرت علی نے فرمایا۔ اپنی ایک ٹانگ اٹھاؤ اس نے ٹانگ اٹھالی۔ پھر آپ نے فرمایا اب دوسری ٹانگ اٹھاؤ۔ اس شخص نے مجبوری ظاہر کی۔ آپ نے فرمایا بس یہی مثال مختار اور مجبور کی ہے۔

بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم

حضرت لعل شہباز قلندر آستانۂ سلطان فقر و غنا مولا مشکل کشاء علیؑ پر

ترتیب و تحریر ________ سید غلام حیدر

قارئین کرام اس سے پہلے کہ آپ اصل مضمون پڑھیں۔ میں آپکی خدمت میں کچھ باتیں جناب سید غلام حیدر صاحب کے لئے بتادوں۔ جناب سید غلام حیدر صاحب قومی دنیا میں جانے پہچانے شخص ہوتے ہیں وہ قومی معاملات و مسائل پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ آپ مرکزی تنظیم عزاء مسجد ڈ کراچی کی مجلس منتظمہ کے اہم رکن ہیں۔ جب آپ کو معلوم ہوا کہ پاکستان حیدری کونسل جشن ولادت مولائے کائنات پر ایک کتابچہ شائع کررہا ہے تو آپ بہ نفس نفیس سہون شریف تشریف لے گئے اور مزار پر حاضری دی اور وہاں کی امامیہ مسجد کے پیش نماز صاحب جناب قبلہ مولانا اصغر نجفی صاحب سے ملے اور ان سے حضرت لعل شہباز قلندرؒ کی ایک نایاب منقبت حضرت علی علیہ السلام کی شان میں حاصل کی جو میں آپکی خدمت میں پیش کررہا ہوں امید کرتا ہوں کہ میری طرح آپ بھی جناب غلام حیدر صاحب کی بے پناہ عزت کو سراہیں گے۔ محمد وصی خان

شجرہ جناب لعل شہباز قلندرؒ

سید عثمان لعل شہباز ابن سید ابراہیم بوابی بن سید شمس الدین بن سید نور شاہ بن سید محمود شاہ بن سید احمد شاہ بن سید ہادی بن سید مہدی بن سید منتخب بن سید عبدالحمید بن سید غالب الدین بن سید محمد منصور بن سید اسمٰعیل بن سید اسمٰعیل بن سید محمد عریضی بن سید اسمٰعیل عرج اکبر ابن امام سید جعفر صادق علیہ السلام۔

حالات زندگی

آپ کا نام سید عثمان مروندی قلندر لعل شہباز مشہور ہے آپ کا شجرہ مبارک پندرہویں پشت میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ملتا ہے۔ آپ کی ولادت باسعادت ماہ رجب ۵۳۸ ہجری میں ہوئی، آپ کا پہلا اسم مبارک شاہ حسین تھا۔ کیونکہ آپ کی پیدائش کی بشارت آپ کے والد سید ابراہیم بوابی کو جو مزار سید الشہداء میں دفن ہیں امام نے دی تھی۔ حضرت لعل شہباز کے والد بزرگوار کربلائے معلیٰ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا جو باغ ہے اس کے نگران اعلیٰ تھے اسی نسبت سے آپ امام زادے ہیں۔

حالات مزار مقدس

جو حضرات زیارات مقامات مقدسہ کی استطاعت نہیں رکھتے ان کے لئے یہ مقام زیارت گاہ ہے آپ کا مزار سہون شریف ضلع دادو میں ہے جو کراچی سے ۱۹۶ میل دور ہے۔ کوئٹہ جانے والی ہر ریل گاڑی اس اسٹیشن پر رکتی ہے۔ اور کراچی سے براہ حیدرآباد بذریعہ بس بھی جا سکتے ہیں سہون شریف میں مسجد اثنا عشری عقب مزار واقع ہے اور وہاں جناب مولانا اصغر علی نجفی تبلیغ پیش نماز کے فرائض انجام دیتے ہیں ایک امام بارگاہ بھی ہے۔ سہون شریف میں بلاتفریق ہر گھر میں علم لگا ہوا ہے۔ مزار پر ہر وقت قرآن خوانی ہوتی رہتی ہے۔ مقامی شیعہ حضرات بڑی عقیدت کے ساتھ درگاہ کو حرم کہتے ہیں۔ قبر کے سرہانے ایک سفید پتھر رسی میں لٹکا ہوا ہے جس کو امام زین العابدین کا گلوبند کہتے ہیں۔ اس کو دھو کر پینے سے پیٹ کے تمام امراض کو شفا ہوتی ہے۔ مزارات کے سامنے حضرت عباس کا علم نصب ہے قبر کے باہر دروازے پر دھات کی جالی لگی ہے۔ اس میں امام شافعی علیہ الرحمہ کا یہ قطعہ کندہ ہے۔

علیٌ حُبّہ الجنّۃ   قسیم النّار والجنّۃ
وصی مصطفٰے حقاً   امام الانس والجنّۃ

اور پٹینگ سے بارہ ائمہ اثنا عشری کے اسمار گرامی تحریر ہیں۔ اس پر قرآنی آیات کے علاوہ نادعلی منقش ہے۔ مدح چہاردہ معصومین علیہم السلام میں حضرت لال شہباز قلندر کی منقبت پیش خدمت ہے۔ یہ مولائے کائنات امام شش جہات علی مرتضیٰ حیدر مشکل کشا ہی کے فیوض و برکات اور نگاہ لطف و کرم کا خوشگوار انجام ہے کہ آج لعل شہباز قلندر کی عظمت و عزت، کامل ارادت و عقیدت کے ساتھ ہر جگہ دیکھنے میں آتی ہے۔ مسلم ممالک اور غیر مسلم ممالک میں ہر مقام پر اس کا نام بلند ہو رہا ہے۔ اس کی تعظیم و تکریم کی جارہی ہے اور

اس کی مدح و توصیف میں زبانیں تر کی جا رہی ہیں۔

(١)

جام مہر علی زدہ دستم — بعد از جام خود ام مستم

زنارے پاک حیدری ہستم — از دلِ پاک حیدری ہستم

حیدری ام قلندرم مستم

بندۂ مرتضےٰ علی ہستم

(٢)

از مئے عشقِ شاہ سرمستم — بندۂ مرتضےٰ علی ہستم

من بغیر از علی ندانستم — علی اللہ از ازل گفتم

حیدری ام قلندرم مستم

بندۂ مرتضےٰ علی ہستم

(٣)

اسد اللہ است ید اللہ است — ولی اللہ مظہر اللہ است

حجۃ اللہ است قدرت اللہ است — بے نظر ذاتِ اللہ است

حیدری ام قلندرم مستم

بندۂ مرتضےٰ علی ہستم

(۴)

شاہ اقلیم "ہل اتیٰ" خوانم — مالکِ تخت "قل کفیٰ" خوانم

صاحب سیف الافتیٰ خوانم — والئے تاج دو "انما" خوانم

حیدری ام قلندرم مستم

بندۂ مرتضیٰ علی ہستم

(۵)

آنچہ در وصفِ مرتضےٰ گفتم — باز قولِ مصطفےٰ گفتم

حرف حق است برشما گفتم — سراسر د برملا گفتم

حیدری ام قلندرم مستم

بندۂ مرتضےٰ علی ہستم

(٦)

برائے مدح شاہ می بویم — جز علی دیگرے نمی جویم

من علی دانم علی گویم — چوں نصیری کہ بندۂ ادیم

حیدری ام قلندرم مستم

بندۂ مرتضےٰ علی ہستم

وصی مصطفیٰ علی است بگو — بخدا رہنما علی است بگو
سرحدِ اولیا علی است بگو (۷) نورِ ایمانِ ما علی است بگو

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علی ہستم

آں علی است ساقیٔ کوثر — آں علی حاکم قضا و قدر
آں علی قاسم نعیم وسقر (۸) قنبرش رازِ جاں حیدر

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علی ہستم

سرورِ ہر کہ انبیاء باشد — پیروِ دین مصطفیٰ باشد
بیشک او شخص اولیاء باشد (۹) دردِ او نام مرتضیٰ باشد

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علی ہستم

پیر من شاہ من الست من است — نورِ ایماں حبّ شاہ من است
سایۂ لطف او پناہ من است (۱۰) صادقم شاہ من گواہ من است

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علی ہستم

بادہ مہرِ حیدری زدہ ام — تکیہ ضرب قنبری زدہ ام
کوس دین پیمبری زدہ ام (۱۱) جام لبریز حیدری زدہ ام

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علی ہستم

غیر حیدر اگر فہمی دانی — کافر است . یہودی و نصرانی
ہست نبودم نہ مسلمانی (۱۲) ہست ایماں ؟ علی نمیرانی

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علی ہستم

عاشقِ کاملانِ مستانم ‏ ہادیٔ سالکانِ عرفانم

(١٣) سرگروہِ تمام رندانم ‏ چوں سگِ کوئے شیرِ یزدانم

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علی ہستم

یا علی من ز تو ترا خواہم ‏ چوں نصیری دگر کرا خواہم

(١٤) در دو عالم بگو کرا خواہم ‏ جز تو کیست تا او را خواہم

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علی ہستم

چہاردہ تن شفیعِ عصیانم ‏ مہرِ ایشاں بجانِ ایمانم

(١٥) دم بدم نامِ ایشاں ہمی خوانم ‏ غیر ازیں چہاردہ نمی دانم

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علی ہستم

حضرت سیدۃ النساء زہرا ‏ زیب او یافت عزت و تقویٰ

(١٦) ہست معصوم او بنزدِ خدا ‏ می کنم لعن دشمنِ او را

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علی ہستم

نورِ تاباں ز مہرِ شاہِ نجف ‏ حسن المجتبیٰ بود اشرف

(١٧) دامنِ او بود مرا در کف ‏ نیست باقی مرا ز خوفِ تلف

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علی ہستم

مرتضیٰ شیرِ یزداں ہست علی ‏ شاہِ اعلیٰ ولایت ہست علی

(١٨) حضرت حسن و حسین جاں ہست علی ‏ ہر دو عالم کہ نام دلستاں ہست علی

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علی ہستم

گوہر بحرِ شاہوار علی — (۱۹) — شاہ مظلوم حسین ابن علی
چون پدر عالمِ خفی و جلی — دشمنش مظلوم را زنم زتیغِ علی

حیدری ام قلندرم مستم
بندهٔ مرتضیٰ علی ہستم

نورِ چشمِ شہید کرب و بلا — (۲۰) — عابدیں باقر است بجود و سخا
آدمِ ابتدائے آلِ عبا — نفسِ خصمش کنم بہ صبح و مسا

حیدری ام قلندرم مستم
بندہ مرتضیٰ علی ہستم

آلِ نبی صورتِ علی افعال — (۲۱) — باقر دیں پناہ نیک خصال
نطقِ او نطقِ ایزدِ متعال — دلم از مہر اوست مالامال

حیدری ام قلندرم مستم
بندهٔ مرتضیٰ علی ہستم

وارثِ دینِ پاکِ پیغمبر — (۲۲) — مذہب شرع صادق جعفر
واقفِ سرِ خالقِ اکبر — ہست تشبیہ شانِ پیغمبر

حیدری ام قلندرم مستم
بندهٔ مرتضیٰ علی ہستم

موسیٰ کاظم آن امامِ بہ حق — (۲۳) — ہست اسلام ز او رونق
دشمن است کافر مطلق — بشنو اے خارجی سگ و احمق

حیدری ام قلندرم مستم
بندہ مرتضیٰ علی ہستم

شاہِ دینِ علی رضا است بگو — (۲۴) — دحیِ نفس مصطفیٰ است بگو
بلکہ خود عینِ مرتضیٰ است بگو — خصم او دشمن خدا است بگو

حیدری ام قلندرم مستم
بندهٔ مرتضیٰ علی ہستم

انتقام از تقی امام کنم — تقی متقی امام کنم
(۲۵)
فیض او بہر خاص و عام کنم — لعن بر دشمنِ مدام کنم

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علی ہستم

قبلۂ دین من علی نقی — پاک معصوم است مثل علی
(۲۶)
مہر او ست مہر دین نبی — گشت اعدائے او لعین و شقی

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علی ہستم

حسنِ عسکری بعد او چوں حسن — انس و جاں را امام شاہِ زمن
(۲۷)
خُلق او بود چوں نبی احسن — حاسدش را منم عیاں دشمن

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علی ہستم

با صفاتِ نبی شود غالب — مہدی و ہادیٔ شہ غالب
(۲۸)
حب او ست بر ہمہ واجب — بر ظہورش منم زجاں طالب

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علی ہستم

قائمِ آلِ مصطفےٰ مہدی — قاتلِ خصمِ مرتضےٰ مہدی
(۲۹)
بخدا است امام مہدی — چوں علی مظہر خدا مہدی

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علی ہستم

چوں بہ اعدائے دیں کمر بستم — تبر حیدری بہ در دستم
(۳۰)
قاتل آں جماعت ہستم — ضرب نفسست زدم زبر دستم

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علی ہستم

چوں مسلمانم علی دانم (۳۱) در تولّا بصدق ایمانم
بر منافقاں چوں تیغ عریانم بر عدو ذوالفقار میرانم

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علی ہستم

کمترین شاہِ ذوالفقارم من (۳۲) باک از خارجی ندارم من
چوں نصیری کہ نام دارم من علی اللہ آشکارم من

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علی ہستم

من حسینی بہ حلقۂ او کہ شم (۳۳) بادشہ کوثر و تسنیم مدہوشتم
عشق شہ بردہ است از ہوشم چوں نصیری کہ بندۂ مدہوشتم

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علی ہستم

بہ ز خلد بریں رہِ نجف است (۳۴) جانِ من عازم رہِ نجف است
چشمۂ کوثرم آں شہ نجف است میرسم رہبرم شہ نجف است

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علی ہستم

بہ نجف میرسم یا شاہِ نجف (۳۵) در جہاں یافتم پناہِ نجف
سرمۂ چشم گردِ راہِ نجف میر سازد اے اللہ نجف

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علی ہستم

یا علی ولی شہ مرداں (۳۶) بحق مصطفیٰ و عزت آں
کہ بجانب بندی ہندوستاں بہ نجف زود تر مرا برساں

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علی ہستم

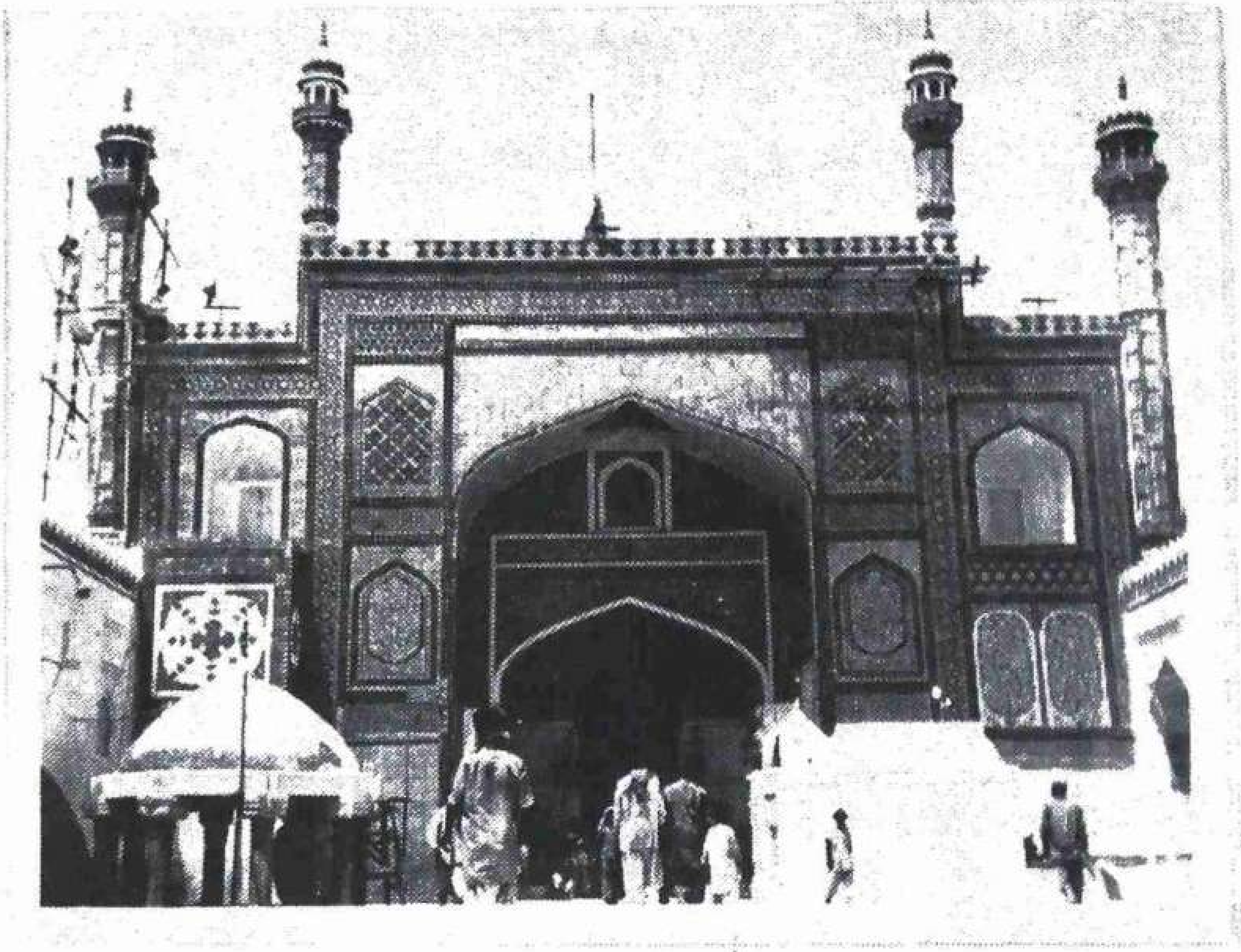

مزار لعل شہباز قلندر کا اندر کا دروازہ

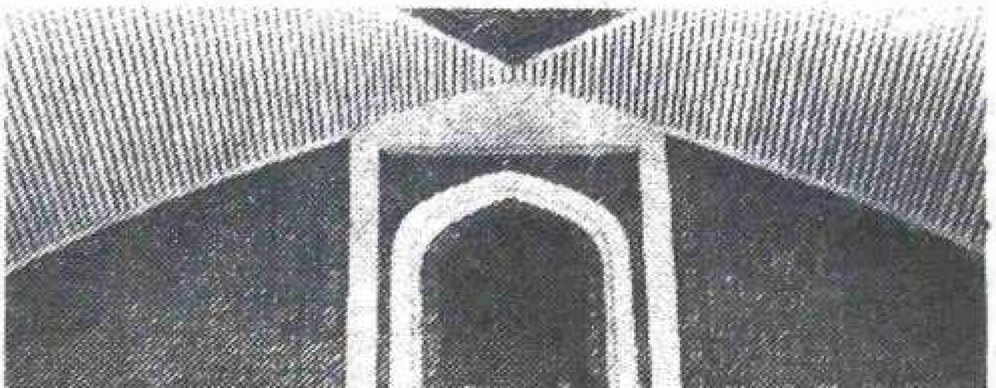

مزار لعل شہباز قلندر کا صدر دروازہ

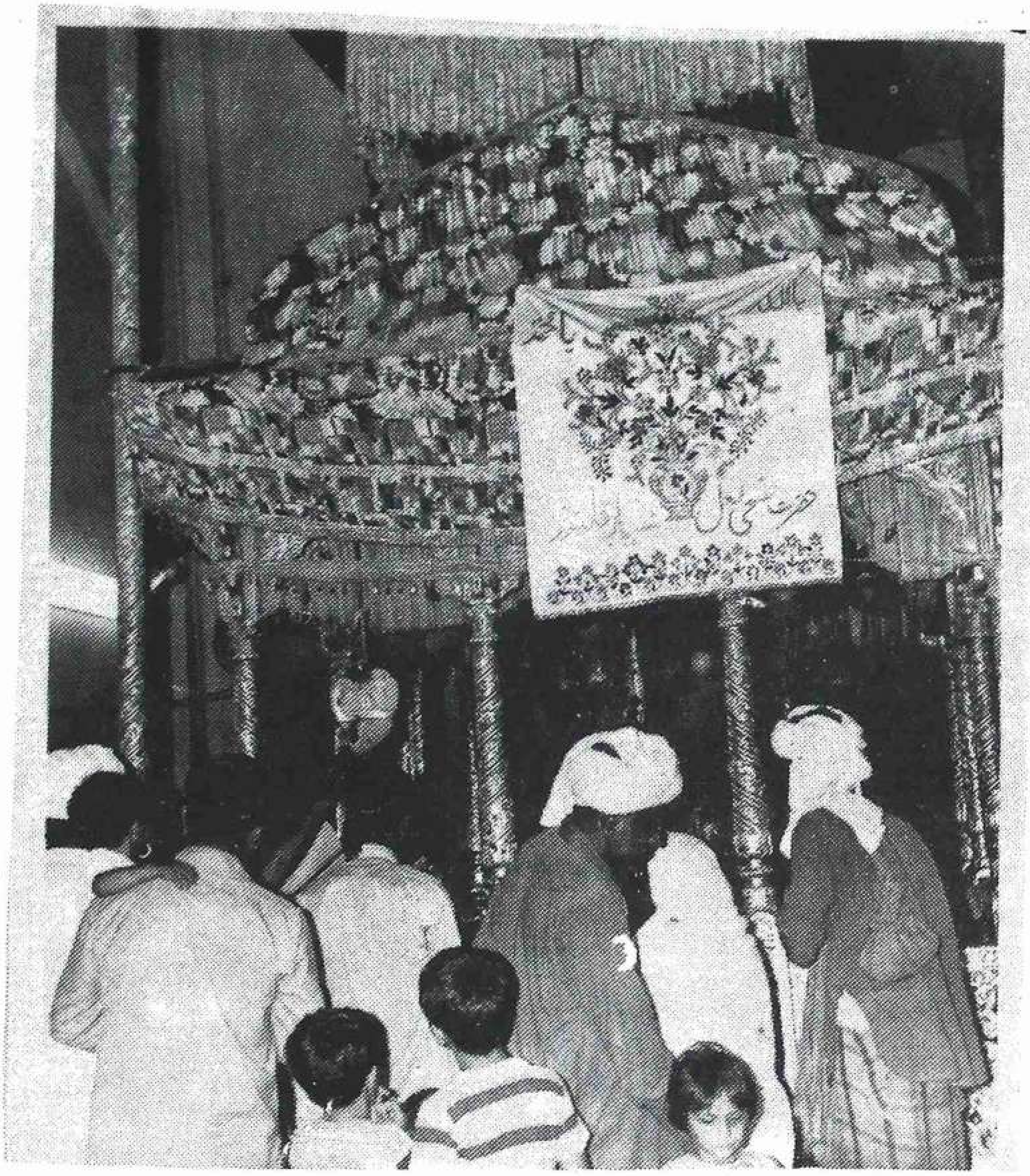

قبر کے تعویذ پر پتھر کا دل لٹکتا نظر آرہا ہے

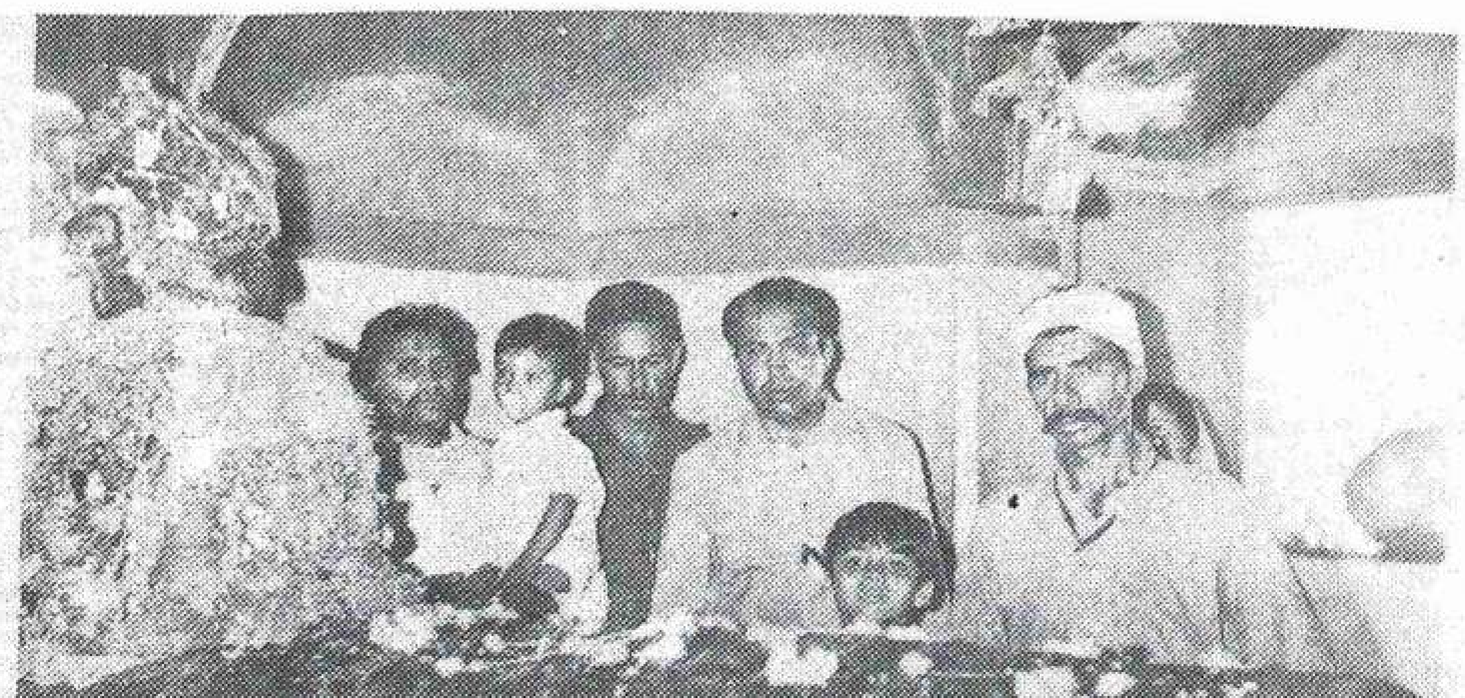

محمد وصی خاں اور ان کے صاحبزادگان مزار پر فاتحہ پڑھ رہے ہیں

اَلحقّ مَعَ عَلِیٌ وَ عَلِیٌ مَعَ الحقّ

حق علی کے ساتھ اور علی ساتھ حق کے ——————— حدیث رسولؐ

”حق“

سُلطانُ المشائخ حضرت خواجہ نظامُ الدینؒ اولیاء رحمۃُ اللہ علیہ کی نظم میں

امامت راکسی شاید کہ شاہِ اولیاء باشد
بہ زہد و عصمت و دانش مثالِ انبیاء باشد

امام دیں کسی باشد کہ چوں تاج و کمر دادش
بہ فرق از ھل اتیٰ تاج و کمر از انما باشد

امام حق کسی باشد کہ بے امرِ خدا ہرگز
نکرد ہیچ کاری او کہ آں کارِ خطا باشد

امام حق کسی باشد کہ اندر جملہ قرآں
بہ ہر آیت کہ برخوانی در مدح و ثنا باشد

امام حق کسی باشد کہ اندر مصحف رویش
نوشتہ آیت رحمت چو خط استوا باشد

امام حق کسی باشد کہ در شرع نبی یکسر
بہ ہر مشکل کہ درمانی ترا مشکل کشا باشد

امام حق کسی باشد کہ باشد جامع قرآں
نبیؐ راحجت دیرہاں بہ ہنگامِ دعا باشد

امام حق کسی باشد کہ باشد بت شکن در دیں
نہ ہمچو آں غبی بیدین کہ معبودش ریا باشد

امام حق کسی باشد کہ باشد ہمسرِ زہراؑ
چناں رفعت کہ می بینی بجز حیدر کرار باشد

امام حق کسی باشد کہ اندر دے منبر او
زمغرب شمس برگردد کہ تا فرمنش ادا باشد

میان کعبہ و زمزم ہزاراں عمر بگذاری
گرت مہر علیؑ نبود ہمہ عمرت ہبا باشد

نظام الدین حیادارد کہ گوید بندہ شاہم
ولیکن قنبر او را کمینہ یک گدا باشد

⁂

شاہ ولایتم علیؑ

حضرت شمس تبریز رحمتہ اللہ علیہ

۱

قول محمدؐی شنو راہ محمدؐی بسرد
روئے محمدیؐ بہ تا برسی بہ منتہا

شاہ ولایتم علیؑ جام شہادتم علیؑ
عین ہدایتم علیؑ راہ نمائے انبیاءؑ

ناصر انبیاء علی حاصل اولیا علیؑ
واصل کبریا علیؑ تا نکنی تو ماجرا

نقطہ ہاؑ ہو علیؑ . خازن لا و ہو علیؑ
در ہمہ شے ہو علیؑ وان کہ علی از خدا

شمس علیؑ است در دلم نور علیؑ است حاصلم
من بہ علیؑ چہ واصلم یافتہ ام سر خدا

۲

در صورت پیوند جہاں بود علیؑ بود
تا نقش زمین بود زماں بود علیؑ بود

ہم اول و ہم آخر و ہم ظاہر و باطن
ہم عابد و ہم معبد و معبود علیؑ بود

ہم آدمؑ و ہم شیثؑ و ہم ادریسؑ و ہم ایوبؑ
ہم یونسؑ و ہم یوسفؑ و ہم ہودؑ علیؑ بود

ہارون ولایت کہ پس از موسیٰؑ عمران
واللہ علی بود علیؑ بود علیؑ بود

آں شاہ سرفراز کہ اندر شب معراج
با احمد مختار یکے بود علیؑ بود

عیسیٰ بوجود آمد فی الحال سخن گفت
آں نطق و فصاحت کہ بود علیؑ بود

•

مست ولائے حیدرم دم ہمہ دم علیؑ علیؑ
ہر دو جہاں ز دلبرم دم ہمہ دم علیؑ علیؑ

یا علیؑ یا علیؑ کہا کر تو

میر تقی میرؔ

عقل ہے تو مرا کہا کر تو
محو یادِ علی رہا کر تو
اک طرح یہ بھی ہے رہا کر تو
اشک رخسار پہ بہا کر تو

یا علی یا علی کہا کر تو

متفق اس پہ ہیں خواص و عوام
کر وِلا اس کی معرفت ہے تمام
ہو نماز سحر کہ طاعتِ شام
سر فرو کر پس از درود و سلام

یا علی یا علی کہا کر تو

لحظہ لحظہ جدا ہے اس کی شان
اس کی عادت مروت و احسان
دوستی اس کی عین ہے ایمان
چلے جب تک زباں غنیمت جان

یا علی یا علی کہا کر تو

رہ ولائے علی کا خواہشمند
ہے یہ شیوہ خدائے رسول پسند
دب کے ہرگز نہ رکھ زباں کو بند
پست کرنے کو مدعی کے بلند

یا علی یا علی کہا کر تو

شوق تیرے تئیں نہیں ہے ہنوز
ورنہ سینہ رہا کرے پُرسوز
اس طرح جیسے طفلِ نو آموز
سیکھے جو صرف وہ کہے شب و روز

یا علی یا علی کہا کر تو

خوف محشر سے میرؔ حال ہے کیا
یہ حواسوں کا اختلال ہے کیا
اس سے مخشور رہ ملال ہے کیا
ہے علی تو پھر خیال ہے کیا

یا علی یا علی کہا کر تو

علیؑ علیہ السلام

تاثیر نقوی

بہارِ حسنِ خداوندِ ذوالجلال علیؑ　　جمیلِ صبحِ ازل کا حسین خیال علیؑ
دل و نگاہ کا محور علی، جمال علی　　غزل کی روح علی، فکر کا کمال علی

ازل کے شاعرِ یکتا کے خواب کی تعبیر
مصوّرِ پسِ پردہ کی دل نشین تصویر

نبی کے پھول کی خوشبو علیؑ ہے پھول علیؑ　　وصی ختمِ رسل، شوہرِ بتولؑ علیؑ
دلِ رسولؐ پہ آیات کا نزول علیؑ　　نصیریوں کا خدا ہے، نہیں رسول علیؑ

ہیں لب کتابِ خدا کے ورق زباں تفسیر
قبائے فقر کا ہر تار خلد کی جاگیر

خلیل و مونس و ہمدم علیؑ، حبیب علیؑ　　ذکی و عاقل و دانا علیؑ، ادیب علیؑ
وقارِ مسند و منبر علیؑ، خطیب علیؑ　　نبی کے بعد ہے سب سے بڑا ادیب علیؑ

زبورِ شاہ سماوات کی حسین تحریر
لبِ کلیم دل و جاں کی آخری تقریر

ہے ابتدا بھی علیؑ، اور انتہا بھی علیؑ　　لسانِ حق بھی علی، حق کی ہے صدا بھی علیؑ
بشر علیؑ ہے، بشر سے ہے ماورا بھی علیؑ　　مرا نہیں ہے، کسی کا تو ہے خدا بھی علیؑ

وہ لمحہ کام جب آتی نہیں کوئی تدبیر
مدد کے واسطے آتا ہے پاس بے تاخیر

ہے کائنات کا محرم علیؑ، علیم علیؑ　　دوائے دردِ غم دل علیؑ، حکیم علیؑ
کلام بہ حق و ناطق علیؑ، کلیم علیؑ　　حدِ قدم سے ذرا اس طرف قدیم علیؑ

نزولِ وحی میں مصداقِ آیۂ تطہیر
عروسِ حسنِ دو عالم کی بولتی تصویر

منقبت در مدح حضرت علی ابن ابیطالب علیہ السلام

از معجز جونپوری

زندگی بھر ہم ثنائے مرتضےٰ کرتے رہے / یوں نمازِ عشق بے سجدہ ادا کرتے رہے

یا علیؑ لب پر رہا اپنے جو اٹھتے بیٹھتے / ہم عمل سے شرحِ قولِ مصطفےٰ کرتے رہے

زندگی کی رہگذارِ دین کہاں کی ٹھوکریں / دستگیری ہر قدم مشکل کشا کرتے رہے

ہر قدم دشواریوں کا سامنا پھر بھی علیؑ / خدمتِ دینِ محمد مصطفےٰ کرتے رہے

رہبری کے نام پر اٹھا کئے فتنے بہت / یہ علی کا حوصلہ تھا سامنا کرتے رہے

تھی نگاہِ مرتضیٰ صفین سے تا کربلا / شیرِ حق تنظیمِ اربابِ وفا کرتے رہے

یوم خندق ضربتِ حیدر نے مشکل ٹال دی / وہ کڑی منزل تھی حضرت بھی دعا کرتے رہے

یوں شبِ ہجرت علی سوتے تھے چادر تان کر / رات بھر دشمن قیاس مصطفےٰ کرتے رہے

میں نصیری تو نہیں لیکن کہوں گا یا علیؑ / آپ بندے تھے مگر کارِ خدا کرتے رہے

اب محمدؐ کا چمن قائم رہے گا حشر تک / آبیاری عمر بھر شیرِ خدا کرتے رہے

ہم نے دیکھا جلوۂ حق روئے حیدر دیکھ کر / کم نظر تکذیبِ آیاتِ خدا کرتے رہے

حشر میں معجزؔ تمنائے شفاعت خوب ہے
کیا وفا کا حق بھی دنیا میں ادا کرتے رہے

حکیمِ خلق علیؑ، نبضِ کائنات علیؑ / جبینِ وحدت علیؑ، مطلعِ حیات علیؑ

نبیؐ کا علم علی ہے، خدا کی بات علی / جہاں کے ورد زباں دن علی ہے رات علی

کہاں کہاں نہیں اس آفتاب کی تنویر
پکارا جس نے اسی کی بدل گئی تقدیر

مرا امام علیؑ، میرا شہریار علیؑ / مرا دماغ، خیالوں کا تاجدار علیؑ

گلِ حیات کی خوشبو علیؑ، بہار علیؑ / مروں تو میری زباں پر ہو بار بار علیؑ

ہے جس کی مدح اسی کی عطا ہے یہ تحریر
وگرنہ خواجۂ قنبر کہاں، کہاں تاثیر

شہسوارِ اسلام

حسنین کاظمی

علیؑ ماہِ نبوت ہے، علیؑ مہرِ امامت ہے
علیؑ دونوں جہاں میں جانشینِ نورِ وحدت ہے
علی کے ساتھ حق ہے اور حق کے ساتھ علیؑ ہر دم
علیؑ پیمانِ ایمانی پہ اک مہرِ عدالت ہے
علی کا چہرۂ انور اک آئینہ ہے جو پیہم
دکھاتا ہے! خدا سے کس کو الفت ہے عداوت ہے
علی کا مرتبہ اللہ ہو اکبر کوئی کیا جانے
کسوٹی کفر و ایماں کی، قسیم نار و جنت ہے
علیؑ نے کی فقیری میں جہانبانی جہانداری
کہ حیرت میں ابھی تک ساری دنیا کی قیادت ہے
محمدؐ اور علی دونوں ہیں ٹکڑے نورِ واحد کے
رسالت سے امامت ہے امامت سے رسالت ہے
یہ بندہ کیسا بندہ ہے، خدا ہے جو نصیری کا
خدا جانے کہ اس بندے میں ایسی کیا کرامت ہے
جو گہوارہ میں چیرا کلۂ اژدر، ملک بولے
ابھی سے اتنی قامت پر یہ طاقت کیا قیامت ہے
جوانی میں خدا جانے یہ کیسا شیر نکلے گا
تعالی اللہ بچپن میں جو یہ زورِ شجاعت ہے

کہیں پر نور کا حامل کہیں پر نور کا مخرج
علیؑ بزم جہاں میں ماہ و خورشید ہدایت ہے
نہ کھولی آنکھ حیدر نے نہ جب تک مصطفیٰؐ آئے
صنم خانے میں کرّمنا کی یہ زندہ شہادت ہے
شب ہجرت ہے سوتے ہیں علیؑ بستر پہ احمدؐ کے
یہ نوری آج سے قائم مقامِ نورِ رحمت ہے
خدا کی شان کیا کہنا کہ در ہے شہر کے اندر
نبوت ہے جو ہجرت میں تو بستر پہ ولایت ہے
احد میں بدر میں صفینؔ میں خندق میں خیبر میں
امامت ہی پہ پروانۂ شمعِ ہدایت ہے
جو پوچھا دیکھتے رہتے ہو کیوں ہر دم رُخِ حیدر
کہا والد نے بیٹی سے کہ بیٹی یہ عبادت ہے
نہ تاریکی میں دیکھو تم علیؑ کو اور احمدؐ کو
یہ قندیلیں ہیں دو، جن سے نمایاں نورِ وحدت ہے
اب اس سے بڑھ کے کیا ہوگی سند شمشیر حیدر کی
پرِ جبریل پر لکھی ہوئی تاریخ ضربت ہے
ہمیں کیا روزِ وصلت سے ہمیں کیا عیش و عشرت سے
کہ آغازِ سفر اسلام کا تو شامِ ہجرت ہے
عبادت کا نہ جانے اس کی کتنا مرتبہ ہوگا
جہانوں کی عبادت سے بھی افضل جس کی ضربت ہے
خدا والا خدا کا گھر بھلا کیوں چھوڑ کر جائے
جو کعبہ میں ولادت ہے تو مسجد میں شہادت ہے
ترے اشکوں کے دھارے جا کے ملتے ہیں لبِ کوثر یہی اے شادؔ غمگیں عاقبت میں تیری رفعت ہے

تفصیل ازواج واولاد
جناب امیر علیہ السلام

ترتیب:۔ محمد وصی خاں

ازواج جناب امیر علیہ السلام

کتاب انوار الحسینیہ، جلد ۲ ص۳۵ میں ہے کہ آنجناب نے دس عورتوں سے نکاح کیا۔ آپ کا پہلا عقد جناب فاطمہ زہرا بنت پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰؐ رسول خدا سے ہوا اور آپ کی حیات میں جناب امیر نے کوئی دوسرا عقد نہیں کیا۔ وقتِ شہادت چار بیویاں موجود تھیں۔ امامہ، اسماء بنت عمیس، لیلیٰ اور جناب ام البنین۔

پسران جناب امیر علیہ السلام

پسران جناب امیر علیہ السلام کی تعداد ۱۳ تھی حضرت امام حسنؑ، حضرت امام حسینؑ جناب محسن از بطن جناب فاطمہ زہراؑ صلوات اللہ علیہا۔ حضرت محمد حنفیہ از بطن خولہ حنفیہ دختر جعفر بن قیس۔ حضرت عباسؑ علمدار، جعفرؑ، عثمانؑ، عبداللہ اکبر از بطن جناب ام البنین دختر حزام کلابیہ۔

اولاد امیر المومنین سے صرف پانچ فرزندوں کی نسل چلی (تاریخ محمد بن جریر طبری۔ تاریخ ابوالفداء اور مناقب شہر آشوب) (۱) حضرت امام حسنؑ (۲) حضرت امام حسینؑ (۳) حضرت عباس علمدار (۴) حضرت محمد حنفیہ (۵) عمر الاکبر۔

دختران جناب امیر علیہ السلام

جیسا کہ مختلف کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب امیر علیہ السلام کی دختران کی تعداد ۱۶ تھی۔

جناب زینب کبریٰ، جناب زینب صغریٰ (ام کلثوم) از بطن جناب خاتون جنتؑ، جناب رقیہ از بطن ام حبیبہ و بروایت جناب ام البنین کے بطن سے تھیں، جناب زینب کا عقد جناب عبداللہ بن جعفر طیار کے ساتھ ہوا اور جناب ام کلثوم کا عقد جناب محمد بن جعفر طیار کے ساتھ ہوا باقی دختران جناب علی المرتضیٰؑ کے حالات عام طور پر کتابوں میں نہیں پائے جاتے۔

سلام اس پر جسکا نام علیؑ ہے

تحریر الطاف حسین شاہ ہمدانی

جناب سید الطاف حسین شاہ صاحب ہمدانی نے جناب امیر علیہ السلام کی شخصیت کے ۱۰۰ انمول پہلو کو نذرانہ عقیدت اس شان سے پیش کیا ہے کہ قارئین کرام جب اس کو پڑھینگے تو خود اندازہ لگائینگے کہ آج تک کسی صاحبِ فکر نے اس طرح سلام کرنے کی سعی نہیں کی۔" محمد وصی خاں۔

۱۔ سلام اس پر جو عین اللہ لسان اللہ اور ید اللہ ہے

۲۔ سلام اس پر جو نقطہ بائے بسم اللہ اور باب اللہ ہے

۳۔ سلام اس پر جو کرم اللہ وجہہ اللہ اور ولی اللہ ہے

۴۔ سلام اس پر جو سیف اللہ ہے

۵۔ سلام اس پر جو صفوۃ اللہ ہے

۶۔ سلام اس پر جو حجتہ اللہ ہے

۷۔ سلام اس پر جو عبد اللہ ہے

۸۔ سلام اس پر جو اسد اللہ ہے

۹۔ سلام اس پر جو فنا فی اللہ ہے

۱۰۔ سلام اس پر جو محبوب خدا ہے۔

۱۱۔ سلام اس پر جو عاشق خدا ہے

۱۲۔ سلام اس پر جو آواز خدا ہے

۱۳۔ سلام اس پر جو نور خدا ہے

۱۴۔ سلام اس پر جو دستِ خدا ہے

۱۵۔ سلام اس پر جو نفس رسول ہے

۱۶۔ سلام اس پر جو برادر رسول ہے

۱۷۔ سلام اس پر جو نظیر رسول ہے

۱۸۔ سلام اس پر جو خونِ رسول ہے

۱۹۔ سلام اس پر جو داماد پیغمبر ہے

۲۰۔ سلام اس پر جو عاشق محمدؐ ہے

۲۱۔ سلام اس پر جو محبوب محمدؐ ہے

۲۲۔ سلام اس پر جو فدیہ پیغمبر ہے

۲۳۔ سلام اس پر جو وزیر محمدؐ ہے

۲۴۔ سلام اس پر جو وصی رسولؐ ہے

۲۵۔ سلام اس پر جو خلیفہ رسولؐ ہے

۲۶۔ سلام اس پر جو اہلبیت نبیؐ ہے

۲۷۔ سلام اس پر جو ناصر محمد ہے

۲۸۔ سلام اس پر جو پہلا مومن اور مسلمان ہے
۲۹۔ سلام اس پر جو پہلا نمازی ہے
۳۰۔ سلام اس پر صدیق اکبر ہے
۳۱۔ سلام اس پر جو فاروق امت ہے
۳۲۔ سلام اس پر جو امام المتقین ہے
۳۳۔ سلام اس پر جو سید المومنین ہے
۳۴۔ سلام اس پر جو امیر المومنین ہے
۳۵۔ سلام اس پر جو سید الصادقین ہے
۳۶۔ سلام اس پر جس نے غیر کو سجدہ نہ کیا
۳۷۔ سلام اس پر جو نبی کا ہم شجرہ ہے
۳۸۔ سلام اس پر جو نبیؐ کا ہم طینت ہے
۳۹۔ سلام اس پر جو سید الدنیا والآخرہ ہے
۴۰۔ سلام اس پر جو مولائے مومنین ہے
۴۱۔ سلام اس پر جو ہارون امت ہے
۴۲۔ سلام اس پر جو خیر البشر ہے۔
۴۳۔ سلام اس پر جو خیر الامت ہے
۴۴۔ سلام اس پر جو فخر ملائکہ ہے
۴۵۔ سلام اس پر جو فخر انبیاء ہے
۴۶۔ سلام اس پر جو قاضیٔ امت ہے
۴۷۔ سلام اس پر جو ساقیٔ کوثر ہے
۴۸۔ سلام اس پر جو باب العلم ہے
۴۹۔ سلام اس پر جو علم الناس ہے
۵۰۔ سلام اس پر جو مدینۂ علم نبوت ہے
۵۱۔ سلام اس پر جو باب الحکمت ہے
۵۲۔ سلام اس پر جو باب الدین ہے
۵۳۔ سلام اس پر جو ناطق قرآن ہے
۵۴۔ سلام اس پر جو عالم سنت ہے
۵۵۔ سلام اس پر جو عالم قرآن ہے
۵۶۔ سلام اس پر جو ہادی اور مہدی ہے
۵۷۔ سلام اس پر جو خزانہ علوم پیغمبرؐ ہے
۵۸۔ سلام اس پر جو نبیؐ کے پاس ایسا ہے جیسے نبی خدا کے پاس ہیں۔
۵۹۔ سلام اس پر جو ثانیٔ اہل عبا ہے
۶۰۔ سلام اس پر جو ثانی آیت تطہیر ہے
۶۱۔ سلام اس پر جو ثانیٔ آیت مباہلہ ہے
۶۲۔ سلام اس پر جو مولود کعبہ ہے۔
۶۳۔ سلام اس پر جس کا گھر وسط بیت پیغمبرؐ تھا۔
۶۴۔ سلام اس پر جس کا دروازہ بند نہ ہو سکا
۶۵۔ سلام اس پر جو ہر حالت میں مسجد میں آنے جانے کا مجاز تھا۔
۶۶۔ سلام اس پر جو نازبدر تھا۔
۶۷۔ سلام اس پر جو بامرد احد تھا۔
۶۸۔ سلام اس پر جو شہسوار خندق تھا
۶۹۔ سلام اس پر جو مخاطب لافتیٰ تھا
۷۰۔ سلام اس پر جو قاتل مرحب و عنتر تھا
۷۱۔ سلام اس پر جو قاتل عمرو ابن عبدود تھا۔
۷۲۔ سلام اس پر جو فاتح خیبر تھا
۷۳۔ سلام اس پر جو کرار غیر فرار تھا
۷۴۔ سلام اس پر جو مرد میدان حنین تھا
۷۵۔ سلام اس پر جو راکب دوش پیغمبرؐ تھا۔

۷۶ - سلام اس پر جو سب سے پہلا بت شکن تھا

۷۷ - سلام اس پر جو فاتح طائف تھا

۷۸ - سلام اس پر جو مبلغ سورۂ برات تھا

۷۹ - سلام اس پر جو وقت آخر آنحضرتؐ کی چادر میں تھا۔

۸۰ - سلام اس پر جس نے پیغمبرؐ کی تجہیز و تکفین کی

۸۱ - سلام اس پر جس کا نام لینا عبادت ہے،

۸۲ - سلام اس پر جس کی محبت عبادت ہے

۸۳ - سلام اس پر جسکو دیکھنا عبادت ہے

۸۴ - سلام اس پر جسکی محبت امان ہے جہنم سے

۸۵ - سلام اس پر جس کی مودت ایمان اور جس سے بغض جہنم ہے

۸۶ - سلام اس پر جس کو تین ہزار فرشتوں نے سلام کیا

۸۷ - سلام اس پر جس کا ایمان ارض و سما سے وزنی ہے

۸۸ - سلام اس پر جس کی مودت عین مودت از خدا و رسولؐ ہے

۸۹ - سلام اس پر جس سے عداوت رکھنا عداوت خدا و رسولؐ ہے

۹۰ - سلام اس پر جس کی مودت کا ہم سے سوال ہوگا۔

۹۱ - سلام اس پر جس سے آفتاب نے گفتگو کی

۹۲ - سلام اس پر جس نے رکوع میں انگشتری سائل کو دی

۹۳ - سلام اس پر جسکی نماز کی خدا نے تعریف فرمائی۔

۹۴ - سلام اس پر جو آفتاب امامت ہے

۹۵ - سلام اس پر جس کے حکم سے آفتاب لوٹ آیا۔

۹۶ - سلام اس پر جو خدا کے گھر میں پیدا ہوا

۹۷ - سلام اس پر جس کے وضو کیلئے جبرئیل و میکائیل بہشتی آفتابہ اور تولیہ لائے۔

۹۸ - سلام اس پر جو آسمان ولایت ہے

۹۹ - سلام اس پر جس کا نام علیؑ ہے

مسئلہ جانشینی رسول خدا محمد المصطفٰےؐ خاتم النبی

اور

حضرت علی علیہ السلام

تحریر و ترتیب :۔ محمد وصی خان

بڑھ کر نبی کی ذات سے کوئی بشر نہیں   بعد از نبی علیؑ کی ولایت پہ ہے یقین

علی اللہ کے ولی ہیں اور حضرت محمد کے وصی و خلیفہ ہیں بلا کسی فاصلے کے قدیم زمانہ سے یہ سنت خداوندی چلی آرہی ہے کہ خدا کی طرف سے بندوں پر حجت پوری کی جاتی ہے وہ حجت کبھی تو نبی کے ذریعہ پوری ہوتی ہے۔ یا بعض اوقات خداوند عالم اس حجت کو جانشین نبی کے ذریعہ پورا کرتا ہے تاکہ بندے یہ نہ کہیں کہ ہمیں ڈرانے والا کوئی نہ آیا۔ یہ سنت خداوندی ایسی ہے کہ جسکو اس نے اپنے اختیار ہی میں رکھا ہے خود نبی کا انتخاب ہو یا اس کے وصی کا۔ خداوند عالم نے اس کا اہتمام خود کیا۔ جیسے قرآن کریم میں ارشاد باری تعالٰی ہے۔ انی جاعل فی الارض خلیفہ، اسی طرح پھر ارشاد ہوا۔ یاداؤد انا جعلنات فی الارض خلیفہ پھر اپنے انبیا کی زبان سے ان کے جانشینی کا مسئلہ حل کروایا۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی ہارون کو اور جناب رسالت مآب صلی علیہ والہ وسلم نے اپنے بھائی ابن عم علیؑ ابن ابی طالب کو وصی اور خلیفہ نامزد فرمایا۔ علیاً ولی اللہ وصی رسول اللہ و خلیفہ بلافصل،

حضرت آدم سے لیکر خاتم تک جانشینی کا سلسلہ جاری رہا۔

ذیل میں ہم چند معتمد تاریخ سے کچھ عبارتیں نقل کر رہے ہیں تاکہ قارئین کرام یہ سمجھ سکیں کہ حضرت آدم سے لیکر جناب خاتم الانبیاء تک جتنے بھی مشاہیر انبیاء اور رسول گزرے ہیں، انہوں نے اپنے بعد اپنا جانشین اور وصی بحکم خدا

خود مقرر کیا ہے۔

چنانچہ علامہ طبری حضرت آدم کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

(ترجمہ) حضرت آدم علیہ السلام موت سے پہلے گیارہ دن بیمار رہے اور اپنے فرزند شیثؑ کو وصی مقرر کیا۔ اور اس وصیت نامہ کو لکھ کر حضرت شیثؑ کے حوالے کیا۔

(طبری۔ جلد اول۔ صـ۷۶)

اسی طرح جناب شیثؑ نے اپنے بیٹے انوش کو اور انوش نے اپنے بیٹے قینان کو اور قینان نے مہلائیل کو اور مہلائیل نے اپنے بیٹے یارد کو اور اس نے اپنے فرزند ادریس کو وصی مقرر کیا۔ اور ادریس نے متلوشلخ کو اور متلوشلخ نے اپنے بیٹے ملک کو اپنا وصی و خلیفہ اور جانشین مقرر کیا جو حضرت نوح علیہ السلام کے والد بزرگوار تھے۔ (طبری۔ جلد ۱۔ صـ۸۲، تاریخ کامل۔ جلد ۱۔ صـ۲۰)

جب حضرت نوح علیہ السلام کا وقت وفات قریب آیا تو انہوں نے اپنے بیٹے سام کو وصی قرار دیا۔ (تاریخ کامل۔ جلد ۱۔ صـ۲۶)

اس کے بعد یہ سلسلہ چلتا رہا حضرت ابراہیم تک پہونچا۔ حضرت ابراہیم نے اپنے بیٹے اسحاق اور اسحاق نے یعقوبؑ اور جناب یعقوبؑ نے اپنے بیٹے یوسف علیہ السلام کو وصی اور خلیفہ مقرر فرمایا۔ بعد ازاں جناب یوسف علیہ السلام نے جس روز انتقال کیا انہوں نے اپنے بھائی یہودا کو وصی مقرر کیا۔ (طبری۔ جلد ۱۔ صـ۱۷۳)

حضرت ایوبؑ کی عمر ۹۳ سال کی ہوئی اور اپنی موت کے وقت انہوں نے اپنے بیٹے حومل کو اپنا جانشین مقرر کیا اور ان کے بعد ان کا بیٹا عیدان وصیت کے مطابق خلیفہ ہوا۔ (طبری۔ جلد ۱۔ صـ۱۶۷)

حضرت موسیٰؑ نے بھی اپنا جانشین خود مقرر فرمایا۔ اول حضرت ہارونؑ کو اور جب انکا انتقال ہو گیا تو پھر یوشع بن نون کو وصی بنایا۔ (طبری۔ جلد ۱۔ صـ۲۲۵)۔ اس طرح خداوند عالم کی اس سنت پر عمل کرتے ہوئے حضرت یوشع بن نون نے کالب بن یوحنا اور انہوں نے اپنے فرزند یوساوس کو خلیفہ بنایا۔ (کامل۔ جلد ۱۔ صـ۷۰)

جناب الیاس پیغمبر اور ان کے بعد الیسع اور جناب شعیا وغیرہ کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے حضرت داؤدؑ کی نسبت علامہ اثیر لکھتے ہیں "حضرت داؤد نے اپنی عمارت مکمل کرنے سے قبل ہی انتقال کیا اور خلافت کی وصیت اپنے بیٹے سلیمانؑ کی طرف کی (کامل۔ جلد ۱۔ صـ۷۷)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وصایا میں سے ایک وصیت یہ بھی تھی کہ خداوند عالم نے انہیں شمعون کو وصی مقرر کرنے کا حکم دیا۔ اور حواریوں نے شمعون کی خلافت کو قبول کیا۔ (روضۃ الصفا جلد ۱۔ صہ ۱۸۴)

حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت ادریس تک جن اوصیاء کا ذکر ہم نے کیا ہے۔ ان تمام کے متعلق حامد الانصاری تک نے بھی اپنی کتاب "اسلام کا نظام حکومت" مطبوعہ دہلی صفحہ ۱۰۷ میں نہایت تفصیل سے تذکرہ کیا ہے۔ علامہ مسعودی جنہیں مورخین میں غیر معمولی تفوق حاصل ہے۔ وہ اپنی تاریخ "مروج الذہب" میں انبیاء علیہم السلام کے اوصیاء کے تقرر کا بیان تفصیل کے ساتھ پیش کرتے ہوئے آخر کلام میں لکھتے ہیں (ترجمہ) پس یہ وصیت ایک زمانے سے دوسرے زمانہ تک منتقل ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ خداوند عالم نے اس نور کو صلب عبدالمطلب میں اور حضرت عبداللہ والد حضرت محمد مصطفےٰ صلعم میں ودیعت کیا۔ (مروج الذہب جلد ۱۔ صہ ۳۹)

حضرت آدمؑ سے لے کر خاتم الانبیاء تک انبیاء کے حالات پڑھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی ایک موقعہ پر بھی انتخاب جانشینی اور تقرر وصی کا کام بندوں کے سپرد نہیں ہوا۔ بلکہ خداوند عالم نے اپنے خاص اہتمام سے اس امر کو پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ ان میں ایسے نبی اور رسول بھی تھے۔ جنہیں حکومت حاصل نہ تھی اور ایسے انبیاء بھی تھے جنہیں اقتدار کی مسند حاصل تھی یہ قاعدہ بلا استثناء کے جاری رہا۔

ہر نبی اور ہر رسول اپنا جانشین بحکم خداوندی مقرر کرتا چلا آیا۔ اول یہ تقرر خدا کی طرف سے ہوتا۔ اس کے بعد نبی یا رسول اس کا اعلان کر دیتا اور ہونا بھی ایسا چاہیئے تھا کیونکہ سنت الہیہ میں تبدیلی نہیں ہوتی جیسا کہ خود اس نے اپنے کلام میں ارشاد فرمایا ہے "خداوند عالم کی سنت تبدیل نہیں ہوتی" (قرآن) چنانچہ اس سنت قدیمہ کے مطابق خداوند عالم نے خاتم الانبیاء کے خلفاء اور جانشینوں کا مسئلہ حل فرمایا اور وصایت کا سلسلہ جاری فرمایا یعنی امت محمدیہؐ کے خلفاء کو بھی اسی طرح مقرر کردیگا جیسا کہ سابق انبیاء کے اوصیاء و خلفاء کے متعلق طریقہ اختیار کر چکا ہو لہذا خداوند عالم کے اسی اصول تقرر اور سنت انبیاء کے مطابق جناب سرور کائنات نے بھی وصایت علی کا اعلان فرمایا۔ نبوت کی ابتدائی دعوت کے دور میں ہی "دعوت ذوالعشیر" کے موقع پر اپنے برادر ابن عم حضرت امیر المومنین علی ابن ابیطالب کی وصایت کا اعلان کھلے بندوں فرمایا۔ مورخین اور محدثین اسلام نے اس وصیت کے الفاظ کو اس طرح پیش کیا ہے قال هذا اخی ووصی وخلیفتی فیکم" فرمایا اے لوگو! یہ میرا بھائی، میرا وصی اور تم میں میرا خلیفہ ہے"۔ (تاریخ ابوالفداء

جلد ۱ صہ ۱۱۶ ۔ طبری جلد ۲ ۔ صہ ۲۱۷ ۔ کامل جلد ۲ صہ ۲۲ ۔ البدایہ والنہایہ ۔ ابن کثیر جلد ۳ صہ ۴۰ ۔ کنز العمال جلد ۶ صہ ۲۹۲ ۔ مسند احمد بن حنبل جلد ۱ صہ ۳۳۱ ۔ مستدرک حاکم جلد ۳ صہ ۱۳۳)

مفتی اعظم قسطنطنیہ شیخ سلیمان قندوزی حنفی نقشبندی حضرت علی علیہ السلام کی وصایت (جانشینی) کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں:" فرمایا صاحب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ اے علی تم مجھ سے ایسے ہو جیسے آدمؑ سے شیثؑ ۔ اور نوح سے سامؑ ابراہیم سے اسحاقؑ اور جیسے موسیٰؑ سے ہارونؑ اور عیسیٰؑ سے شمعونؑ ہیں ۔ تم میرے وصی اور میرے وارث ہو ۔ اور ان تمام وصیوں میں سے تم دین و علم اور حلم و شجاعت اور سخاوت میں افضل و بہتر ہو " (ینابیع المودۃ مطبوعہ استامبول)

امام شافعی جو ائمہ اسلام میں غیر معمولی شہرت کے مالک ہیں ۔ وہ اپنے عقیدہ کا اظہار یوں کرتے ہیں ۔

علی حبہ جنۃ ؛ قسیم النار والجنۃ
وصی المصطفیٰ حقا ؛ امام الانس والجنۃ

(ترجمہ) علی کی محبت گناہوں کے لئے ڈھال ہے ۔ علی جنت و دوزخ کے تقسیم کرنے والے ہیں اور وہ محمد مصطفیٰ کے حقیقی وصی اور جن و انس کے امام ہیں ۔ (ینابیع المودۃ صہ ۸۶)

مسئلہ جانشینی کے سلسلہ میں مندرجہ بالا تحریر کے علاوہ قرآن و حدیث کی بے شمار نصوص متواترہ اس مدعا پر روشن دلیل ہیں ۔ جن میں سے آیتِ ولایت ۔ حدیثِ ولایت حدیث منزلت ، حدیث غدیر اور حدیث ثقلین وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں ۔

تفسیر و حدیث اور سیر و تواریخ کی جن کتابوں میں وصایت و خلافت علی کا تذکرہ ہے ان میں پیغمبر اسلام سے یہ الفاظ صاف طور پر مرقوم ہیں کہ " یا علیؑ تم میرے بعد میرے وصی خلیفہ جانشین ۔ میرے ولی اور خاتم الاوصیاء ہو ۔" شیعی نقطۂ نظر اور اس مکتب خیال کے اعتبار سے حضرت علی علیہ السلام دیگر اوصیاء کی طرح وصیؑ رسولؐ منصوص من اللہ والرسول خلیفہ تھے ۔ ان کی خلافت و امامت کسی کے بیعت کر لینے کی محتاج نہ تھی کیونکہ منصب خداوندی کے عہدہ دار ہر اعتبار سے اس منصب جلیلہ پر فائز رہتے ہیں ۔ اس سلسلہ میں اقتدار شرط نہیں بلکہ خلیفۂ رسولؐ کے لئے ابقاء شریعت کا ضامن اور حفاظت دین و اسلام کا کفیل ہونا ضروری ہے ۔ اپنے ناظرین کی سہولت کے لئے ہم چند ایک حوالہ جات پیش کر دیتے ہیں تاکہ ارباب

ذوق ان مصنفات کی طرف رجوع فرماسکیں۔ (فتح الباری پارہ ۱۸ ص۱۰۹۔ کنز العمال جلد ۶ ص۱۵۳ مروج الذہب۔ جلد ۲ ص۲۹۱۔ نصائح کافیہ ص۲۱/۲۲۔ دیوان حضرت علی ص۵ درمنثور جلد ۲ ص۸۱۔ روضۃ الاحباب جلد ۳ ص۱۶۔ امالی مصنوعہ جلد ۱ ص۲۵)

(ماخذ کتاب عبداللہ بن سبا مؤلفہ جناب عمدۃ المحققین السید منظور حسین صاحب بخاری)

--:--

علیؑ اور حقوقِ انسانی

سید شفقت حسین زیدی جنرل سکریٹری پاکستان حیدری کونسل (مقیم دوبئی)

حضرت علی ابن ابی طالب نے انسانوں کے حقوق اور انسانی معاشرہ کی خوشحالی اور عظمت انسانیت کے لئے ایسے مستحکم و استوار اصول مقرر کئے اور ایسے نظریات پیش کئے جن کی جڑیں زمین کی گہرائیوں میں اور شاخیں آسمان پر پھیلی ہوئی ہیں۔ انسانی عظمت اور منزلت کے بارے میں مولا کیا ارشاد فرماتے ہیں، سنیئے اور غور کیجیے۔

۱۔ اپنے غیر کے بندے نہ بنو درآں حالیکہ خداوند کریم نے تمہیں آزاد کر دیا ہے۔

۲۔ خبردار ایسی چیزوں سے ترجیحی حقوق نہ چاہو جس میں تمام لوگ برابر کے حقدار ہیں۔

۳۔ وہ گناہ جو ناقابل عفو ہے وہ بندوں کا ایک دوسرے پر ظلم کرنا ہے۔

۴۔ میں مظلوم کا انصاف اس کے ظالم سے کر کے رہوں گا۔

۵۔ بندگان خدا پر ظلم انتہائی برا ہے۔

۶۔ دوسروں کے لئے بھی وہی پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو اور دوسروں کے لئے بھی وہ نہ چاہو جو اپنے لئے نہیں چاہتے۔

۷۔ بدبخت ترین راعی وہ ہے جس کی وجہ سے رعیت مبتلائے بدبختی ہو۔

۸۔ بدخلق کسی افسری کا سزاوار نہیں اور جس کی ایذارسانی کا تمہیں اندیشہ نہ ہو اسے بھائی بنانے کی کوشش کرو۔

یہ ہیں وہ اصول جو میرے مولا نے حقوق انسانی کے لئے پیش کئے۔ آج کل جتنے، سیاسی و اجتماعی علوم مروج ہیں سب ہی ان اصول و نظریات کے بڑی حد تک مؤید ہیں۔ ان جدید اجتماعی علوم کے چاہے جتنے نام رکھے جائیں اور خود کتنی ہی مختلف شکلوں میں پیش کیا جائے سب کی غرض و غایت بس ایک اور فقط ایک ہے اور وہ یہ ہے کہ انسانوں کو ظلم و زیادتی سے محفوظ رکھا جائے اور ایسے سماج کی تشکیل کی جائے جو انسان کے حقوق کی بہتر طریقے سے حفاظت کرے اور جس میں انسانی شرافت پوری طرح ملحوظ رہے۔ گفتار و کردار کی آزادی اس حد تک محفوظ ہو کہ دوسرے کو نقصان نہ پہنچے۔

حالات وکیفیات روزگار سماجی واجتماعی علوم کی ایجاد میں بہت بڑا اثر رکھتے ہیں۔ یہ حالات وکیفیات روزگار ہی ہیں جو ان اجتماعی علوم کو کبھی کسی صورت میں پیش کرتے ہیں کبھی کسی صورت میں۔ جب ہم گذشتہ زمانہ کی تاریخ پڑھتے ہیں اور گوناگوں واقعات پر نظر کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ انسانوں کی دو جماعتیں اور دو مختلف افکار و نظریات میں ہمیشہ سے تصادم ہوتا چلا آرہا ہے۔ ایک جماعت استبداد، مطلق العنانی، عوام کے حقوق کو غصب کرنے اور آزادی کو سلب کرنے کے درپے رہی۔ دوسری انصاف کی خواہاں، جمہوریت کی دلدادہ اور عوام کے حقوق کی حفاظت اور آزادی کی طلب گار رہی۔ گزشتہ زمانے میں مفید انقلابی تحریکیں ہمیشہ مظلوموں کی طرف سے اٹھیں اور مصلح ہمیشہ ان ہی میں سے پیدا ہوگئے تاکہ ظلم و زیادتی کا خاتمہ کریں اور عدل و انصاف کی بنیادوں پر حکومت قائم کریں جو عقل کے بھی موافق ہو اور سماج کے حالات وکیفیات کے بھی مناسب۔

علی ابن ابی طالب حقوق انسانی کی تاریخ میں بہت بڑی منزلت اور شان رکھتے ہیں ان کے نظریات وافکار اسلام سے وابستہ و پیوستہ تھے۔ ان کے نظریات وافکار کا نقطۂ مرکزی یہ تھا کہ استبداد کا خاتمہ ہو اور لوگوں کے درمیان طبقاتی تفاوت دور ہو۔ جس شخص نے بھی علی کو پہچانا اور انسانی برادری کے متعلق اپنے عقائد و نظریات کو سمجھا اور ان کے ارشادات سنے ہیں وہ جانتا ہے کہ علی جفا پیشہ افراد کی گردنوں پر کھنچی ہوئی تلوار تھے۔ ان کی تمام تر توجہ عدل وانصاف کے قواعد استوار کرنے پر مرکوز تھی۔ ان کے افکار ان کے آداب اور ان کی حکومت اور سیاست سبھی چیزیں اسی کے لئے وقف تھیں، جہاں بھی کسی ظالم نے لوگوں کے حقوق پر دست درازی کی کمزور و ناتواں انسانوں کو حقیر و ذلیل سمجھا اور ان کے فلاح و بہبود کو نظر انداز کیا اور ان کے ناتواں کاندھوں پر اپنا بار ڈالا علیؑ نے اس کے ساتھ سخت جنگ کی۔ امام کے ذہن کی پرورش ہی اس فکر کے ساتھ ہوئی کہ عدل وانصاف کی اس طرح ترویج ہو کہ انسانوں کے حقوق محفوظ رہیں مساوات قائم ہو اور کسی طبقہ کے لوگوں کو دوسرے طبقہ کے افراد پر امتیاز حاصل نہ ہو تاکہ ہر شخص اپنا حق حاصل کر سکے۔ آپ کی آواز عدل عام کی ترویج کے لئے مسلسل بلند رہی اور آپ کا درہ اس کے لئے ہمیشہ سرگرم عمل رہا۔ آپ نے انسانوں کی قدر و قیمت اونچی کی اور ان کے بچاؤ کے لئے ہر لمحہ کمربستہ رہے۔ آپ کی حکومت اس زمانہ میں بہترین نمونہ رہی ایسی حکومت کا جو عدل وگستر حقوق خلائق کی محافظ اور اپنے ہر ممکن ہر وسیلہ سے اپنے مقاصد کی پایۂ تکمیل، تک پہنچانے والی ہو۔

آخر میں چند اقوال مولائے کائنات کے لکھ رہا ہوں جو مزید کردارِ علیؑ پر روشنی ڈالیں گے کہ آپ کی ذات و صفات عظمتِ انسانی کیلئے کیسے خیالات رکھتی تھی۔

۱۔ حق میں تم سب میرے نزدیک برابر ہو۔

۲۔ اگر کوئی فقیر بھوکا رہتا ہے تو اس لئے کہ دولت مند نے اس کا حصہ روک لیا۔

۳۔ میں نے کسی کے پاس نعمتیں نہیں دیکھیں مگر یہ کہ ان نعمتوں کے پہلو بہ پہلو کسی حق کو ضائع ہوتے بھی دیکھا۔ ہر ذی حیات کیلئے غذا ہے اور ہر دانے کیلئے کھانے والا۔

۴۔ بدبخت ترین راعی وہ ہے جس کی وجہ سے اس کی رعیت بدبخت ہو۔

علیؑ علم الجبرا کی روشنی میں

علم الجبرا اور شانِ علیؑ

تحریر محمد وصی خاں

حضرت علیؑ مظہر العجائب ہیں۔ جہاں دیکھیے، جس جگہ دیکھیے، جس علم کو پڑھیے، جس شعبہ پر نظر ڈالیے علیؑ کے فضائل جھلکتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ علم الجبرا کو دیکھیے۔ بظاہر اس میں کوئی دلچسپی نہ ہوگی۔ اور اگر مدبر باطن نظر دوڑائیے تو اس علم کی بنیاد ہی سے شانِ علیؑ ظاہر ہونے لگتی ہے۔ الجبرا کا دار و مدار (لا) پر ہے۔ یعنی الجبرا کا وجود ہی (لا) ہے۔ خدا کی الوہیت اور علی کی ولایت۔ امامت کو بھی لا کے سوا بیان نہیں کیا جا سکتا۔

الوہیت کی صفات بیان کرنے کے لیے لا کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ جیسے لا الہ الا اللہ صفات خداوندی کو بیان کرنے کے لیے پہلے لا اور بعد میں الا اکثر استعمال ہوا ہے۔ لا منفی اور الا مثبت۔ پہلے منفی اور پھر مثبت۔ یعنی جب خدا کی صفات کا ذکر ہوا تو پہلے ہر شے کی نفی کر دی گئی۔ لا الہ۔ نہیں ہے کوئی خدا! دنیا کے گوشہ گوشہ میں تلاش کر لو مگر نہیں ہے کوئی خدا...... الا اللہ سوائے اللہ کے۔ یہ ایک امر فیصل ہے جو لا اور الا نے جاری کر دیا۔ اسی طرح مظہر صفات خدا علیؑ کی شان بیان کرنے کے لیے بھی لا اور الا کا اکثر استعمال ہوا ہے۔ جو انداز خدائی صفات بیان کرنے کے لیے ہو سکتا ہے وہی مظہر صفاتِ خدا کے لیے بھی ہے۔ اللہ کے لیے لا اور الا استعمال ہوا ہے۔ اور علیؑ کے لیے بھی لا فتی الا علی نہیں ہے کوئی جواں مرد سوائے علیؑ کے۔ اس بھری کائنات میں علیؑ کے سوا کوئی جواں مرد ہے ہی (اور) نہیں ہو سکتا ہی نہیں۔ ہوگا ہی نہیں الا علی سوائے علیؑ کے۔

اس ہی طرح جہاں جہاں علیؑ کی صفات اور علی کا شان بیان ہوا ہے لا کا استعمال ضرور ہوا ہے۔ مثلاً جیسے لا سیف الا ذوالفقار ہے کوئی تلوار نہیں ہے مگر ذوالفقار۔ مطلب یہ کہ اس دنیا میں نہ علیؑ جیسا کوئی مرد اور نہ علیؑ کی ذوالفقار جیسی کوئی تلوار۔ اس بھری دنیا میں علیؑ اور آپ کی تلوار کے سوا ہر شے لا ہے۔

اور اس بھری دنیا میں اگر کچھ "الا" ہو سکتا ہے تو یا علی کا وجود ہے یا اس کی تلوار۔
رسول اکرمؐ کو اللہ نے ارشاد فرمایا۔۔۔ ان لوگوں سے کہدو۔۔۔۔
لا اسئلکم علیہ اجراً۔۔۔۔ میں تم سے کوئی اجر رسالت نہیں مانگتا
۔۔۔۔ الا المودۃ فی القربیٰ۔۔۔ سوائے اس کے کہ میرے قریبوں
سے محبت رکھو۔ یہاں بھی لا اور الا کا استعمال ہوا ہے۔ اردو کے لفظ
نزدیک' کو عربی میں قریب کہتے ہیں۔ اور جو بہت ہی قریب اور نزدیک
ہو اسے اقرب کہتے ہیں۔ یہاں اس جملہ میں "اقربا" استعمال ہوا ہے
اب آپ ذرا اپنی عقل سلیم سے سوچئے اقربا کون ہیں۔" جواب دیں، غور کریں
تدبر سے کام لیں۔ سوچیں سمجھیں تو آپ کو ایک ایسی ذات نظر آئے گی جس کو
سرکار دو عالم نے لحمک لحمی۔ روحک روحی۔ دمک دمی
کہا اور وہ ذات صرف جناب امیر علیہ السلام کی ہے۔

علیؑ علم برقیات کی روشنی میں

یعنی

علم الیکٹرک سٹی اور شان علیؑ

(تحریر:۔ محمد وصی خاں)

حضرت علی علیہ السلام کی ذات گرامی ایک ایسی ذات اقدس ہے جو دنیا کے تمام علوموں پر اثر انداز ہوتی ہے۔ ہر علم کو دیکھو اور دریا طن نظر ڈالو تو مظہر العجائب کی شان ہر علم میں جھلکتی ہوئی نظر آئے گی۔ علم برقیات یعنی الیکٹرک سٹی ہماری زندگی کا ایک ضروری جزین کر رہ گیا ہے۔ دنیا کی تمام ترقی کا دار و مدار علم برقیات ہی کی بدولت ہے۔ سائنس والوں کا متفقہ فیصلہ ہے کہ دنیا میں تمام کل کاربار اسی علم کی وجہ سے ہیں۔ پتھروں میں سختی، پانی میں روانی، پھولوں میں خوشبو، پھلوں میں رس، جانوروں میں دوڑ دھوپ، بزم انسانی میں ہر طرح کی آسائش اور آرام اسی علم کی مرہون منت ہے۔

نور سائنس کی اصطلاح میں نور کو الکٹرک سٹی کہتے ہیں (قوت برقیات) ارباب سائنس کو مادے کے اجزار کا تجزیہ کرنے سے پتہ چلا کہ برقی قوت "نور" کے الکٹرون اور پروٹون کے بغیر مادے کے اجزار ایک دوسرے کے ساتھ اتصال قبول نہیں کرسکتے۔ اس انکشاف سے یہ پتہ چلا کہ مادے کی خلقت سے پہلے نور یعنی قوت برقیا کا موجود ہونا ضروری ہے جو مادے کے اجزاء کو ملادے۔ اسی لئے سب سے پہلے ایک نور کا وجود دنیا میں آیا۔

میرے دوست تم نور کو تسلیم کرو یا نہ کرو دنیا کے سائنسدانوں کا علم جس قدر بڑھتا جارہا ہے وہ نور کی حقانیت کو تسلیم کرتے جارہے ہیں کولمبیہ یونیورسٹی امریکہ کے شعبۂ فیزکس کے صدر فرماتے ہیں کہ ایٹم بم، ہائیڈروجن بم اور فضائی مصنوعی سیاروں کے مسلسل تجربات سے یہ پتہ چلتا ہے کہ کائنات میں جب کچھ نہ تھا اس وقت ایک نور

کا شعلہ چمکا اس سے فضاؤں میں ایک دھماکہ ہوا اور اس شعلۂ نور سے الیکٹرون اور پروٹون (ذرات نوری) مثبت و منفی فضا میں پھیل گئے جن کے آپس میں ملنے سے چیزیں وجود میں آگئیں، چاند، سورج، ستارے، کہکشاں اور دنیا وجود میں آئی۔ جب نور کا درجہ حرارت تین لاکھ ڈگری سے کم ہوگیا تو یہ الیکٹرون اور پروٹون آپس میں مل گئے اور یہ کائنات وجود میں آگئی۔ یہ ایک ایسا شعلہ تھا جس کو سمجھنے کے لئے انسانی عقل دنگ رہ گئی اور نہ آج تک اس کو سمجھ سکتی ہے۔ خدا نے اس ایک نور کو پیدا ہی اس لئے کیا کہ اس نور کے ذریعے سے اس کی معرفت ہو۔ اس نور کے کمالات دیکھ کر قدرت الٰہی کا پتہ چلے۔ دنیا میں جو کچھ ہے وہ اسی نور کی بدولت ہے مگر یہ نور ایک نہیں بلکہ دیکھنے میں ایک ہے اور عمل میں دو ہے۔ یہ ایک ہے مگر یہ دو ہیں یہ دو ہیں مگر ایک ہے اس نور کی دو قوتیں ہیں، ایک الیکٹرون اور دوسری پروٹون۔ جب تک یہ دونوں قوتیں نہ ملیں نور پیدا ہی نہیں ہوتا۔ نور کو اللہ نے جب بھی دنیا میں بھیجا دو کرکے بھیجا کیونکہ اس کے سوا چارہ کار نہ تھا۔ نور اولین کو بھی جب قدرت نے دنیا میں بھیجا انا علی من نور واحد کرکے بھیجا قدرت نے کائنات کی تخلیق سے پہلے ہی اس ایک نور کے دو حصے کر دیئے کیونکہ کائنات کی تخلیق اور مکان و زمان کا تعین دو نکات کے سوا ناممکن اور محال ہے یہ کائنات کیا ہے؟ مکان اور زمان کا مجموعہ ہے۔ آپ دو نکتے فرض کریں ب ۔ ا ان دونوں نکتوں کے درمیان میں جو حد ہے وہ مکان کہلائے گا اور ایک نکتے سے دوسرے نکتے تک جانے میں جتنا وقت لگے گا وہ زمان کہلائیگا۔

یہ کائنات کیا ہے؟ صرف دو نکتے ہیں۔ ایک عرش کا نکتہ اور دوسرا فرش کا نکتہ۔ ان دونوں لفظوں کے درمیان جو خلا ہے ستارے، سیارے، شمس، قمر، افلاک کہکشاں، یہ سب کچھ اسی خلا میں واقع ہے از روز ازل تا روز ابد جو وقت گذر رہا ہے یہ زمان ہے۔ کائنات کے اس مکان اور زمان کو قائم کرنے کے لئے دو نکتوں کا تصور ضروری تھا۔ تب ہی تو کائنات کی تخلیق ممکن تھی اس لئے قدرت نے اس نور اولین کو دو حصوں میں تقسیم کیا اور نور کے ان دو نکتوں سے کائنات کا تصور پیدا ہوا۔ لولاک لما خلقت الافلاک۔ یہ ہزاروں سورج، یہ اربوں ستارے یہ اٹھارہ ہزار عالمین یہ سات افلاک، یہ گیارہ حجابات آسمانی۔ یہ ایٹم، یہ مادہ، یہ گیس یہ طول، یہ عرض، یہ کشش، یہ ثقل، یہ رنگ، یہ لو، یہ عرش

یہ فرش سب کچھ اس نور کے صدقے میں بنا اور نور کے ان دو نقطوں کے ذریعے سے ہی تخلیق ہوا۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ نور کہاں رہا؟ یہ عرش کے نیچے رہا جہاں فہم انسانی نہیں پہنچ سکتی۔ لیکن قدرت و حکمت مطلقہ نے گتھی سلجھا دی اور فرمایا کہ وہ نور ایک تھا بہت ہی جامع اور مکمل جو سبب تخلیق موجودات بنا اور اس نے کہہ دیا لولاک لما خلقت الافلاک اور رسول نے اگر مزید توجہ فرمائیے اول ما خلق اللہ نوری سمجھنے والوں کے لئے اور سمجھانے کی کوشش فرمائی انا و علیؑ من نورٍ واحد۔

اب آیئے علم البرق یعنی الیکٹرک سٹی پر ایک اچھوتی سی نظر ڈال کر شمع ایمانی کو فروزاں کیجئے کہ میٹر سے جو بجلی گھروں میں مہیا کی جاتی ہے اس میں دو تار ہوتے ہیں۔ ایک مثبت کہلاتا ہے اور دوسرا منفی یہ دونوں تار ایک " سوچ " میں سے گذر کر ہولڈر میں جس کے اندر بجلی کا بلب لگتا ہے چلے جاتے ہیں اسی اصول پر تمام جگہوں پر بجلی آگے بڑھائی جاتی ہے۔ یہ الیکٹرک سٹی کا ضابطہ حیات ہے۔ کتنا عظیم ہے میرا خدا جس نے اس ضابطہ کے ماتحت نور اولین کو خلق فرمایا اور پھر اس نور اولین یعنی جناب رسول خدا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا ہے انا و علیؑ من نورٍ واحد

رسولؐ اکرم قوت مثبت	حضرت علیؑ قوت منفی
• رسولؐ نے رسالت کا بوجھ اٹھایا	• علیؑ نے ان کی تصدیق کی
• امام جماعت رسولؐ	• امام امت علیؑ
• سپہ سالار اسلام رسولؐ	• علمدار اسلام علیؑ
• زبان سے جہاد رسولؐ نے کیا	• تلوار سے جہاد علیؑ نے کیا۔
• رحمت کی تصویر رسولؐ	• غضب کا پیکر علیؑ
• قرآن کے لفظ رسولؐ نے بتائے	• تفسیر علیؑ نے کی
• حق کی طرف رسولؐ نے بلایا	• سینہ سپر علیؑ رہا
• جنت و نار کے مالک رسولؐ	• قسیم النار و الجنت علیؑ

- شہر علم رسولؐ
- باب مدینۂ علم علیؑ
- سلطان دین ودنیا رسولؐ
- وزیر با تدبیر علیؑ
- نبی رسولؐ تھے
- علیؑ وصی تھے۔

گویا دونوں تاروں کے میزان برابر برابر اپنا کام کر رہے ہیں۔ جو کام بجلی کے ایک تار کا اس ہی سے ملتا جلتا کام دوسرے تار کا۔

یہ نظام قدرت ہے اور اصول الکٹرک سٹی بھی۔ قوت برقیہ یعنی الکٹرک سٹی کے دو حصے ہیں، ایک کرنٹ دوسرا وولٹیج یعنی کرنٹ کا دباؤ۔ روانی یا طاقت۔ جو جی میں آئے نام دے لو۔ ایک مرکز نور ہے (رسولؐ) دوسرا اس کی نفس یعنی مرکز نور سے نکلنے والی قوت۔ طاقت جتنی بڑی یا ور طاقت کا ملیب ہوگا۔ اس ہی کی نسبت سے اس کی روشنی ہوگی۔

ہمارا رسولؐ تمام رسولوں سے افضل واعلیٰ تھا۔ ظاہر ہے قدرت نے اس کے وصی کو بھی تمام لوگوں سے افضل و بلا بنا دیا

رسولؐ اکرم ہیں مرکز نور۔ نور اول بلکہ نور کل۔ تو ان کے الکٹرون میں بھی قوت کل ہوں گے۔ اس لئے تو قدرت نے اس الکٹرون کو "کرار وغیر فرار" کے نام سے یاد کیا۔ یعنی ایسی قوت جو کسی بھی قوت سے ہٹ نہیں سکتی اور نہ بھاگ سکتی ہے۔

الکٹرون اور مرکز نور ایک ہیں دو اور دو ہیں ایک ہوئے ہیں۔ یہ جدا کر دیئے جائیں تو دو ہو جاتے ہیں اور اکٹھے کر دیئے جائیں تو ایک ہو جائیں گے۔

سرور کائناتؐ نے بھی اسی بات کی تصریح فرمائی ہے لحمک لحمی۔ جسمک جسمی۔ روحک روحی۔

حضرت علی علیہ السلام کی شخصیت

خداوند عالم کی نگاہ میں

از سید علی جعفری ایم۔اے

صراط المستقیم اے خدا تو ہم کو سیدھی راہ پر ثابت قدم رکھ۔ ان کی راہ جنھیں تو نے اپنی نعمت عطا کی ہے نہ ان کی راہ جن پر تیرا غضب ڈھایا گیا اور نہ گمراہوں کی راہ۔ (فاتحہ ۷، ۶) مسلم بن حیان روایت کرتے ہیں کہ میں نے ابوہریرہ کو کہتے ہوئے سنا کہ صراط مستقیم سے مراد محمد و آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا راستہ ہے۔ (ارحج المطالب ص۹۷)

نے فرمایا "اگر تم سب علی کو اپنا امیر و خلیفہ مان لو اور میں جانتا ہوں کہ تم (علیؑ کو امیر و خلیفہ) نہ مانو گے تو تم علی کو اپنا ہادی اور سیدھے راستے پر لے جانے والا پاؤ گے" (مشکوۃ شریف ص۵۵۹)۔

حضرت علی کا ایمان اور منافقوں کو تنبیہ خدا فرماتا ہے "اور جب ان لوگوں سے ملتے ہیں جو ایمان لاچکے ہیں تو کہتے ہیں ہم تو ایمان لاچکے اور جب وہ اپنے شیطانوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم تو تمہارے ساتھ ہیں۔ ہم تو (مسلمانوں کو) بناتے ہیں (یعنی مسلمانوں سے یوں ہی مذاقاً ملتے ہیں (بقرہ : ۱۴)

ابوصالح نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ ایک روز عبداللہ بن اُبی اور اس کے ساتھی گھر سے نکلے تو سامنے چند اصحاب رسول آتے ہوئے دکھائی دیئے۔ عبداللہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ دیکھو میں رسول کے چچازاد بھائی (حضرت علی) کی جو سوائے رسول تمام بنی ہاشم کے سردار ہیں کیسی رد کرتا ہوں" (اور ان کا مذاق اڑاتا ہوں) حضرت علی نے فرمایا" اے عبداللہ خدا سے ڈر اور منافقت چھوڑ دے کیونکہ منافق بدترین مخلوق خدا ہے" اس نے جواب دیا" اے ابوالحسن بخدا ہمارا ایمان آپ ہی لوگوں کے ایمان جیسا ہے" یہ کہہ کر سب متفرق ہوگئے تو عبداللہ بن ابی نے اپنے ساتھیوں سے کہا "تم نے دیکھا کہ میں نے کیسا کام کیا۔ سب نے اس کی تعریف کی (اس پر) خداوند عالم نے اپنے رسول پر یہ آیت نازل کی کہ" جب وہ، منافقین مومنین سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے"۔ اس کے بعد موفق بن احمد لکھتے ہیں کہ

یہ آیت حضرت علی کے ظاہری و باطنی ایمان پر روشنی ڈالتی ہے اور یہ کہ آپ منافقوں سے بالکل علیحدہ رہتے تھے اور ان سے اظہار عداوت فرماتے تھے۔ یہاں شیاطین سے مراد کافروں کے سردار ہیں" (غایۃ المرام صفحہ ۳۹۵)

اہلبیت رسولؐ کو ایک خوشخبری

خدا فرماتا ہے "(اے ہمارے رسول) آپ ان لوگوں کو خوشخبری سنا دیں جو ایمان لاچکے ہیں اور جنھوں نے اچھے کام کئے ہیں کہ ان کیلئے (جنت کے) وہ باغات ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں"۔ (البقرہ: ۲۵)۔

حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں جو آیت خاص کر حضرت رسول صلعم، حضرت علی اور ان کے اہلبیت کی شان میں نازل ہوئی جس میں کوئی دوسرا شریک نہیں وہ سورۂ بقر کی یہ آیت ہے "اے رسول خوشخبری سنا دیجئے ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور جنھوں نے اچھے کام کئے (کہ ان کیلئے جنت میں باغات ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں) یہ آیت حضرت علی، حضرت جعفر، حضرت حمزہ اور حضرت عبیدہ بن حارث بن عبدالمطلب کی شان میں نازل ہوئی"۔ (غایۃ المرام صفحہ ۴۴۲)

حضرت آدم کی توبہ کسطرح قبول ہوئی

خدا فرماتا ہے" پھر حضرت آدم نے اپنے رب سے (معذرت کے) چند الفاظ سیکھے (اور ان ہی کلمات کے ذریعہ توبہ کی) پس خدا نے (ان الفاظ کی برکت سے) ان کی توبہ قبول فرمائی اور بے شک خدا بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے مہربان ہے"۔ (البقرہ: ۳۷)

ابن بخار نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلعم سے ان کلمات کے متعلق پوچھا گیا جن کو حضرت آدم نے اپنے پروردگار سے سیکھا تھا اور (جن کے ذریعہ سے) خدا نے ان کی توبہ قبول کی تھی تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ " حضرت آدمؑ نے محمد صلعم، علی، فاطمہ، حسن اور حسین کے واسطے سے سوال کیا تھا تو خدا نے ان کی توبہ قبول فرمائی"۔ (تفسیر درمنثور جلد ۱)

سخاوت علی کی ایک مثال

خدا فرماتا ہے "وہ لوگ جو اپنے مال کو (راہ خدا میں) خرچ کرتے ہیں۔ کبھی رات کو، کبھی دن کو، کبھی پوشیدہ طور سے اور کبھی ظاہر۔ ان لوگوں کے لئے ان کے خدا کے نزدیک بہت بڑا اجر و ثواب ہے (اور قیامت کے دن) ان پر نہ کوئی خوف طاری نہ ہوگا اور نہ ہی وہ رنجیدہ ہونگے"۔ (البقرہ: ۲۷۴)

واحدی نے اپنی تفسیر میں حضرت ابن عباس سے منسوب روایت کو نقل کیا ہے کہ

حضرت علی کے پاس صرف چار درہم تھے اور اس کے علاوہ کچھ نہ تھا تو آپ نے ایک درہم پوشیدہ طور سے اور ایک درہم علانیہ طور سے (خدا کی راہ میں) صدقہ فرمایا تو خدا نے ان کی شان میں یہ آیت نازل فرمائی کہ "جو لوگ کبھی رات کو، کبھی دن کو، کبھی چھپ کر اور کبھی ظاہر میں (خدا کی راہ میں) اپنا مال خرچ کرتے ہیں ان کے لئے ان کے خدا کے نزدیک بہت بڑا اجر ہے (اور قیامت کے دن) نہ ان پر خوف طاری ہوگا اور نہ وہ رنجیدہ ہوں گے"۔ (نور الابصار صفحہ ۹۲)

حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ یہ آیت کہ "وہ لوگ جو اپنے مال کو (راہ خدا میں) خرچ کرتے ہیں کبھی رات کو، کبھی دن کو، کبھی پوشیدہ طور سے کبھی ظاہر بظاہر"۔ حضرت علی کی شان میں نازل ہوئی۔ (ینابیع المودۃ صفحہ ۹۲)

آیۂ مباہلہ

خدا فرماتا ہے "اے رسول) جب آپ کے پاس علم قرآن آچکا اس کے بعد اگر کوئی (نصرانی) آپ سے حضرت عیسیٰ کے بارے میں) حجت کرے تو آپ ان سے فرما دیں" ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں اور تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ اور ہم اپنی عورتوں کو بلائیں اور تم اپنی عورتوں کو بلاؤ اور ہم اپنے نفسوں کو بلائیں اور تم اپنے نفسوں کو بلاؤ پھر ہم سب مباہلہ کریں اور جھوٹوں پہ خدا کی لعنت کریں۔ (آل عمران: ۶۱)

(علامہ زمخشری) تفسیر کشاف میں لکھتے ہیں کہ "اصحاب کساء یعنی حضرت علی حضرت فاطمہ حضرت حسن اور حضرت حسین کی فضیلت کیلئے اس آیت سے بڑھ کر کوئی دوسری قوی دلیل نہیں ہو سکتی کیونکہ جب یہ آیت (آیت مباہلہ) نازل ہوئی تو رسول اللہ صلعم نے ان حضرات کو بلایا۔ امام حسین کو گود میں لیا۔ امام حسن کا ہاتھ پکڑا۔ حضرت فاطمہ رسول صلعم کے پیچھے چلیں اور حضرت علی ان دونوں کے پیچھے تھے لہٰذا قطعی طور سے معلوم ہوا کہ یہی حضرات مقصود آیت ہیں (صواعق محرقہ صفحہ ۱۵۴)

طبرانی نے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا "خداوند عالم نے ہر نبی کی ذریت اس کے صلب میں قرار دی ہے اور خدا نے میری ذریت (اولاد) کو علی ابن ابی طالب کے صلب میں قرار دیا ہے"۔ (صواعق محرقہ صفحہ ۱۵۴)

حبل اللہ

خدا فرماتا ہے "اے لوگو تم سب اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور آپس میں اختلاف نہ کرو۔ (آل عمران: ۱۰۳)

ثعلبی نے اس آیت کی تفسیر میں ذکر کیا ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا "ہم ہی اللہ کی وہ رسی ہیں جس کے متعلق خدا نے فرمایا ہے کہ اللہ کی رسی مضبوطی

سے پکڑلو اور آپس میں اختلاف نہ کرو۔" (صواعق محرقہ: ۱۴۹)

یہ آیت ائمہ اثنا عشری کی شان میں نازل ہوئی ان ہی کی محبت اور پیروی دنیا میں باعث عزت اور آخرت میں باعث نجات ہے۔ (مؤلف)

حضرت ابن عباس کہتے ہیں "ہم سب آنحضرت صلعم کے پاس (بیٹھے ہوئے) تھے کہ ایک اعرابی آیا اور اس نے آنحضرت صلعم سے پوچھا "یا رسول اللہ میں نے سنا ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑلو تو اللہ کی رسی کون ہے جس سے ہم وابستہ ہوں"؟ آنحضرت صلعم نے اپنا ہاتھ حضرت علیؑ کے ہاتھ پر مارا اور فرمایا "یہ علی خدا کی مضبوط رسی ہیں ان کے دامن سے وابستہ رہو۔" (ینابیع المودۃ: ص ۱۱۹)

عظمتِ سیرتِ علیؑ

سید ذوالفقار علی، سابق پرنسپل چیفنس کالج، لاہور

حضرت علی کی ذاتِ گرامی نے غیر مسلموں کو کس قدر متاثر کیا۔ یہ ایک وسیع موضوع ہے۔ مشتے، نمونہ از خروارے کے مصداق لبنانی، عیسائی جارج جرداق کا ذکر نامناسب نہ ہوگا جس نے حضرتِ علی کی سوانح عمری ۵ جلدوں میں لکھی ہے۔ کتاب کا نام ہے "الامام علی صوت العدالت الانسانیہ امام علی، ندائے عدالت انسانی

جب جارج جرداق پہلی جلد مکمل کر چکا تو اس نے مسلمان ناشروں کی طرف رجوع کیا مگر کسی نے اس کی کتاب کی طرف توجہ نہ دی۔ ان کا خیال تھا کہ ایک عیسائی کی لکھی ہوئی جناب امیر علیہ السلام کی سوانح حیات کون خریدے گا۔ ہر چند جرداق نے انہیں یقین دلایا کہ اس نے اپنی تمام عمر عزیز حضرت علی کی سیرت کے مطالعے کے لئے وقف کی ہوئی ہے اور اس کی کتاب بے نظیر ہوگی مگر صدائے برنخاست۔ ایک دن وہ مایوسی کے عالم میں تنہا گرجے میں بیٹھا تھا کہ بشپ نے اسے دیکھ لیا اور پاس آ کر افسردگی کی وجہ پوچھی، اس نے بتایا کہ اس کی کتاب کی پہلی جلد الامام علی صوت العدالۃ الانسانیہ کی طباعت کیلئے کوئی ناشر تیار نہیں ہو رہا ہے اور خود اس کے پاس اتنی رقم نہیں کہ وہ اس کتاب کی طباعت پر صرف کر سکے۔

آرچ بشپ نے پوچھا، کتنی رقم درکار ہے۔ جرداق نے تخمینہ عرض کیا۔ آرچ بشپ نے فرمایا، ذرا ٹھہرے رہنا، پھر وہ اپنے کمرہ میں گئے، سیف کھولا اور مطلوبہ رقم لا کر جرداق کو دی اور کہا یہ رقم لو اور اپنی کتاب کی طباعت کا انتظام کرو۔ جرداق بہت خوش اور حیرت زدہ ہوا۔ قصہ کوتاہ، کتاب چھپی اور بہت جلد بک گئی، جرداق تمام وصول شدہ رقم لے کر پادری صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور تمام رقم مع منافع ان کی خدمت میں پیش کر دی۔

بشپ نے اصل رقم تو رکھ لی اور منافع واپس کر کے فرمایا جرداق رقم واپس لو اور دوسری جلد شائع کرنے کا انتظام کرو۔ جرداق نے متحیر ہو کر پوچھا، میرے معزز مربی۔ میری سمجھ میں یہ نہیں آیا کہ وہ کام جو مسلمانوں کے کرنے کا تھا اسے ایک مسیحی پادری نے کیوں

سرانجام دیا۔؟ بشپ نے فرمایا ہم پر علی کا بڑا احسان ہے۔ وہ جب اپنے مسلسل انکار اور عوام کے مجبور کرنے پر خلیفہ بنے تو یہودیوں، عیسائیوں اور زرتشتیوں کا وفد ان کی خدمت عالی میں اس لئے حاضر ہوا تاکہ یہ معلوم کرے کہ ایک مثالی اسلامی حکومت میں ان کی کیا حیثیت ہوگی؟ علی نے انہیں یقین دلاتے ہوئے فرمایا "میں ضامن ہوں کہ تمہیں اپنی زندگی تورات انجیل اور اوستا کی شریعتوں کے مطابق بسر کرنے کی اجازت ہوگی" اور علی نے جو فرمایا تھا اپنے دورِ خلافت میں اسے ایفا کیا۔ تبھی تو جب علی شہید ہوئے تو ان کی شہادت پر مسلمانوں سے زیادہ یہودیوں، عیسائیوں اور زرتشتیوں نے گریہ وزاری کی۔ اے جرداق علی کی سوانح حیات کو محفوظ رکھنا، علی کے اس احسان کا جو انہوں نے عیسائیوں پر کیا، ایک ادنیٰ سا بدلہ ہے۔

اب جرداق کی کتاب سے چند اقتباسات ملاحظہ فرمایئے!

"قبل از اسلام مکے کے مکینوں کی بس اتنی ہی غرض تھی کہ بدو عربوں کے ہاتھ سے پیسہ نکل کر ان کی جیب میں آجائے اور زندگی کی قدر و قیمت ان کے نزدیک فقط ذاتی منفعت تھی۔ دفعتاً ان کے کانوں میں صدا گونجی، انسان کی قیمت وہ نہیں جو تم سمجھتے ہو اور صحرا نشین بدوؤں کی غرض خلقت وہ نہیں جو تمہارے ذہن میں ہے۔ یہ آواز محمد مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آواز تھی"۔

"عرب کے بعض قبیلے کتنے احمق اور جاہل تھے جو اپنی لڑکیوں کو بغیر کسی سبب کے زندہ درگور کردیتے تھے مشیت ایزدی سے انہیں ضد تھی۔ فطرت کا حسن انہیں ناپسند تھا۔ پھر یہ آواز انتہائی شفقت اور محبت کی آواز تھی جو ان کے کانوں میں آئی" اے لوگو! لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے سے باز رہو۔ اے بندگان خدا! لڑکی بھی خدا کی اسی طرح مخلوق ہے جس طرح لڑکے۔ کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ معصوم بچیوں کو زندگی کی نعمت سے محروم کردے۔ وہ خدا جو زندگی بخشتا ہے اور وقت معین پر انسان کو اپنے پاس بلا لیتا ہے"۔

یہ آواز بھی محمد مصطفےٰ صلعم کی آواز تھی، عربوں سے بڑھ کر کوئی قوم متکبر اور خود پسند کیا ہوگی وہ ہر غیر عرب کو پست اور انسانی دائرے سے باہر سمجھتے تھے۔ اتنے میں ایک بلند آواز تنبیہ کے طور پر سنائی دی کسی عرب کے رہنے والے کو غیر عرب پر فخر نہیں سوائے فضیلت پرہیزگاری اور نیکی کے، انسان انسان کا بھائی ہے۔ احترام انسانیت کی یہ آواز محمد مصطفےٰ صلعم کی آواز تھی۔ پیغمبر اسلام کی آواز کے بعد علی ابن ابی طالب کی آواز تھی جس نے انسانوں کو مکارم اخلاق کی طرف دعوت دی۔ علی ابن ابی طالب علیہ السلام بزرگوں کے بزرگ ایک ایسی منفرد ہستی تھے

جس کی نظیر نہ مشرق میں پیدا ہوئی نہ مغرب میں، نہ پہلے کبھی، نہ بعد میں۔

"دنیا میں بزرگ ہستیوں کے درمیان جو شخص محبت و وفا میں سب سے آگے تھا وہ علی تھا۔ وفا ان کی سرشت وعادت اور جان و دل میں پیوست تھی۔ وہ لوگوں سے محبت رکھتے تھے لیکن اسے اپنی ذات سے پیوستہ نہیں کرتے تھے اپنا عہد پورا کرتے تھے۔ وفاداری ان کی ذات کی حقیقت تھی انہوں نے اپنی فطری اور گہری ذہانت کی بدولت یہ دریافت کیا کہ آزادی سب سے مقدس چیز ہے۔ صحیح نوت فکر اور اچھی خصلت آزاد آدمیوں کا شیوہ ہے۔ سچی محبت اور خالص وفاداری بغیر آزادی کے ممکن نہیں ہے"۔

جرداق لکھتا ہے "کیا تم کسی ایسے فرمانبردار کو پہچانتے رہو جس نے پیٹ بھر روٹی کھانے سے ہمیشہ محض اس لئے پرہیز کیا ہو کہ اس کی رعایا میں اکثر لوگوں کو شکم سیری، نصیب نہیں۔ نفیس کپڑا بھی اسی وجہ سے نہ پہنا ہو کہ بہت سے انسان موٹی کملی اوڑھ کر بسر کرتے ہیں۔ پیسہ کبھی اس سبب جمع نہ کیا ہو کہ فقیر اور حاجت مند آدمی بہت ہیں۔ اپنی اولاد اور دوستوں کو وصیت کی ہو کہ میرے نقش قدم پر چلو۔ مسلمانوں کے بیت المال سے بغیر استحقاق کے مطالبہ کرنے پر اپنے بھائی کو ایک دینار دینے سے بھی انکار کر دیا ہو۔ اپنے حاکم کو ان الفاظ میں تنبیہ کی ہو" خدا کی قسم! اگر تم نے لوگوں کے مال میں کچھ بھی خیانت کی ہو تم پر ایسی سخت کارروائی کروں گا جو دوسروں کے لئے عبرت کا موجب ہو۔ پھر ایک رشوت خور افسر کو لکھا' خدا سے ڈرو اور لوگوں کا مال انہیں واپس کر دو نہیں تو میں وہی کروں گا جو میرا فرض ہے، تم نے کوئی ایسا بادشاہ سنا ہے جو اپنے ہاتھ سے چکی پیسے اور اس سے اپنی خوراک کے لئے ایسی خشک روٹی تیار کرے جو زانو سے دبا کر ہی ٹوٹ سکے جو اپنے ہاتھوں سے اپنی جوتیوں کو پیوند لگائے جس کی زبان سے نکلا ہوا یہ فقرہ اور کیا کہنا اس فقرہ کی بلاغت کا "آیا میں صرف اس بات پر قناعت کر لوں کہ لوگ مجھے امیر المومنین کہتے ہیں اور میں زمانے کی سختیوں میں ان کا شریک نہ بنوں"۔

یہ ہیں جرداق کی کتاب سے چند اقتباسات۔

دنیا کے صاحب الرائے اہل دانش کے نزدیک سرکار دوعالم محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی اللہ تعالیٰ کی شان خلاقیت کی مظہر اتم یا سب سے عظیم معجزہ ہے۔ آپ کی ذات پاک میں ایسی نادر الوجود صفات ہیں جن کی نظیر روئے زمین پر کسی بھی نبی، رسول، ہادی یا مصلح کی شخصیت میں نہیں ملتی۔ کسی بھی بانی مذہب کی زندگی میں وہ شان جامعیت نہیں پائی جاتی جو آپ کی زندگی میں ہے۔ مختصراً ذات باری تعالےٰ کا سب سے بڑا شاہکار یا معجزہ حضور رسالت

مآب کی ذات اقدس ہے۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

ہر کجا بینی جہان رنگ و بو | آنکہ از خاکش بروید آرزو
یا ز نور مصطفیٰ او را بہاست | یا ہنوز اندر تلاش مصطفیٰ است

اور سرورِ کائنات کا سب سے بڑا اعجاز تربیت جناب امیر علیہ السلام ہے۔ آنحضرت نے اپنی زندگی میں میں کئی ہزار انسانوں کا تزکیۂ نفس فرمایا لیکن ان فیض یافتگان نبوی کی کی ذات جامع حیثیات نظر آتی ہے یا یوں سمجھئے کہ جس طرح آنحضرت اللہ تعالیٰ کی صفت تخلیق کا سب سے بڑا معجزہ ہیں اسی طرح حضرت علی حضور سرورِ دوعالم کی شان نبوت و رسالت کا سب سے بڑا معجزہ ہیں۔

علمائے نفسیات کے نزدیک انسانی شخصیات کے تین پہلو ہیں یا ASPECT، ہیں

(۱) علم یا شعور COGNITION (۲) احساس یا جذبات PERCEPTION

(۳) ارادہ یا عمل VOLITION۔

لہذا کسی شخص کی سیرت یا شخصیت کی برتری اور بڑائی کا صحیح اندازہ کرنے کے لئے ان تینوں پہلوؤں کا جائزہ لینا ہوگا۔ چنانچہ جس کی شخصیت کے یہ تینوں پہلو یکساں انداز میں نقطۂ کمال تک پہنچے ہوئے ہوں، سیرت و شخصیت کے اعتبار سے وہ شخص دوسروں سے بلند تر ہوگا۔

دین اسلام میں ان ASPECTS کے لئے یہ اصطلاحات ہوں گی - COGNI-TION یعنی علم و شعور کے لئے ایمان اور پھر ایمان کی انتہائی منزل یقین PERCEPTIN — یعنی احساسات و جذبات کی پہلی منزل حُب اور پھر حُب کی انتہائی منزل عشق VOLITION — یعنی ارادہ و عمل کی پہلی منزل عمل صالح اور پھر عمل صالح کی انتہائی منزل جہاد۔

علامہ اقبال نے اپنے ایک شعر میں انہی تین پہلوؤں کی طرف واضح اشارہ کیا ہے

یقیں محکم عمل پیہم، محبت فاتح عالم | جہاد زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

ایمان انسانی سیرت کی تربیت کے لئے بمنزلہ سنگ بنیاد ہے اور ایمان اسی صورت میں پختہ ہوتا ہے جب تطہیر فکر ہو، خیالات پاکیزہ اور صالح ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ خواجۂ دوسرا علیہ الصلوٰۃ والثناء نے سب سے پہلے دنیا کو ایمان کی طرف بلایا یعنی سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات اور توحید کے متعلق صحیح علم پیش کیا۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

یقیں پیدا کر اے غافل، یقیں سے ہاتھ آتی ہے | وہ درویشی کہ جس کے سامنے جھکتی ہے فغفوری

اب حضرت علی کی سیرت کو ایمان کی انتہائی منزل یعنی یقین پر پرکھئے۔ جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی دعوت شروع کی تو حضرت علی نے سب سے اول اپنے یقین کا اعلان کیا۔ اس وقت ان کی عمر کم وبیش ۱۰ سال تھی۔ جس روز پیغمبر خدا نے اپنے خاندان والوں کو کھانے کی دعوت دی اور چاہا کہ ان سے گفتگو کر کے اسلام کی تبلیغ کریں تو آپ کے چچا ابولہب نے آپ کی بات کاٹ کر لوگوں کو بھڑکا دیا۔ یہاں تک کہ سب اٹھ کھڑے ہوئے اور رسول خدا کو چھوڑ کر باہر چلے گئے۔ آنحضرت نے ان کو دوبارہ مدعو کیا اور کھانے کے بعد کہا کہ میں عرب میں کسی ایسے شخص کو نہیں جانتا جو اپنے اعزا کے لئے مجھ سے بہتر تحفہ لایا ہو۔ تم میں سے کون میرے مشن کی تکمیل میری مدد کرے گا؟ پھر وہی انکار ہوا اور وہ چاہتے تھے کہ پہلی مرتبہ کی طرح وہاں سے چلے جائیں کہ اتنے میں ایک دس سالہ بچہ کی آواز بلند ہوئی "یارسول اللہ میں آپ کی مدد کروں گا۔ گو میں عمر میں سب سے چھوٹا ہوں اور میری ٹانگیں بھی ابھی پتلی ہیں جو شخص آپ کے مقابلہ پر آئے گا میں اس سے جنگ کروں گا"۔

یہ کم سن علی کی آواز تھی جو کعبے کی چار دیواری کے اندر پیدا ہوا تھا جس کی ماں فاطمہ بنت اسد کو رسول کی پرورش اور تربیت کا فخر حاصل تھا۔ اور جس کے باپ ابوطالب کو در یتیم عبداللہ کی محافظت کا شرف حاصل تھا۔ ؎

مقام شوق بے صدق و یقیں نیست   گر از صدق و یقیں داری نصیبے

پھر فرمایا" ذات گرامی اور میرے درمیان جتنے پردے حائل ہیں اگر ہٹ جائیں تو پھر بھی، میرے یقین میں اضافہ نہیں ہوگا"۔ یعنی میرا یقین پہلے ہی سے واثق واکمل ہے۔

دوسرا پہلو محبت یا حب، انتہائی منزل عشق خدا اور رسول کا ہے۔ اب اس معیار سے علی کی سیرت کو تولیئے۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں۔ ؎

مسلم اول شہ مرداں علی   عشق را سرمایہ ایماں علی

محبت ہی وہ چیز ہے جو انسان کو عمل کرنے پر مجبور کرتی ہے۔ وطن کی محبت ایک سپاہی کو وطن کی حفاظت کے لئے جاں فروشی پر آمادہ کرتی ہے۔ اگر سید الشہداء امام حسین کو اللہ تعالیٰ کی ذات سے شدید ترین محبت نہ ہوتی تو وہ توحید کو قائم کرنے کیلئے وہ جگر خراش مصائب کبھی برداشت نہ کرتے جو انھوں نے کربلا کے میدان میں نہایت اطمینان کے ساتھ برداشت کئے۔ یہ عشق حسین نے اپنے ماں باپ سے ورثہ میں پایا تھا۔ عشق کی اہمیت علامہ اقبال کے کلام سے عیاں ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔

عشق و دل و نگاہ کا مرشد اولیں ہے عشق　　عشق نہ ہو تو شرع و دیں بتکدۂ تصورات

صدق خلیل بھی ہے عشق صبر حسین بھی ہے عشق　　معرکۂ وجود میں بدر و حنین بھی ہے عشق

عشق با نان جویں خیبر گشاد　　عشق در اندام مہ چاکے نہاد

بدر کی دفاعی جنگ میں ۷۰ کفار مارے گئے تھے جن میں سے ۳۵ ، علی نے قتل کئے تھے۔ حضرت علی نے اپنے تمام احساسات کو عشق خدا اور رسول کی طرف منتقل کر دیا تھا۔ وہ خدا کے لئے جیئے اور بالآخر اسی کی راہ میں اپنی جان کو نثار کر دیا۔ انہیں اپنے نفس پر اس قدر قدرت حاصل تھی کہ پیغمبر خدا نے انہیں "بوتراب" کا لقب دیا تھا۔ یعنی مٹی کا باپ وہ شخص جس نے اپنے تمام مادی جذبات پر قابو پا لیا تھا۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

مرسل حق کرد نامش بوتراب　　حق یداللہ خواند در ام الکتاب

ہر کہ دانائے رموز زندگیست　　سر اسمائے علی داند کہ چیست

خاک تاریکے کہ نام او تن است　　عقل از بیداد او در شیون است

شیر حق ایں خاک را تسخیر است　　بوتراب از فتح اقلیم تن است

ہر کہ در آفاق گردد بوتراب　　باز گرداند ز مغرب آفتاب

ان کے ضبط نفس کی اس سے بہتر مثال کیا ہو سکتی ہے کہ جب ایک دشمن دیں قوی ہیکل جیسا پہلوان رسول مقبول کے قتل کے ارادے سے ان کی طرف جا رہا تھا تو علی اس کے راستہ میں حائل ہو گئے اور اسے پچھاڑ کر اس کے سینے پر سوار ہوئے اور تلوار سے سر قلم کرنے کو تھے کہ اس نے حقارت سے ان کے پاک چہرے پر تھوک دیا۔ اب اس واقعہ کو میرے لفظوں میں نہیں، مولانا روم کے لفظوں میں سنیئے۔ ؎

از علی آموز اخلاص عمل　　شیر حق را داں مطہر از دغل

حضرت علی سے خلوص عمل کا سبق سیکھو اور شیر خدا کو ہر قسم کے مکر و فریب سے پاک جانو۔

در غزا بر پہلوانی دست یافت　　زود شمشیری برآورد و شتافت

انہوں نے لڑائی میں ایک پہلوان کو نیچے گرا لیا اور بڑی تیزی سے تلوار کھینچی۔

او خیو انداخت بر روی علی　　افتخار ہر نبی و ہر ولی

اس پہلوان نے علی کے چہرۂ مبارک پر لعاب دہن پھینکا۔ مرد حق کے چہرہ پر جو ہر نبی اور ولی کے لئے مایۂ افتخار ہیں۔

آں خیو زد بر رخی کہ روی ماہ　　سجدہ آرد پیش او در سجدہ گاہ

در زمان انداخت شمشیر آن علی ... کرد او اندر غزااش کاہلی

گفت میراں آں بہادر زیں علی ... در نمودن عفو و رحمت بی محل

گفت بر من تیغ تیز افراشتی ... از چہ افگندی مرا بگذاشتی

آنچہ دیدی کہ چنیں خشمت نشست ... تا چناں برقی نمود و باز جست

- اس نے اس چہرے پر تھوک دیا جس کے سامنے چاند کا چہرہ بھی سجدے کرتا ہے
- حضرت علی نے اس وقت اپنی تلوار نیچے پھینک دی اور جنگ کو ختم کر دیا۔
- آپ کے طرز عمل پر وہ جنگجو پہلوان بڑا حیران ہوا۔ آپ کی غیر متوقع بخشش اور رحم سے بیحد متحیر اور متاثر ہوا۔
- اس نے کہا آپ نے تیز دھار تلوار مجھ پر لہرائی تھی لیکن اب کس وجہ سے اسے پھینک دیا اور مجھے چھوڑ دیا۔

آپ کے ذہن میں کیا خیال آیا کہ آپ کا غصہ فرو ہو گیا اور شدید غصے کی بجلی ختم ہو گئی

آنچہ دیدی برتر از کون و مکاں ... کہ بہ از جاں بود بخشید یم جاں

ای علی کہ جملہ عقل و دیدہ ... شمۂ واگو از آں چہ دیدہ

تیغ حلمت جان ما را چاک کرد ... آب علمت خاک ما را پاک کرد

- اے علی آپ سراپا عقل و نظر ہیں۔ براہ کرم جو کچھ آپ نے دیکھا ہے اس میں سے تھوڑا سا حصہ میرے لئے بھی بیان کیجئے۔
- آپ کے حلم کی تلوار نے میری روح کو گرویدہ کر لیا ہے اور آپ کے علم نے میری پلید مٹی کو پاک کر دیا ہے۔

مولانا کے ہاں بہت سے قیمتی اور بیش بہا اشعار اس کے بعد بھی وارد ہوئے ہیں مگر یہاں تو صرف چند ہی پیش خدمت کئے جا سکتے ہیں۔ ہاں! حضرت علی کے جواب کا تھوڑا حصہ ضرور سن لیں۔ حضرت علی فرماتے ہیں ؎

گفت من تیغ از پی حق می زنم ... بندہ حقم نہ مامور تنم

- آپ نے فرمایا کہ میں صرف حق و صداقت کی خاطر تلوار اٹھاتا ہوں۔ میں حق تعالیٰ کا بندہ ہوں جسم کا غلام نہیں ہوں۔

خشم بر شاہان، شہ و ما را غلام ... خشم را ہم بستہ ام زیر لگام

- غصہ بادشاہوں کیلئے غالب مگر میرے لئے مغلوب ہے کیونکہ مجھے اس پر پوری قدرت حاصل ہے۔

چوں در آمد درمیاں غیرِ خدا　　　　تیغ را اندر میاں کردم سزا

جب میدان جنگ میں اللہ کے بجائے غیر اللہ یعنی ذاتی جذبۂ انتقام درمیان میں آ گیا تو میں نے تلوار کو میان میں رکھ لیا۔

بخل من للہ عطا للہ و بس　　　　جملہ للہ ام نیم من آں کس

میری دشمنی اور بخشش دونوں اللہ کے لئے ہیں کیونکہ میں سراپا اللہ تعالیٰ کے لئے ہوں کسی اور کا بندہ نہیں۔

اب ہم تیسرے پہلو یعنی عمل صالح اور جہاد کے پیمانے سے حضرت علی کی سیرت کو ناپتے ہیں جس کا یقین پختہ ہوگا اس کا عشق کامل ہوگا۔ اس کے اعمال صالح اور جہاد فی سبیل اللہ ہوگا۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں۔ ؎

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی　　　　یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

ایسی کوئی دنیا نہیں افلاک کے نیچے　　　　بے معرکہ ہاتھ آئے جہاں تخت جم و کے

لذت ایماں فزاید در عمل　　　　مردہ آں ایماں کہ ناید در عمل

حضرت علی کی تمام زندگی ایک مجاہد کی زندگی ہے۔ کم سنی میں شجاعت کا یہ عالم، اللہ اللہ کہ باطل کے خلاف رسول خدا کی معاونت میں ایک ہی آواز بلند ہوتی ہے۔ ۲۲ سال کی عمر میں، ہجرت کی رات بستر رسول پر ایسی گہری اطمینان کی نیند سوئے کہ ایسی نیند نہ کبھی پہلے میسر آئی تھی نہ بعد میں نصیب ہوئی۔ جنگ بدر میں جب عام حملہ ہوا تو علی کی تلوار بجلی بن کر دشمنوں کے خرمن حیات پر اس طرح گری۔

اٹھی، گری، بلند ہوئی پست ہوگئی　　　　پی پی کے دشمنوں کا لہو، مست ہوگئی

انہوں نے پے در پے کفار کے کئی سرداروں کو قلب میں گھس کر قتل کیا۔ جنگ احد میں وہ بے مثل تھے۔ جسم مبارک پر ۱۶ زخم آئے۔ یہ سعادت صرف حضرت علی کو نصیب ہوئی۔ جب کئی مسلمان بھاگ رہے تھے، رسول خدا نے انہیں پکارا "علی ہمارا دفاع کرو"۔ اس جنگ میں علی نے کفار کے آٹھ علمبرداروں کو تہہ تیغ کیا۔ حتیٰ کہ جب آخری علمبردار قتل ہوا تو دشمنوں پر حیدر کرار کی ہیبت اس قدر چھا گئی تھی کہ پھر کسی شخص کو علم اٹھانے کی جرأت نہ ہو سکی۔ غزوۂ خندق میں جب قریش کے مشہور بہادر عمرو ابن عبدود نے لشکر اسلام کو للکارا تو شیر خدا کے علاوہ کوئی اور شخص سامنے نہ آیا۔ عمرو نے تکبر سے کہا میں تمہیں قتل کرنا نہیں چاہتا، جاؤ کسی ایسے شخص کو بھیجو جو میرا مقابلہ کر سکے۔ حضرت علی نے جواب دیا مگر میں تمہیں قتل کرنا چاہتا ہوں

یہ سن کر وہ دیوانہ وار گھوڑے سے اترا اور حملہ آور ہوا مسلمان خوفزدہ تھے کہ علی قتل ہو جائیں گے۔ دوران مبارزت اتنی گرد اڑی کہ گرد کے بادل میں مبارز اور مجاہد دونوں چھپ گئے۔ دفعتاً نعرہ بلند ہوا، اللہ اکبر جس سے مسلمانوں کے دل اچھل پڑے اور دشمنوں کے دل بیٹھ گئے انہوں نے جان لیا کہ عرب کا مشہور اور قوی ہیکل جنگجو عمرو ابن عبدود قتل ہو گیا ہے۔ مسلمانوں کی طرف سے نعرۂ تکبیر مسلسل بلند ہوتا گیا اور بالآخر مسلمان فتحیاب ہوئے۔

کن کن واقعات کا ذکر کیا جائے۔ جنگ خیبر میں فتح علی کے ہاتھ ہوئی۔ یہودیوں کا سب سے نامور پہلوان مرحب سر پر فولادی خود رکھے بڑے طمطراق سے رجز پڑھتا ہوا سامنے آیا تو بقول مولانا شبلی شیر خدا نے اس کے سر پر ذوالفقار کا ایسا بھرپور وار کیا کہ ان کی تلوار خود کو کاٹتی ہوئی دانتوں تک اتر گئی۔ اس کے بعد جب قلعہ پر حملہ ہوا تو قلعہ کا دروازہ اکھاڑ کر پہلے اسے ڈھال بنایا، پھر خندق پر ڈال دیا تاکہ لشکر اسلام کے لئے پل کا کام دے جنگ کے بعد کوئی ۲۰ آدمیوں نے مل کر اسے اٹھانا چاہا تو بھی نہ اٹھا سکے۔

آپ کی شجاعت کے کن کن کارناموں کا ذکر کروں۔ بس آخری فتح کے بیان پر اکتفا کرتا ہوں۔ ۱۹ رمضان المبارک ۴۰ ہجری کی صبح تھی۔ علی مسجد کوفہ میں صبح کی نماز پڑھا رہے تھے۔ پہلی رکعت کا دوسرا سجدہ ہونے کو تھا کہ عبدالرحمٰن ابن ملجم نے مولود کعبہ پر اپنی زہرآلود تلوار سے وار کیا جس سے سر اقدس زخمی ہو گیا۔ تلوار کا وار ہوتے ہی حضرت علی پکارے فزت برب الکعبہ کعبہ کے رب کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔ امیرالمومنین نے امام حسن سے فرمایا بیٹا آگے بڑھو اور نماز پڑھاؤ۔ نماز کے بعد جناب امیر کو گھر پہونچایا گیا۔ قاتل گرفتار ہوا اور آپ کے سامنے افطار کے وقت لایا گیا اس پر خوف و ہراس طاری تھا اور وہ شدت خوف سے کانپ رہا تھا۔ اس کا چہرہ زرد اور ہونٹ خشک تھے۔ حضرت علی نے امام حسن کو حکم دیا کہ اسے دودھ پلاؤ۔ پھر اس سے سوال کیا کیا میں نے کبھی تمہیں اذیت پہنچائی تھی؟ اس نے جواب دیا "نہیں"، پھر پوچھا کیا میں تیرا اچھا امام نہ تھا۔ اس کے پاس جواب نہ تھا۔ بعد ازاں امام حسن نے فرمایا اسے کوئی برا بھلا نہ کہے اگر میں زندہ رہا تو شاید سزا دوں یا معاف کر دوں۔ اگر میں مر گیا تو اس کا سر تلوار سے ایک ہی وار میں قلم کر دینا تاکہ اسے کم از کم تکلیف ہو۔ ۲۰ رمضان کے دن جو اعزا و اقارب جمع تھے ان سے فرمایا عبدالمطلب میں تمہیں ایسی حالت میں نہ پاؤں کہ تم مسلمانوں کے خون سے سر سے بالوں تک رنگین ہوئے پھرو اور کہتے جاؤ کہ امیرالمومنین قتل ہو گئے، امیرالمومنین قتل ہو گئے، آگاہ ہو، میرے قاتل کے سوا کوئی دوسرا شخص قتل نہیں

ہونا چاہیئے یہ سب اس لئے کہ میرے بعد مسلمان قتل نہ ہوں اور نہ آپس میں لڑیں ۔

اپنے بیٹوں سے بالخصوص فرمایا، تمہیں خدا کی قسم اپنے پڑوسیوں کا لحاظ رکھنا اور ان کے ساتھ شفقت سے پیش آنا۔ فقرا اور مساکین کا خیال رکھنا۔ ان کو اپنی روزی اور معاش میں شریک کرنا جس سے بات کرو میٹھی زبان میں اور جب کوئی کلمہ کہو تو وہ نیکی اور خیر کا کلمہ ہو۔

پھر آنکھیں بند کرلیں اور تلاوت کرنے لگے۔ تھوڑی دیر کے بعد لوگوں کی طرف نظر کی اور فرمایا میں کل تک تمہارا حاکم تھا۔ آج تمہارے لئے عبرت کا سبب ہوں اور کل تم سے جدا ہو جاؤں گا۔ خدا مجھے بھی بخشے اور آپ کو بھی ۔

ماہ رمضان کی ۲۱ تاریخ کو آپ نے دنیا سے رحلت فرمائی۔ وہ رخصت ہوا جس کی فتحیابیاں بھی عظیم تھیں اور ناکامیاں بھی۔ گیارہ ائمہ معصومین کا باپ شہید ہو گیا اور اپنی اولادت کے لئے شہادت فی سبیل اللہ کی بنیاد رکھ گیا۔

سپاسِ جنابِ امیر علیہ السلام

علامہ اقبال مرحوم

علامہ شیخ ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم نے سپاس جناب امیر علیہ السلام میں جہاں حضرت علی علیہ السلام سے اپنے انتہائی عشق کا ذکر کیا ہے۔ وہاں آپ کی منقبت میں بھی مدح سرائی کی آخری حد تک پہنچ گئے ہیں۔ سچ پوچھئے تو آپ نے اس قصیدے میں تعریفی و توصیفی الفاظ و تراکیب کا ذخیرہ ختم کر دیا ہے اور مطالب کے بحور ذخائر کو ایسی خوبی سے کوزوں میں بند کیا ہے کہ مالاے مروارید گراں مایہ کا نقشہ پیش نظر ہو جاتا ہے درحقیقت آپ کا یہ نادر روزگار شاہکار قصیدہ اس مقصد کیلئے ہزارہا ضخیم کتابوں کی تصنیف پر بھاری ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے حضرت علی علیہ السلام کی منقبت کا حق ادا کر دیا ہے بلاشبہ آپ کو وزیر و وارث رسولؐ۔ زوجِ بتولؑ پدرِ حسنینؑ۔ ناصرِ دینِ اسلام۔ قاطعِ ادیانِ باطل / ماحی کفر و طغیان محی حق و صداقت۔ اسد اللہ الغالب۔ سیدنا علی المرتضیٰ علیہ السلام کی مدح سرائی کا ذریعہ ایسے ہی کلام بلاغت نظام کو بنانا چاہئے تھا۔ آپ کو یہ منقبت اتنی عزیز تھی کہ آپ ہر روز صبح کے وقت اس منقبت کو ضرور پڑھا کرتے تھے۔

(وصی خاں)

اے محو ثنا ے تو زبانہا — اے یوسفِ کاروانِ جانہا
اے بابِ مدینۂ محبت — اے نوحِ سفینۂ محبت
اے ماحی نقشِ باطلِ من — اے فاتحِ خیبرِ دلِ من
اے سرِ خطِ وجوب و امکاں — تفسیرِ تو سورہ ہائے قرآں
اے مذہبِ عشق را نمازے — اے سینۂ تو امینِ رازے
اے سرِ نبوتِ محمدؐ — اے وصفِ تو مدحتِ محمدؐ

گردون که به رفعتِ ایستاده است ‌ ‌ ‌ از بام بلند تو فتاده است

هر بنده ذره در گشت چو منصور ‌ ‌ ‌ در جوشش ترانهٔ انا الطور

بے تو نتوان بار رسیدن ‌ ‌ ‌ بے او نتوان بنور میدان

فردوس ز تو چمن در آغوش ‌ ‌ ‌ از شانِ تو حیرت آئینه پوش

جانم به غلامیِ تو خوشتر ‌ ‌ ‌ هر بر زده ام ز جیبِ قنبر

هشیارم و مست بادهٔ تو ‌ ‌ ‌ چون سایه ز پا فتادهٔ تو

از هوش شدم مگر بهوشم ‌ ‌ ‌ گوئی که نصیریٔ خموشم

دانم که ادب به ضبط راز است ‌ ‌ ‌ در پرده خامشی نیاز است

اما چه کنم مئے تولا ‌ ‌ ‌ تند است برون فتد ز مینا

ز اندیشهٔ عافیت رهیدم ‌ ‌ ‌ جنسِ غمِ آن تو خریدم

مکرم چو به جستجو قدم زد ‌ ‌ ‌ در دیر شد و در حرم زد

در دشتِ طلب بے دویدم ‌ ‌ ‌ داماں چو گرد باد صیدم

در آبله خارها خلیده ‌ ‌ ‌ صد لاله تہِ قدم دمیده

افتاده گره بروئے کارم ‌ ‌ ‌ شرمنده دامنِ غبارم

پوریاں پئے خفر سوئے منزل ‌ ‌ ‌ بر دوشِ خیال بستہ محمل

جویائے مئے شکستہ جامے ‌ ‌ ‌ چوں صبح بہار چیده دلے

پیچیده مجود چو موج دریا ‌ ‌ ‌ آواره چو گردِ باد صحرا

وا مانده ز دردِ نارسیدن ‌ ‌ ‌ در آبلهٔ شکسته دامن

عشقِ تو دلم ربود ناگاه ‌ ‌ ‌ از کار گره کشود ناگاه

آگاه ز هستی و عدم ساخت ‌ ‌ ‌ بت خانهٔ عقل را حرم ساخت

چوں برق بجز منم گزر کرد ‌ ‌ ‌ از لذتِ سوختن خبر کرد

بر بادِ متاعِ هستیم داد ‌ ‌ ‌ جائے ز نئے حقیقتم داد

سرمست شدم ز پا فتادم ‌ ‌ ‌ چوں عکس ز خود جدا فتادم

پیراهنِ ما و من دریدم ‌ ‌ ‌ چوں اشک ز چشمِ خود چکیدم

خاکم به فرازِ عرش بردی ‌ ‌ ‌ زاں راکه بادلم سپردی

و اصل به کنار کشتیم شد ‌ ‌ ‌ طوفانِ خیال ز کشتیم شد

جز عشق حکایت نہ دارم   پروائے ملامتے نہ دارم
از جلوۂ عام بے نیازم   سوزم۔ گریم۔ تپم۔ گدازم

نوٹ:۔ قارئین کرام آخری نو اشعار کے اردو ترجمہ لکھ رہا ہوں اس سے آپ بخوبی علامہ اقبال (مرحوم) کے عشق علی سے والہانہ عقیدت کا اندازہ لگا سکتے ہیں علامہ اقبال فرماتے ہیں عشق علی المرتضیٰؑ نے جب میری دستگیری کی اور مجھے سرگردانی سے رہائی دلادی تو مجھے حیات دممات سے آگاہ کردیا اور اس طرح سے میری عقل کے بتکدے کو بتوں سے پاک کرکے حرم محترم بنادیا۔ وہ بجلی کی طرح میرے سرمایۂ دل سے گزرا اور مجھے سوز و گداز کی لذت سے آشنا کردیا۔ میری باطل ہستی کو مٹا کر مجھے شراب معرفت کا پیالہ نوش جاں کرادیا جس کے باعث میں سرمست سرخوش ہو کر لڑکھڑا گیا۔ اور عکس کی طرح سے اپنے آپ سے جدا ہوگیا۔ چنانچہ مدہوش ہو کر میں نے پیراہنِ خودی کو چاک کرڈالا اور آنسو کی طرح میں اپنی آنکھ سے ٹپک پڑا۔ وہ میری خاک کو عرش کی بلندی تک لے گیا۔ اور اسے میرے دل کے سپرد کردیا جس کی بنا پر میری روح کی کشتی کنارے لگ گئی اور میری برائیاں بھلائیوں میں بدل گئیں۔ اب جبکہ عشق نے مجھے مقصد حیات پر دسترس دلائی ہے اور میرا نجات دہندہ ثابت ہوا ہے میں سوائے عشق علی مرتضیٰؑ کے کوئی کہانی بیان کرنے کے لئے نہیں رکھتا اور اس فسانے کے بیان کرنے میں کسی ملامت کی پرواہ نہیں کرتا۔ میں اب عام معشوقوں کے جلوے سے بے نیاز ہوچکا ہوں۔ اور اب لے دے کے میرا کام میرے معشوق خاص (علیؑ) کے عشق میں جلنا۔ آہ و زاری کرنا تڑپنا اور پگھلنا ہی رہ گیا ہے۔

وصی خان

بعد از نبیؐ بزرگ توئی قصہ مختصر

تحریر: سید محمد سبطین

علیؑ کسی فرد کا نام نہیں رہا۔ علیؑ کا نام انسانیت کے لئے ایک ایسی روشن علامت بن گیا ہے جو ہر مقام اور ہر منزل پر انسان کی رہنمائی کرتا ہے۔ اگر کسی کو علماء کی صف میں تلاش کرنا ہو تو لوکشف الخطاء کہنے والے پر نظر ڈالئے اور اگر کسی کو خطیبوں کی محفل میں ان کے سرخیل کو دیکھنا ہو تو وہ منبر رسول پر متمکن سلونی کی صدا بلند کرنے والے کو دیکھے۔ اگر کسی کو مسند قضا پر عدل خداوندی کے اعلیٰ نمونے کی تلاش ہو تو قضایا علیؑ پر نظر ڈالے۔ اگر کسی امیر کو بوریہ نشین دیکھنا ہو تو مسجد کوفہ میں نان جو نوش فرمانے والے کو دیکھے۔ کسی کو اگر وفا کے پیکر کی تلاش ہو تو وہ خیبر و خندق اور بدر و حنین کے فاتح کے قدموں پر سجدہ ریزی کرے۔ غرض علیؑ کی ذات زندگی کے ہر شعبے میں رہنمائی کرتی ہے۔ رسول اکرم کا جانشین کوئی ایسا نہیں ہو سکتا جو ان تمام صفات کا حامل نہ ہو جو خداوند عالم نے اپنے آخری رسولؐ کو عطا کر کے بھیجا۔ سرکار دو عالم عالمین کے لئے رحمت تھے۔ اور علیؑ بھی دونوں عالم کے لئے رحمت تھے۔ ہیں اور قیامت تک رحمت بنے رہینگے۔ آپ کی ذات کسی زمانے اور وقت کے لئے محدود نہیں۔ "نہج البلاغہ" کلام خدا اور کلام رسولؐ کے بعد سب سے بلند مقام کی حامل ہے۔ اس میں آپ کی زندگی کے شعبہ میں بندگانِ خدا کی رہنمائی فرمائی ہے روح اسلام روح قرآن اس کے ایک ایک جملہ میں کارفرما ہے۔ سرکار دو عالمؐ نے فرمایا ہے کہ خدا کو کسی نے نہیں پہچانا بجز میرے اور علیؑ کے مجھے نہیں پہچانا کسی نے بجز خدا کے اور علیؑ کے اور علی کو کسی نے نہیں پہچانا بجز میرے اور خدا کے جس کی یہ منزلت ہو اس کی فضیلتوں کو کون بیان کر سکتا ہے؟ اس کا عرفان کس کو حاصل ہو سکتا ہے؟ اسی کو حاصل ہو سکتا ہے جو شرابِ حبِ علی سے ہر وقت سرشار رہتا ہو۔ اور جس کی روح ہر لمحہ علیؑ علیؑ کی تسبیح پڑھتا ہو۔ ہم کو اس خاکدان عالم میں اور اس مادی دور میں ہر وقت علی کی رہنمائی کی ضرورت ہے اگر ہم آپ کے بتائے ہوئے راستہ پر چلنے کا عہد کریں تو ہم کو دنیا میں بھی سرخروئی حاصل ہو سکتی ہے اور دین میں بھی سربلندی نصیب ہو سکتی ہے۔

اگر علی نہ ہوتے ــــــــ ؟

عالی جناب مولانا سید ابن حسن صاحب قبلہ نجفی مدظلہ العالی

۱۳ رجب کا سورج عالم کو اس مبارک و مسعود دن کی یاد دلاتا ہے جس کی برکت و سعادت سے آج تک آفتاب اسلام درخشاں ہے اور تا قیام قیامت ضیا بار رہے گا۔ اس تاریخ اس عظیم ترین ہستی نے دنیا کو اپنے قدوم میمنت الزوم سے رونق بخشی جس کی نظیر نہ اولین میں مل سکتی ہے نہ آخرین میں۔

یہ کون ہے مطلوبِ کلِّ طالب اسد اللہ الغالب علیٰ کلِّ غالب علی ابن ابی طالب علیہ آلاف التحیۃ والثناء ۵

زباں پہ بار خدایا یہ کس کا نام آیا کہ میرے نطق نے بوسے مری زباں کیلئے

اللہ اللہ! ہزاروں اختلافات کے باوجود حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے عجزت النساء ان تلدن مثل علی ابن طالب (اب یہ ناممکن ہے کہ کوئی ماں علی جیسا بچہ پیدا کر سکے۔ (مناقب خوارزمی) ۱۳ رجب المرجب بروز جمعہ بیت اللہ نے نفس اللہ کا استقبال کیا۔ اور بقول صاحب مروج الذہب و مطالب السئول یہ حضرت علی ہی کی بزرگ ترین اور خصوصی منزلت ہے کہ خانہ کعبہ میں پیدا ہوئے۔ مولودِ کعبہ ... ... اور .. ... مسلم اوّل شہ مردانِ علی

لم یعبد الاوثان قط لصغرہ ومن ثم یقال فیہ کرم اللہ وجہہ حضرت علی نے کبھی بتوں کی پرستش نہیں کی۔ اس لئے آپ کے ساتھ کرم اللہ وجہہ کہا جاتا ہے۔ (صواعق محرقہ)

رسول کا پہلا مددگار

دعوتِ ذوالعشیرہ کا منظر اور صاحب وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحیٌ یوحیٰ کے یہ الفاظ ابھی تک تاریخوں میں موجود ہیں۔ ان ھٰذا اخی و وزیری و وصی و خلیفتی فیکم فاسمعوا لہ واطیعوہ۔ دیکھو! یہ علی میرا بھائی

میرا وزیر۔ میرا وصی اور خلیفہ ہے تم سب اس کی بات ماننا اور اطاعت کرنا (طبری کامل طبقات)

آخری وقت کا ساتھی

قبض رسول اللہ و راسہ فی حجر علی جب پیغمبرؐ اکرم زندگی کے آخری سانس لے رہے تھے تو سر اقدس علی کی آغوش میں تھا۔ (طبقات ابن سعد) ابن عباس کہتے ہیں لعلی اربعہ خصال لیست لاحد غیرہ ھو اوّل عربی و عجمی صلّی مع رسول اللہ وھو الذی کان لواءہ معہ فی کل زحف وھو الذی صبلم معہ یوم عند غیرہ وھو الذی غسلہ وادخلہ فی قبرہ علی ان چار صفتوں میں منفرد ہیں۔ سوائے ان کے اور کسی کو یہ خصوصیت نصیب نہیں ہوئی (۱) علی معمورۂ عالم کا وہ پہلا انسان ہے جس نے رسولؐ کے ساتھ نماز ادا کی (۲) بس یہی ہیں وہ جو آنحضرتؐ کے ساتھ ہر معرکے میں پرچم لہراتے رہے (۳) صرف انہوں نے ہی اس دن پیغمبرؐ کی معیت میں استقلال کا مظاہرہ کیا۔ اس دن اور اس وقت جب ہر طرف گرد فرار اڑتی نظر آرہی تھی۔ (۴) علی ہی تھے جنہوں نے رسول مقبول کو غسل دیا۔ اور آخری آرام گاہ تک پہنچایا۔ (طبقات ابن سعد)

وہ مخلص کہ قدرت پکار اٹھی وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْرِیْ نَفْسَہُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللہ منزل عرفان دیکھئے۔ رسولؐ فرماتے ہیں کہ خدا کو یا میں نے پہچانا یا علی نے اور خود علی کہتے ہیں: لو کشف الغطاء لما ازددت یقینا ٥ پردے بھی ہٹ جائیں تو میرے یقین میں کوئی اضافہ نہیں ہو سکتا۔ عبادت کا یہ عالم کہ کبھی کبھی ڈوبتا ہوا سورج نمازی کے قدموں پر اپنی کرنیں نچھاور کرنے کے لئے آجاتا۔ (تاریخ خمیس)

سیرت نگار

یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ فخر آدم بارگاہ احدیت میں سجدہ ریز ہوتے تھے تو خشوع و خضوع کی کیفیت دیکھ کر لوگ چلّانے لگتے تھے۔

------ قدمات ابوالحسن۔ علی دنیا سے گذر گئے، اور عبادت بھی ان جذبوں کے ساتھ خود فرماتے ہیں۔ معبود! اس لئے تیری

عبادت نہیں بجا لاتا کہ دوزخ کا خوف یا جنت کی طمع دامن گیر ہے ۔۔۔۔ نہیں ۔۔۔ مالک! علی کا سر نیاز اس لئے اور صرف اس لئے خم ہوتا ہے کہ تو مستحق عبادت ہے۔

میدان شجاعت میں ہاتفِ غیب زمزمہ پردازی کرتا ہے اور لاسیف الّا ذوالفقار و لا فتیٰ الّا علی کا ابدی نقش دامنِ کائنات پر کچھ اس انداز سے ابھرتا ہے کہ طاقت کے کوہ شکن حوصلے پست ہو جاتے ہیں اور اس طرح کہ بلند ہونے کا نام تک نہیں لیتے! بزمِ سخا کہہ رہی ہے کہ خلیل کے بحرِ کرم کا تموّج بھی دیکھا مگر یوں تو الزکوٰۃ وھم راکعون اور یوثرون علیٰ انفسھم ولو کانت بھم خصاصۃ کے عنوان سے قرآن نے سوائے علی کے اور کسی کی خدمت میں سپاسنامے پیش نہیں کئے۔ شہرِ علم کو ناز کہ علی اس کا دروازہ ہیں۔ مسند قضا رہینِ منّت کہ لاج رکھ لی۔ اور رنگِ حکومت شاہد کہ جب ابوتراب کے قدموں نے زینت بخشی کہ بازنطینی نظام خاک میں مل گیا۔

اور مختصراً بقول استاذ عبداللہ العلائلی۔ علی ابن ابی طالب کی ذات کمالِ انسانی کا بہترین مظہر ارتقائے بشری کا لاجواب نمونہ۔ اور فطرت کی ترقی پسند استعداد کی بلند ترین مثال تھی۔ حسن، مزاج، اثرِ توارث اور اندازِ تربیت کے لطیف امتزاج سے اس عظیم شخصیت کی تشکیل ہوئی۔ نیز نبوت کے پاکیزہ اصول اور کسبِ کمال کی ذاتی صلاحیت نے آپ کو عروج کی اس منزل پر پہنچایا جہاں وہم و خیال کی رسائی بھی مشکل ہے (سموالذات فی سموالمعنی ص ۲۱۱ مطبوعہ بیروت)

مشہور صاحبِ کلک و نظر جرجی زیدان نے ان لفظوں میں حیاتِ مرتضوی کا نقشہ کھینچا ہے۔ علی کے متعلق کیا کہا جائے۔ زہد و تقویٰ کے سلسلے میں آپ کے واقعات بے شمار ہیں۔ آئین اسلام کی پابندی میں آپ کی سختی مشہور ہے، اقوال و اعمال کے لحاظ سے یہ مردِ حُر انتہائی شریف، مکر و فریب سے گویا واقف ہی نہ تھے زندگی بھر نہ کسی کو دھوکا دیا اور نہ احساسِ عذر کو اپنے قریب پھٹکنے دیا۔ آپ کی تمام کوششیں صرف دین کے متعلق تھیں۔ حق و صداقت پر پورا اعتماد تھا۔ چنانچہ آپ کی فقیرانہ زندگی کی ایک واضح مثال یہ بھی ہے کہ جب آپ نے رسول اللہؐ کی صاحبزادی جنابہ فاطمہ سے شادی کی تو آپ کے پاس فرش کی قسم سے کوئی چیز نہیں تھی۔ ہاں سامانِ آسائش میں دینے کی ایک کھال ضرور موجود تھی جس پر رات کو آرام

فرماتے تھے۔ اور دن میں اسی پراونٹ کو دانہ کھلاتے تھے۔ کوئی ملازم نہ خدمتگار

خلافت کے زمانے میں ایک دفعہ اصفہان سے کچھ مال آیا اس میں ایک روٹی بھی تھی آپ نے اس مال کے سات حصے کئے اور قرص نان کو بھی سات حصوں میں تقسیم کر دیا۔ آپ کا لباس حد درجہ سادہ اور اتنا جھرجھرا ہوتا تھا کہ سردی کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ ایک دفعہ کچھ لوگوں نے دیکھا کہ آپ اپنی عبا میں کھجوریں باندھے چلے آرہے ہیں ان لوگوں نے عرض کی امیرالمومنین! یہ بوجھ ہمیں دیدیجئے دولت کدہ تک پہنچا دیں۔ آپ نے جواب دیا کہ مناسب ہے کہ جس کے عیال ہیں وہی اس بار کو برداشت کرے۔ علی ابن ابی طالب کا معمول تھا کہ جب اپنی فوج کو کسی مہم پر روانہ کرتے تو ہر سپاہی کو ہدایت فرماتے تھے کہ بھائی دیکھو جہاں تک ہو سکے فریق مقابل سے نیکی اور نرمی کا برتاؤ کرنا اور ممکنہ طریقہ سے عورتوں کی حفاظت و حیا نت کا خیال رکھنا۔ باوجود اس رحمدلی کے مالی معاملات کی نگرانی میں آپ حد درجہ سخت گیر تھے۔ اپنے ماتحت عمال اور کارپردازوں سے پائی پائی کا حساب لیتے اور یہ صرف اس لئے تاکہ نظام عدل میں فرق نہ آنے پائے۔

اگر حضرت عمر کے زمانے میں جبکہ عوامی رجحانات نبوت کی عظمت اور رسالت کی اہمیت سے متاثر تھے اور سچے تدین کی نشانیاں موجود تھیں۔ حضرت علیؑ ہی مسلمانوں کے خلیفہ مقرر ہو جاتے تو آپ کی حکومت و سیاست کہیں بلند و بہتر ثابت ہوتی۔ اور امور سلطنت میں کسی قسم کا بھی ضعف نہ ظاہر ہونے پاتا۔ لیکن افسوس کہ آپ کو عنانِ ریاست اس وقت ملی جب لوگوں کی نیتیں خراب اور تمام ملکی معاملات درہم و برہم ہو چکے تھے۔ (تاریخ التمدن الاسلامی جلد ۴ ص ۳۷)

یہ ایک غیر مسلم کے خیالات تھے جو پیش کئے گئے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اس مردِ حق آگاہ نے رزم و بزم محراب و منبر بلکہ ہر مجلس میں ہر موقف پر اٹھتے بیٹھتے۔ سوتے جاگتے ایسی ایسی عظیم خدمتیں انجام دی ہیں اور اپنی سیرت کے ایسے ایسے نمونے پیش کئے ہیں جن کے پیش نظر یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ علی کی ذات گرامی عروج اسلام کی تاریخ میں اساسی حیثیت رکھتی

تھی۔ علیؑ نہ ہوتے تو ممکن تھا کہ اسلام ہوتا۔ مگر اتنا اعلیٰ نہ ہوتا اور بقول علامہ محمد حسین آلِ کاشف الغطاءؒ

لَوْلَا عَلِیٌّ اَخْضَرَ لِلْاِسْلَامِ عُوْدٌ وَمَا
قَامَ لَہٗ عَمُوْدٌ

اگر علی نہ ہوتے تو شجرِ اسلام کی نہ کوئی ٹہنی ہری بھری نظر آتی اور نہ اس قصرِ مسید کا کوئی ستون قائم ہوتا۔

"نادِ علی"

نَادِ عَلِیًّا مَظْھَرَ الْعَجَائِبِ تَجِدْہُ عَوْنًا لَکَ فِی النَّوَائِبِ
کُلُّ ھَمٍّ وَّغَمٍّ سَیَنْجَلِیْ بِعَلِیٍّ بِعَلِیٍّ بِعَلِیٍّ

ـــ از افادات جناب میر محمود علی صاحب لائق مرحوم (حیدر آباد دکن)

"نادِ علی" کے خواص و عجائب و غرائب بے شمار ہیں۔ اہل معرفت نے اس کے فوائد سات سو تک تحریر کیے ہیں بعض عاملین نے اس پر مخصوص رسائل لکھے ہیں کچھ علماء کا خیال ہے کہ اس میں اسم اعظم ہے۔ جس جائز کام کے لئے بالشرائط پڑھے گا تو انشاءاللہ اس کی مراد پوری ہو گی۔ لیکن اگر خلاف شرع کام کے لئے پڑھے گا تو بلاؤں میں گرفتار ہو گا۔

شرائط و ترکیب عمل

عامل کے لئے شرط اولین یہ ہے کہ وہ کم از کم واجبات دینی پر عمل کرنے والا اور محرمات کا تارک ہو۔ قدرت و حکمت خداوند عالم پر یقین کامل رکھتے ہوئے عمل کو اس کے شرائط و ترکیب کے ساتھ شروع کرے انشاءاللہ تعالیٰ ضرور کامیابی ہو گی۔ اگر بفرض محال کامیابی نہ ہو تو یہ یقین کرے کہ اس امر کے پورا نہ ہونے ہی میں بہتری تھی۔

اوقاتِ معینہ برائے عمل

(۱) زیادتی رزق، وسعت ہمت ظاہر و باطن کے لئے جب چاند کسی سعد برج میں ہو تو ابتدائے ماہ (یعنی پہلی سے چودھویں رات تک) میں یہ عمل شروع کیا جائے

(۲) محبت خلائق کے لئے جمعہ کے روز ابتدائے ماہ تا چودھویں رات تک شروع کرے۔

(۳)۔ دشمنوں کی زبان بندی کے لئے ہفتے یا اتوار کے روز شروع کرے۔

(۴) دشمنوں کی گرفتاری اور ظالموں کی ہلاکت کے لئے منگل یا بدھ، پندرہ تاریخ سے آخر ماہ تک شروع کرے۔

(۵) دعوتِ کبیر یعنی روزانہ ۳۳۰ مرتبہ پڑھنا

(۶) دعوتِ صغیر یعنی روزانہ ۱۱۰ مرتبہ پڑھنا

(۷) عمل شروع کرنے سے پہلے "یَا اللّٰہُ صَمَدِیْ مِنْ عِنْدِکَ مَدَدِیْ وَعَلَیْکَ مُعْتَمَدِیْ" پڑھنا۔

(۸) بعد ختم عمل پانچ مرتبہ پڑھے یَا اَبَا الْغَیْثِ اَغِثْنِیْ یَا عَلِیُّ اَدْرِکْنِیْ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ پڑھنا۔

نقشِ نادِ علی

تمام بلاؤں اور آفتوں سے حفاظت، جنگ میں فتح۔ دشمن پر کامیابی سحر و جادو سے حفاظت اور ہر دعا بارگاہِ ایزدی میں قبول ہونے کے لئے یہ نقش اپنے پاس رکھے۔

ناد	علیاً	مظہر	العجائب	تجدہ	عونالک	فی النوائب	کل ہم
علیاً	مظہر	العجائب	تجدہ	عونالک	فی النوائب	کل ہم	وغم
مظہر	العجائب	تجدہ	عونالک	فی النوائب	کل ہم	وغم	سینجلی
العجائب	تجدہ	عونالک	فی النوائب	کل ہم	وغم	سینجلی	بنبوتک
تجدہ	عونالک	فی النوائب	کل ہم	وغم	سینجلی	بنبوتک	یا محمد
عونالک	فی النوائب	کل ہم	وغم	سینجلی	بنبوتک	یا محمد	بولایتک
فی النوائب	کل ہم	وغم	سینجلی	بنبوتک	یا محمد	بولایتک	یا علی
کل ہم	وغم	سینجلی	بنبوتک	یا محمد	بولایتک	یا علی	یا علی

۹- برائے زیارت آنحضرت و آئمہ معصومین علیہم السلام بعد نافلہ نماز عشاء غسل کر کے پاک اور نیا لباس پہنے خوشبو لگائے اور شروع ماہ میں (پہلی سے چودھویں شب تک) کسی شب جمعہ کو ایک ہزار مرتبہ پڑھے۔

۱۰- برائے تحصیل علم و انشراح صدر و عطائے علم لدنی و اسرار غیب، جبکہ چاند برج جوزا یا سنبلہ میزان یا قوس یا حوت میں ہو روزانہ ۷۷ مرتبہ پڑھے یا ہر صبح ۱۴۰ مرتبہ

۱۱- برائے شفائے مرض لاعلاج (۱) جبکہ چاند برج جوزا یا حمل یا اسد یا میزان یا قوس یا دلو میں ہو تو ۷۰ مرتبہ آب باراں یا آب چاہ پر پڑھ کر مریض کو پلائے۔

(۲)- ہر روز ناد علی دس مرتبہ پڑھ کر اپنے اوپر دم کرے تمام لاعلاج امراض سے شفا ہوگی (۳) اگر بعد نماز عصر ۲۵ مرتبہ پڑھے کبھی بیمار نہ ہوگا۔

(۴)- بعد نماز مغرب ۲۸ مرتبہ پڑھنا تمام بیماریوں کا علاج ہے

۱۲- لاعلاج بخار کے لئے چینی کے سفید پیالے پر مشک زعفران اور گلاب سے لکھے اور آب باران یا پاک پانی سے دھو کر پلائے۔

۱۳- برائے علاج ناسور، روزانہ چالیس مرتبہ پڑھ کر ناسور پر دم کرے۔

۱۴- سانپ اور ہر قسم کے زہر کا اثر دور کرنے کے لئے مشک و زعفران و گلاب سے کاسہ چینی پر لکھ کر آب باراں سے دھو کر اس پر بارہ مرتبہ ناد علی پڑھ کر پلائیں یا سات مرتبہ پڑھ کر پانی پر دم کر کے پلائیں۔

۱۵- سحر و جادو کے اثر کا زائل ہونا، باولی (بڑے کنوئیں) کے پانی پر سات مرتبہ دم کر کے پلائیں اور اسی سے غسل کرائیں، یا ستر مرتبہ سات باولیوں کے پانی پر دم کر کے پلائیں اور اسی سے غسل کرائیں۔ یا ہر مرتبہ بعد نماز عشا ۲۷ بار پڑھیں اور اگر کسی بچے کے آسیب ہو گیا ہو تو گیارہ مرتبہ پڑھ کر اس پر پھونک دیں۔

۱۶- نظر بد سے حفاظت کے لئے تین دن تک روزانہ بیس مرتبہ پڑھے یا قبل طلوع آفتاب تین مرتبہ پڑھے۔

۱۷- برائے دفع فقر و درویشی و حصول مال و دولت، صبح بیدار ہو کر بغیر کسی سے بات چیت کئے ننانوے مرتبہ پڑھے۔

۱۸- برائے حفاظت از ہجوم دشمنان و خطرات، پاک مٹی پر سات مرتبہ پڑھ کر ان کی طرف ہوا میں اڑا دے یا روزانہ بوقت صبح ستر مرتبہ پڑھا کرے۔

۱۹- برائے اطاعت دشمنان و مخالفان ۷ دن تک روزانہ ڈیڑھ سو مرتبہ پڑھے یا اگر صرف ستر مرتبہ پڑھے تو دشمن کی نظر سے پوشیدہ رہے گا یا دس روز تک روزانہ ہزار مرتبہ پڑھے یا اگر روزانہ ستر مرتبہ پڑھے تو دشمنوں اور خبیثوں کے شر سے محفوظ رہے گا۔ یا ایک ہزار ساٹھ مرتبہ پڑھ کر پانی پر دم کر کے دشمن کو پلائے تو پھر وہ بدی پر قادر نہ ہو سکے گا۔ یا ۳۲ مرتبہ مٹی پر پڑھ کر دشمن پر ڈالے تو وہ دشمن مقہور و ذلیل ہو گا۔ یا صرف تین مرتبہ پڑھ کر دشمنوں میں چلا جائے ان کے شر سے محفوظ رہے گا۔

۲۰- دشمن کو دوست بنانے کے لئے، روز جمعہ پہلی ساعت میں ۷۴ مرتبہ پڑھ کر اس سے کلام کرے۔

۲۱- تہمت سے نجات اور حصول نیک نامی کے لئے ہر صبح چالیس مرتبہ پڑھے۔

۲۲- برائے رفع رنج و غم روزانہ ایک سو دس بار پڑھے۔

۲۳- سخت و دشوار کام کی انجام دہی کے لئے ایک ہزار مرتبہ پڑھے

۲۴- حصول دولت و حشمت و عزت ۱۱ ہزار مرتبہ پڑھے یا روزانہ ۱۸ مرتبہ یا دس مرتبہ یا پانچ سو مرتبہ۔

۲۵- مقاصد میں کامیابی کے لئے چھ دن تک روزانہ سو مرتبہ یا پانچ دن تک روزانہ چار سو مرتبہ۔

۲۶- سلاطین و حکام کے غصہ سے محفوظ رہنے کے لئے اس کی غیبت میں ستر مرتبہ اور سامنے تین مرتبہ یا صرف اس کے سامنے سات مرتبہ۔

۲۷- سلاطین و حکام کی نظر میں عزت پانے کے لئے روزانہ سو مرتبہ۔

۲۸- کامیابی قاصد کے لئے اس کے کان میں صرف تین مرتبہ لیکن اس مقصد کے لئے جب قمر برج حمل، جوزا، سرطان سنبلہ میزان قوس، جدی، حوت میں ہو تو نادعلی کا ورد پہلے شروع کرے۔

۲۹- کسی کام میں ثابت و قائم رہنے کے لئے روزانہ دس مرتبہ

۳۰- زیادتی عشق و محبت کے لئے روزانہ ایک مرتبہ پڑھ کر اپنے اوپر دم کرے یا جمعہ کی پہلی ساعت میں ۷۴ مرتبہ یا ستر مرتبہ پڑھ کر پاک مٹی پر دم کرے۔ اور جس شخص کو دوست بنانا چاہتا ہو اس کے نام سے پانی میں ڈالے وہ دوست

ہو جائے گا۔ یا انگور و کشمش پر سات سو مرتبہ پڑھ کر کسی کو کھلائے وہ اس کی محبت میں دیوانہ و پاگل ہو جائے گا۔ یا پان پر سات مرتبہ پڑھ کر کھلائے یا اگر زوجہ پہلی تاریخ جمعہ کے روز ۷۴ مرتبہ پڑھ کر اپنے اوپر دم کرے اور شوہر سے بات کرے تو وہ محبت سے بے قرار ہو گا۔ یا جمعہ کی پہلی ساعت میں ستر مرتبہ خوشبو پر پڑھ کر اپنے محبوب کو دے وہ اس خوشبو کو استعمال کرے تو وہ اس کی محبت میں بے قرار ہو گا۔ یا اگر کوئی شخص کسی دوست کو حاضر کرنا چاہتا ہو تو اس کے اور اس کی ماں کے نام کے سامنے کھڑے ہو کر پڑھے فوراً حاضر ہو گا۔

۳۱۔ دو غیر مسلم افراد میں دشمنی کے لئے دس روز تک روزانہ پانچ مرتبہ یا آٹھ روز تک روزانہ بیس مرتبہ یا چوراہے کی مٹی پر اکتالیس مرتبہ پڑھ کر ان پر ڈالے آپس سے جدا ہوں گے۔

۳۲۔ مخالفوں کی زبان بندی کے لئے روزانہ دس مرتبہ دس دن تک۔

۳۳۔ دشمنوں کی ہلاکت و بربادی کے لئے روزانہ بیس مرتبہ

۳۴۔ منافقوں اور ظالموں کی ذلت و خواری کے لئے روزانہ صبح ڈیڑھ سو مرتبہ

۳۵۔ مخالفین کا خوف و ہراس دل سے دور کرنے کے لئے روزانہ ۵۰ مرتبہ

۳۶۔ غیر مسلم دشمن کی ہلاکت یا بیمار کرنے کے لئے کھڑے ہو کر خط کھینچے اور اس خط پر ایک سو مرتبہ اس دشمن کے نام سے پڑھے یا سات روز روزانہ ستر مرتبہ

۳۷۔ دشمنوں کے مجمع کی پریشانی کے لئے تین روز تک روزانہ ۲۵ مرتبہ۔

۳۸۔ دشمن کے مقہور ہونے کے لئے پانچ روز تک روزانہ ایک سو مرتبہ

۳۹۔ دشمن کی ذلت کے لئے روزانہ سو مرتبہ چھ دن تک

۴۰۔ طلب دولت و اقبال و دفع دشمن کے لئے روزانہ پانچ سو مرتبہ یا دفع شر دشمن کے لئے روزانہ ستر مرتبہ دس دن تک۔

۴۱۔ قتل دشمن کے لئے ایک ہفتہ تک ستر مرتبہ روزانہ

۴۲۔ دشمنوں کی خرابی کے لئے روزانہ سو مرتبہ ۳۰ دن تک یا روزانہ ڈیڑھ سو مرتبہ

۴۳۔ نظر خلائق و دشمن سے پوشیدہ رہنے کے لئے وقت ضرورت ستر مرتبہ۔

۴۴۔ شجاعت و دلاوری کی زیادتی و بزدلی دور کرنے کے لئے روزانہ ۵۰ مرتبہ بیس دن تک

۴۵ ۔ فتح شہر و بلاد کے لئے پانچ روز تک روزانہ چار سو مرتبہ۔

۴۶ ۔ قلعہ کی فتح کے لئے ہر صبح ستر مرتبہ

۴۷ ۔ آسانی مہمات کے لئے۔ ہزار مرتبہ

۴۸ ۔ ہر امر مشکل کے لئے حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے کہ اگر کوئی شخص امر مشکل کے لئے ورد کرے تو آسان ہو گا۔ یا بعد غسل پاک صاف لباس پہن کر خوشبو لگا کر دو رکعت نماز قاضی الحاجات پڑھ کر بخور جلاتے ہوئے ایک ہزار ۱۸ مرتبہ ناد علی پڑھے۔ اور پروردگار عالم سے اپنی حاجت طلب کرے فوراً پوری ہو گی یا بروز ہفتہ غسل کر کے دو رکعت نماز پڑھ کر ۱۲ مرتبہ ناد علی پڑھے اور سجدے میں جا کر اپنی حاجت طلب کرے یا حصول مقصد کی نیت سے روزانہ چوبیس مرتبہ پڑھے یا روزانہ ایک سو ساٹھ مرتبہ پڑھے یا روزانہ ایک سو ستر مرتبہ پڑھا کرے۔

۴۹ ۔ قیدی کی رہائی کے لئے روزانہ ایک سو ساٹھ مرتبہ یا خود قیدی روزانہ گیارہ سو مرتبہ پڑھے

۵۰ ۔ بسلامت سفر سے واپسی کے لئے، قبل سفر غسل کر کے دو رکعت نماز بجا لائے اور ناد علی ۱۲ مرتبہ پڑھ کر سفر کو روانہ ہو یا مسافر کے بسلامت سفر سے واپسی کے لئے کوئی شخص روزانہ سات مرتبہ پڑھے۔

۵۱ ۔ وسعت رزق و حصول اولاد و تحصیل مقاصد دینی و دنیوی کے لئے اتوار کے دن نیک ساعت میں ابتدا کرے اور روزانہ ۴۱ دن تک وقت مقررہ پر ۴۱ مرتبہ پڑھے اس کے بعد یہ دعا پڑھے: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَللّٰهُمَّ فَرِّجْ هَمِّيْ وَاكْشِفْ غَمِّيْ يَا غِيَاثَ الْمُسْتَغِيْثِيْنَ يَا دَلِيْلَ الْمُتَحَيِّرِيْنَ يَا غَوْثَاهُ يَا غَوْثَاهُ وَاقْضِ لِيْ حَاجَتِيْ بِحَقِّ قُرْآنِ الْعَظِيْمِ وَبِحَقِّ نَبِيِّ الْكَرِيْمِ وَوَلِيِّكَ وَآلِهِ الْمَعْصُوْمِيْنَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ۔ یا ستر دن تک روزانہ ۱۲ مرتبہ یا دس دن تک روزانہ ایک ہزار مرتبہ یا توسیع رزق و بلندی مرتبہ کے لئے روزانہ صبح کو دو مرتبہ پڑھے۔ یا ہر صبح کو اٹھارہ مرتبہ جبکہ قمر برج حمل یا جوزا یا سنبلہ یا اسد یا میزان یا قوس یا حوت میں ہو تو شروع کرے

۵۲ ۔ برائے طلب اولاد، کاسۂ چینی پر زعفران و گلاب سے ناد علی لکھ کر پاک پانی سے دھو کر پلائیں

۵ ۔ فتوح غیبی و سعادت دنیوی و اخروی کیلئے اٹھارہ روز تک ۲۵ مرتبہ پڑھیں۔

فوائد نادِ علی بحوالۂ علامہ کاشانی

نادِ علیاً مظہر العجائب تجدہ عوناً لک فی النوائب کل ہم وغم سینجلی بولایتک یا علی یا علی یا علی اور ان کلمات میں متعدد خواص ہیں۔ ۱۔ ایسی جگہ گرفتار ہو کہ عاجز ہو رہائی سے۔ تو اس مقصد کے لئے خاک پر سات بار پڑھ کر ان لوگوں کی جانب پھینکے جنہوں نے گرفتار کیا ہو۔ کوئی ضرر ان سے نہ پہنچے گا۔ ۲۔ جو شخص دشمنوں سے خائف ہو تو روزانہ ۲۷ مرتبہ پڑھا کرے ۳۔ سات مرتبہ ناد علی پانی پر جو سات کنوؤں کا ہو پڑھ کر سحر زدہ کو غسل کرائیں اور قدرے پلائیں جادو باطل ہو گا۔ ۴۔ جس شخص کو زہر دیا گیا ہو تو ان کلمات کو مشک و زعفران سے چینی کے برتن پر لکھ کر اکیس مرتبہ پڑھے اور دھو کر پلائے ۵۔ لاعلاج مرض کے لئے اٹھارہ مرتبہ پانی پر پڑھ کر مریض کو پلایا جائے۔ ۶۔ کسی بھی امر اہم اور رنج دور کرنے کے لئے ہزار مرتبہ پڑھے انشاءاللہ رنج دور اور مہم سر ہو۔ ۷۔ جب پر کوئی غضبناک ہو تو وہ شخص اکہتر بار پڑھ کر اس کے پاس جائے اور تین بار اپنے اوپر بھی پڑھے بحکم خدا اس کا غصہ مبدل بخوشی ہو۔ ۸۔ سولی پر چڑھائے جانے والے شخص کے لئے اس کے کان میں تین مرتبہ پڑھیں۔ اس کی شفاعت انشاءاللہ مقبول ہو۔ ۹۔ اول ساعت روز جمعہ ۱۲ مرتبہ یہ کلمات پڑھے جس سے ملے گا اس کا دوست ہو جائے گا۔ ۱۰۔ غلط طور پر متہم کیا جانے والا ان کلمات کو روزانہ ۴۰ مرتبہ پڑھ کر اپنے اوپر پھونکے بحکم خدا تہمت اس سے دور ہو۔ ۱۱۔ بے خوابی کی شکایت ہو تو قبل نماز جمعہ ۲۵ مرتبہ پڑھے۔ ۱۲۔ برائے غنا و مالداری، صبح شام بارہ مرتبہ پڑھے۔ ۱۳۔ برائے زیادتی دولت و حشمت روزانہ ۱۲ مرتبہ ۱۴۔ دشمن پر کامیابی کے لئے روزانہ سترہ ۱۷ مرتبہ۔ ۱۵۔ وقت ضرورت چشم دشمنان سے پوشیدہ ہونے کے لئے اٹھارہ مرتبہ پڑھے۔ ۱۶ برائے زبان بندی اعدا دس دن روزانہ دس بار پڑھے۔ ۱۷ ہر مراد کو پہنچنے کے لئے روزانہ ۳۶ بار پڑھے ۱۸۔ شفائے امراض کے لئے ستائیس ۲۷ بار پڑھے۔ ۱۹۔ برائے چشم زخم و عقد اللسان روزانہ تین روز تک بیس ۲۰ مرتبہ پڑھے۔ ۲۰۔ کشف کنوز کے لئے ۴۰ روز ۴۰ بار روزانہ پڑھا کرے۔ اگر رات کو وقت خواب پڑھے تو خواب ہی میں خزانے کے مقامات کو دیکھے۔ ۲۱۔ آنحضرت صلعم کو خواب میں دیکھنے کے لئے روزانہ سات مرتبہ پڑھے۔

۲۲۔ دفع اعداوقتل و دشمنان کے لئے آٹھ روز روزانہ سترہ مرتبہ پڑھے ۲۳۔ قیدی کی رہائی کے لئے سات روز روزانہ سولہ مرتبہ پڑھے خلاصی پائے۔ ۲۴۔ برائے حفاظت دشمنان۔ ۲ روز تک روزانہ ۱۸ مرتبہ پڑھ حکمران کے مقابل پھونکے۔ ۲۵۔ حصول علوم کے لئے۔ ۲ دن وقت نماز صبح ہر روز پڑھے۔ ۲۷۔ فتوح بلاد و امصار کے لئے پانچ روز تک ۴۰ بار پڑھے۔ ۲۸۔ رفعت درجات و قبول سلاطین چھ روز سو مرتبہ پڑھے۔ ۲۹۔ حصول عزت و شوکت کے لئے روزانہ بیس مرتبہ پڑھے۔ دشمن کو مکان سے آوارہ کرنے کے لئے۔ ۳ دن تک روزانہ ۳۰ مرتبہ پڑھے۔ ۳۰۔ دفع اختلاف و عداوت و مخالفت درمیان جماعت کے لئے روزانہ تیس بار بیس دن تک پڑھے۔ ۳۱۔ دشمن کو مقہور کرنے اور اس کی تنگنگی کار کے لئے بھی پڑھے۔ ۳۲۔ برائے شجاعت روزانہ ۲۵ بار پڑھے ۳۳ واسطے دل نرمیٔ اعدا کے چھ روز تک روزانہ سو مرتبہ پڑھے۔ ۳۴۔ برائے قضائے حاجت باطہارت ایک ہزار ایک مرتبہ پڑھے ۳۵۔ جو کوئی واسطے مطلب شرعی کے مسجد میں جائے یا خلوت میں اور بارہ مرتبہ یاعلی کہے۔ البتہ مطلب پر پہنچے ۳۶ نقش معظم نادعلی کو با وضو ادب سے لکھ کر موم جامہ کر کے بازو پر یا گلے میں باندھیں۔ انشاءاللہ ہر مصیبت دور ہو گی

۴۸۶

۱۱۲۸	۱۱۳۲	۱۱۳۵	۱۱۲۱
۱۱۳۴	۱۱۲۲	۱۱۳۷	۱۱۳۳
۱۱۲۳	۱۱۳۷	۱۱۳۰	۱۱۲۶
۱۱۳۱	۱۱۲۵	۱۱۲۴	۱۱۳۶

۳۶۔ زیادتی اقبال و حصول مقاصد کے لئے ۱۶ دن روزانہ ۵۰ مرتبہ پڑھے

شانِ علی علم الابدان کی روشنی میں

تحریر و ترتیب: محمد وصی خاں

میں نہ ڈاکٹر ہوں نہ حکیم بلکہ پیشے کے لحاظ سے ایک انجینئر ہوں علم الابدان کو سمجھنے کے لئے عمر چاہیئے۔ جب آپ کو یہ معلوم ہوگا کہ ایک انجینئر کا یہ مضمون ہے تو آپ کو ضرور تعجب ہوگا۔ اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں ہے۔

حضرت علیؑ مظہر العجائب اور مظہر صفات خداوندی ہیں۔ جہاں دیکھئے، جس جگہ دیکھئے، جس علم کو پڑھیے جس شعبہ پر ڈالئے علیؑ کے فضائل جھلکتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ علم ابدان ان کو دیکھئے اس علم میں کس کس جگہ شان علیؑ جلوہ فرما ہے۔

جدید سائنس کی رو سے جسم انسانی ۳۶ عناصر کا مرکب ہے۔ آگ، پانی، ہوا، مٹی، کاربن یورینیم، فاسفورس، ریڈیم، ہائیڈروجن، نائٹروجن، کیلشیم وغیرہ۔ غرضیکہ جتنے بھی عناصر مل کر مادے کی تشکیل کرتے رہتے ہیں وہ سب کے سب عناصر جسم انسانی کے اجزاء ہیں۔ اور یہ تمام عناصر جو جسم انسانی میں موجود ہیں ان سب کا منبع مخزن اور خزانہ زمین ہے۔ یعنی اس خطۂ زمین میں یہ تمام کے تمام عناصر موجود ہیں جن سے انسانی جسم بنا ہے۔

انسان خاکی ہے۔ خاک یعنی مٹی میں چونکہ یہ تمام عناصر موجود ہیں (مختلف شکلوں میں) اس لئے انسانی جسم کی ساخت میں ان عناصر کو بڑا دخل حاصل ہے۔ میرے دوستو! یہ کل عناصر جن سے انسانی جسم بنا ہے وہ سب کے سب زمین، خاک، مٹی، جو جی میں آئے کہہ لو موجود ہیں۔

زمین، خاک، مٹی کو عربی میں "تراب" کہتے ہیں۔ حضرت علیؑ کو سرور کائنات، فخر موجودات رسول کرمؐ "ابو تراب" یعنی مٹی کا باپ کہا کرتے تھے۔ اس طرح فرمان رسولؐ کی رو سے حضرت علیؑ زمین کے باپ ہوئے۔ اس طرح ان تمام عناصر کے باپ بھی علیؑ ہوئے۔

حضرت آدم سے لے کر قیامت تک جتنے انسان پیدا ہوئے، ہو رہے ہیں یا ہونگے ان سب کے باپ کون ہوئے؟ تو پتہ چلا کہ وہ جس کو ہمارے نبیؐ اکرام ہمیشہ ابو تراب

کہہ دیا کرتے تھے

جسم انسانی کے مختلف حصوں کا تذکرہ کروں گا اور ارشادِ رسول کی روشنی میں شانِ علی بیان کروں گا۔

سر : جسم انسانی میں سر ہے۔ ارشادِ رسولؐ "یا علیؑ تجھے مجھ سے یہ نسبت ہے جیسے جسم کو سر سے ہوتی ہے"۔ گویا علیؑ رسالت کا سر ہیں۔ سر میں دماغ ہوتا ہے تو اسی ارشاد کی روشنی علیؑ رسالت کا دماغ ہوئے

چہرہ : جسم انسانی میں چہرہ ہے ارشاد نبیؐ "علیؑ وجہ اللہ ہے۔"

زبان : جسم انسانی میں زبان ہے ارشاد نبیؐ کی رو سے "علیؑ لسان اللہ ہے۔"

کان : جسم انسانی میں کان ہے۔ ارشاد نبیؐ اکرم کی روشنی میں "علیؑ اذن اللہ ہے۔"

سینہ : جسم انسانی میں سینہ ہے۔ ارشاد نبیؐ کی روشنی میں "علیؑ جنب اللہ ہے۔"

ہاتھ : جسم انسانی میں ہاتھ ہے۔ ارشاد نبیؐ کی روشنی میں "علی ید اللہ ہے۔"

دل : بدن انسانی میں دل کی حکومت ہے یہی خون کی PUMPING MACHINE ہے۔ اپنے عمل سے یہ خون کو جسم کے ہر حصّہ میں بھیجتا ہے۔ دماغ اس کا وزیر ہے۔ پہلے دل بات کو محسوس کرتا ہے پھر دماغ کے ذریعہ اس پر عمل کراتا ہے۔ جیسے محمد مصطفےٰ سرکار دو عالم اس کائنات کے شہنشاہ ہیں اسی طرح علی مرتضیٰؑ ان کے نائب اور وزیر ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سرکار دو عالمؐ نے میرے پیارے مولاؑ کے لئے "دعوت ذوالعشیرہ" کے موقع پر ارشاد فرمایا تھا۔ "یہ ہے میرا بھائی، میرا وزیر میرا نائب اور میرا خلیفہ۔"

علیؑ دماغ ہے رسالت کا، علیؑ وزیر ہے محمدؐ کا۔ وزیر کے تدبر پر حکومت کا نظام چلتا ہے۔ رسول اکرمؐ کی پوری زندگی دیکھ لیجئے۔ جنگ ہو یا صلح، ہجرت ہو یا واپسی۔ مسجد ہو یا گھر ہر جگہ آپ کو علیؑ ہی نظر آئیں گے۔ دماغ اور دل میں اتنا گہرا تعلق ہے، اتنی قریبی واسطہ ہے کہ یہ تمیز کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ بات دل سے نکل کر آئی ہے یا دماغ سے۔ علیؑ اور محمدؐ میں بھی اتنا ہی گہرا تعلق ہے۔ کہ جو بات محمدؐ کی ہے وہی بات علیؑ کی اور جو بات علیؑ کی ہے وہی محمدؐ کی۔ دماغ دل کا دروازہ ہے۔ محمدؐ شہر علم ہیں اور علیؑ اس علم کا دروازہ ہیں۔ دل انسانی جسم میں نیچے ہے اور دماغ اوپر "رسول اکرمؐ علیؑ کو اپنے کاندھوں پر سوار کرا کے خانہ کعبہ میں بتوں کو مسمار کرا رہے ہیں۔" دماغ بدن کی اصلاح کرتا ہے۔ جسم کے ہر حصّہ میں روح کے احکامات کو بھیجتا ہے۔ گویا دماغ "مشکل کشائے" جسم انسانی ہے۔ اگر دل و دماغ قائم ہیں اور اپنا کام ٹھیک طرح سے انجام دے

رہے ہیں تو سمجھ لو کہ بدن کی تمام قوتیں بھی قائم ہیں۔ گویا دماغ جسم کا "ادلی الاسر" ہے۔ دل جسم کا ایک شہر ہے اور دماغ اس کا دروازہ ہے۔ ہم جو کچھ اس سے سنتے ہیں دیکھتے ہیں کرتے ہیں سوچتے ہیں، سب کچھ دماغ کی امداد سے کرتے ہیں۔ دل سے جو کچھ جسم انسانی سے ملتا ہے وہ دماغ کے ذریعہ سے ملتا ہے۔ اب آپ اس کو پھر ارشاد نبیؐ کی روشنی میں دیکھئے۔ علیؑ باب مدینہ علوم ہیں جو کچھ مخلوق خدا کو ملتا ہے اسی دروازہ سے ملتا ہے۔ دماغ کا بدل دماغ ہی ہے۔ یہ اپنے اصلی مقام پر رہے تو سب کچھ ٹھیک ہے۔ اور درست ہے۔

آنکھیں : جسم انسانی میں سب سے قیمتی چیز جو چیز ہے وہ آنکھیں ہیں۔ ارشاد نبیؐ کی روشنی میں اگر دیکھا جائے تو علیؑ عین اللہ ہے۔ یہ نورانی چیز ہے۔ یہ جسم انسانی میں دو ہوتی ہیں۔ ان کا کام جسم کا راستہ دکھانا ہے۔ یہ نہ ہوں تو ہم بھٹکتے پھریں۔ ہماری زندگی کی رہنمائی ان دو نورانی مخلوق کی وجہ سے ہوتی ہے دیکھنے میں یہ دو ہیں اور کام ان دونوں کا ایک ہے۔ ان کی بصارت ایک ہے۔ جو کام ایک آنکھ کا ہے وہی کام دوسری آنکھ کا۔ اللہ پاک نے ان کو دو بنایا ہے۔ اس لئے کہ یہ جسم انسانی میں نورانی مخلوق ہے۔ کیونکہ خدا نے نور کو جب تخلیق فرمایا دو کر کے پیدا کیا۔ اب آپ اس سلسلہ میں حدیث رسولؐ دیکھئے۔ "انا و علیؑ من نور واحد۔" اگر ایک آنکھ چلی جائے تو اس کا پورا کام دوسری آنکھ سرانجام دیتی ہے۔ آنکھ کی جانشین آنکھ ہی ہو سکتی ہے ناک نہیں ہو سکتی۔ اگر آپ دیکھیں گے کہ ناک ان دونوں آنکھوں کے بالکل قریب ہے مگر آنکھ کا کام نہیں کر سکتی۔ نور کا جانشین نور ہی ہو سکتا ہے۔

خون : جسم کی قوت خون سے قائم ہے۔ روح اس کے سہارے پر ہے۔ صحت انسانی اسی کے باعث قائم ہے۔ رسول اکرمؐ کے ارشاد کی روشنی میں "علی تمہارا خون میرا خون ہے۔" یعنی جو خون رسالت کا ہے وہی خون امامت کا۔

ڈاکٹروں کا خیال ہے کہ انسان کے جسم میں جو خون ہے وہ کیٹیگری کے لحاظ سے ہے۔ اس کے مختلف گروپس ہیں۔ اگر کسی مریض کو خون دینے کی ضرورت ہو تو اس کو اسی قسم یعنی گروپ کا خون دیا جانا مناسب ہے جس قسم کا خون مریض کے اندر موجود ہے، ورنہ بجائے فائدہ کے نقصان ہوگا۔ دین اسلام اور رسالتؐ اب تک قائم ہے تو صرف اس لئے کہ اس کی بقا کیلئے اسے علیؑ اور اولاد علیؑ نے ہر دم اپنا خون پیش کیا ہے۔ اسی موقع کے لئے شاعر مشرق نے کیا خوب کہا ہے ؎

اسلام کے دامن میں بس اس کے سوا کیا ہے ؟
اک ضرب ید اللّٰہی ، یک سجدہ شبیری

بدن کا کل نظام خون کے تابع ہے۔ جسم میں جہاں کہیں تکلیف واقع ہوتی ہے، قوت مدبرہ فوراً ہی اس مقام پر خون کو امداد کے لئے بھیجتی ہے۔ جیسے علیؑ نے ہر مقام پر پہونچ کر محمد مصطفےٰ کی مدد فرمائی۔

روح : جسم انسانی میں روح ہے۔ نبیؐ آخر نے ارشاد فرمایا "علی تمہاری روح میری روح ہے۔"

نفس : جسم انسانی میں نفس ہے۔ ارشاد نبی اکرمؐ کی روشنی میں "علی نفس اللہ بھی ہے اور نفس رسول بھی ہے۔"

حضرت علیؑ کی معجزہ نمائی

ترتیب و تحریر: محمد وصی خان

مادی دنیا روحانی طاقتوں کا انکار کرتی ہے تو کرے۔ ایٹمی دور کا انسان خدا کے برگزیدوں کے اعجاز کرامات سے منکر ہوتا ہے تو ہوا کرے۔ مگر وہ خالق ارض و سما جس نے اپنے معصوم دوستوں کے نظاروں کے لئے کائینات کا ایک ایک ذرہ پیدا کیا۔ وہ کسی نہ کسی صورت میں اپنے محبوبوں کے معجزات دکھا کر یہ اعلان فرماتا رہتا ہے کہ دنیا مٹ سکتی ہے۔ ارض و سما فنا ہو سکتے ہیں لیکن اللہ تبارک تعالیٰ کا اٹل قانون نہیں مٹ سکتا اور وہ قانون یہی ہے کہ

ان الذین قالو ربنا اللّٰہ ثم استقاموا فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون یہ لوگ ذرات مقدسہ ہیں۔ زندگی اور موت میں برابر ہیں۔ ان کی موت کے بعد بھی ان سے حیات کی طرح عجیب و غریب معجزات ظاہر ہوتے ہیں۔ یہ عالم الغیب ہیں اور مشرق و مغرب میں ہونے والے حوادث سے باخبر ہیں۔

حضرت علی مظہر العجائب ہیں اور مظہر صفات خداوندی ہیں۔ اللہ کی اطاعت اور رسول اکرمؐ کی تعلیم اور رہنمائی کی وجہ سے آپ کے اندر اتنے صفات پیدا ہو گئے تھے کہ ان کو بیان کرنا عقل انسانی کا کام نہیں ہے۔ حیدر کرارؑ مشکل کشا کی سیرت و کردار، فضائل و شمائل معجزات و کرامات کو اٹھانے، چھپانے اور جھٹلانے کی ناپاک سعی ہر زمانہ میں ہوتی رہی ہے مگر ضرغام حق ضیغم الٰہی اسد اللہ الغالب دنیا کے ہر دور میں مظہر العجائب ہی رہے ہیں۔ چند معجزات جناب امیر علی ابن ابی طالب علیہ السلام آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔ ان معجزات سے آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ میرے مولا نے کہاں کہاں اور کس کس کی کس کس حالت میں مدد فرمائی ہے۔

پہلا واقعہ: سندھ کے علاقہ دادو میں قصبہ میٹنگ واقع ہے جو جھان گارا سے ۱۲ میل اور سہون شریف سے تقریباً ۳۲ میل کے فاصلے پر ہے۔ اس علاقہ تک کوئی پکی سڑک نہیں ہے۔ سارا علاقہ تقریباً کوہستانی ہے۔ مسافر، مسافت پیدل یا اونٹ کے ذریعہ طے

کرتے ہیں۔

مدرستہ الواعظین لکھنؤ کے واعظ مولانا سید محمد عارف صاحب قبلہ نے مارچ ۱۹۳۲ء میں اپنے تبلیغی دورہ کے دوران بچشم خود اس قصبہ کے حالات حسب ذیل الفاظ میں تحریر کئے ہیں۔ جس کو علامہ آغا مہدی صاحب قبلہ نے بھی اپنی کتاب "لال شہباز قلندر" کے اندر درج کیا ہے۔ قصبہ مٹینگ کے بارے میں مشہور ہے کہ کسی زمانہ میں امیرالمومنین علی علیہ السلام یہاں خود تشریف لائے تھے۔ ایک کافر سنگ نامی ظالم و جابر حکمراں تھا۔ اس کی زمین میں ایک کنواں تھا جس سے وہ اپنی زمینوں کی کاشت کرتا تھا۔ اس کنوئیں سے پانی نکالنے کے لئے جو ڈول تھا اس کو . . آدمی مل کر کھینچتے تھے۔ کوئی آدمی ذرا سی بھی اپنے کام میں غفلت کرتا تھا تو اس کو یہ بڑی بے رحمی سے مارتا تھا۔ مظلوموں کی فریاد سن کر جناب امیرؑ خود تشریف لائے اور تن تنہا ۱۰۰ آدمیوں کا جو کام تھا وہ کیا۔ اس ظالم کو تنبیہ کی اور صدائے تکبیر بلند کی۔ آپ کی آواز کے ساتھ ہی وہ کافر مکان میں دب کر ہلاک ہو گیا اور کنوئیں کا پانی کنارے تک آ گیا۔ اب تک یہ کنواں باقی ہے۔ اس کنوئیں میں خاص بات یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کنارے پر کھڑا ہو کر علیؑ علیؑ کی صدا بلند کرتا ہے تو پانی جوش مارنے لگتا ہے۔ مولانا سید محمد عارف صاحب کہتے ہیں کہ میں چند مقامی حضرات کو جمع کر کے اس مقام پر پہنچا اور کنارے کھڑے ہو کر علیؑ علیؑ کی صدا بلند کیں تو پانی میں تموج پیدا ہو گیا اور جب ہم خاموش ہو گئے تو پانی اپنی جگہ تھم گیا۔ یہ پانی جاڑے میں اتنا گرم رہتا ہے کہ جیسے نہانے کے لئے پانی درکار ہوتا ہے اور گرمیوں میں سرد رہتا ہے۔ یہ پانی ہمیشہ ایک حال میں رہتا ہے نہ کم ہوتا ہے نہ زیادہ۔ یہ جگہ علیؑ باغ کے نام سے مشہور ہے۔

(الواعظ۔ ۲۴ رمئی ۱۹۳۳ء و نمبر ۱۷ جلد ۱۲)

اس مقام کے متعلق سید غیور حسین نقوی صاحب ساکن قلعہ جینبر حسن کالونی کراچی نے چشم دید گواہی دی ہے اور اقراری ہیں کہ میں نے خود اپنی آنکھوں سے اس مقام کو دیکھا ہے۔ عوامی حکومت سے درخواست ہے کہ اس مقام پر پہنچنے کے لئے پکی سڑک کا بندوبست کیا جائے تاکہ عوام آسانی کے ساتھ اس مقام مقدس کی زیارت کر سکیں۔

دوسرا واقعہ: یہ واقعہ نجف اشرف میں بہت مشہور ہے جس کو نجف کا بچہ بچہ جانتا ہے۔ علامہ جلیل شیخ جعفر بن محمد نجفی الانوار العلویہ ص ۳۰۶ طبع نجف اشرف میں رقمطراز ہیں کہ یہ واقعہ ان سے علماء کی ایک جماعت نے بیان کیا جس کا

ماحصل یہ ہے کہ ایک دفعہ سعودیوں نے نجف اشرف پر حملہ کیا اور اہل نجف تین دن دیوار شہر میں محصور رہے۔ تیسرے روز ایک شہسوار ظاہر ہوا جو کہ بہترین گھوڑے پر سوار تھا تلوار میان سے باہر نکلی ہوئی تھی۔ نورانی چہرہ نقاب کے بادل میں پنہاں تھا جس کے نور کی شعاعیں آسمان کی جانب اٹھ کر فضا کو منور کر رہی تھیں۔ پس انہوں نے سعودیوں کے لشکر پر حملہ کر دیا اور سوائے ایک کے سب کو گاجر مولی کی طرح کاٹ کر رکھ دیا اور اس ایک سے کہا کہ تم جاؤ اور اہل شہر کو بتلادو۔ چنانچہ وہ شخص شہر میں آیا اور لوگوں سے کہا۔

اے لوگو! ہماری ساری فوج کو علیؑ بن ابی طالبؑ نے قتل کر دیا۔ صرف مجھ کو چھوڑ دیا اور کہا کہ جا کر تم اہل شہر کو بتادو۔ لوگوں نے اس سے دریافت کیا تم کو کیسے معلوم ہوا؟ اس پر اس شخص نے جواب مجھ سے حضرت علیؑ نے خود کہا۔

بعض ضعیف العقیدہ لوگوں نے نہ مانا۔ تو کسی عالم دین نے کہا جا کر دیکھو اگر لاشوں پر ایک ہی وار کا نشان ہے تو وہ علیؑ کے قتل کئے ہوئے ہیں۔ جب لوگوں نے جا کر دیکھا واقعی ہر لاش پر صرف ایک ہی وار کا نشان تھا۔ پھر اس عالم نے کہا جا کر یہ بھی دیکھو کہ ہر لاش کے دو ٹکڑے برابر ہیں یا کم و بیش، اگر برابر ہوں تو یقین کر لینا کہ وہ علیؑ ہی کے مارے ہوئے ہیں۔ جب لاشوں کے ٹکڑوں کو تولا گیا تو ہر لاش کے دو ٹکڑے برابر نکلے۔ پس لوگوں نے یقین کر لیا۔ ہم سے بعض علماء نے بیان کیا ہے کہ ان کے والد نے اپنی آنکھوں سے یہ واقعہ دیکھا تھا۔

(جواہر الاسرار، تصنیف سید محمد جواد ہمدانی ص ۱۶۶)

تیسرا واقعہ: آنحضرت کے پاس ایک جن بیٹھا تھا جو آپ سے احکام دین کے مسائل دریافت کر رہا تھا اتنے میں علیؑ آئے تو وہ جن گھٹ کر چڑیا کی طرح ہو گیا اور آنحضرت سے عرض کی کہ مجھ کو اس نوجوان سے پناہ دیجئے۔ حضور نے دریافت فرمایا کہ اس نوجوان سے کیوں ڈرتے ہو؟ اس نے کہا چونکہ میں نے حضرت سلیمان پر سرکشی کی تھی اور سمندروں کی طرف بھاگ گیا تھا اس وجہ سے کوئی مجھ کو گرفتار نہ کر سکا۔ اتنے میں یہ نوجوان ظاہر ہوا۔ اس کے ہاتھ ایک حربہ تھا اس نے مجھ کو مارا اور اب تک اس کے لگائے زخم کا نشان باقی ہے۔ (تفسیر برہان ص ۹۲۷ ۔ جواہر الاسرار صفحہ ۱۵۶ از سید محمد جواد ہمدانی)

چوتھا واقعہ: کلکتہ ۱۷ اکتوبر ۱۹۲۸ء۔ راجپوتانہ سے یہ حیرت ناک خبر موصول ہوئی ہے کہ وہاں کے ایک جنگل میں دو اشخاص کو ایک شیر نے گھیر لیا

تھا۔ قریب تھا کہ شیر جھپٹ کر ان کو پھاڑ ڈالے مگر ان دونوں آدمیوں نے دور سے علیؑ علیؑ پکارنا شروع کر دیا۔ پیشتر اس کے کہ شیر ان پر حملہ کرے انھوں نے معمولی سے ڈنڈے ہاتھوں میں لے کر علیؑ کا پر زور نعرہ لگا کر شیر پر حملہ کر دیا اور اس کو ڈنڈوں سے مارتے ہوئے دور تک لے گئے اور اس وقت چھوڑا جب یہ شیر ہلاک ہو گیا۔ راجپوتانہ میں ان کے اس تعجب انگیز کارنامہ کا بہت چرچا ہو رہا ہے۔ وہاں سب لوگ یہی خیال کر رہے ہیں کہ ان اشخاص نے علیؑ کے نام سے کامیابی حاصل کی ہے۔ علیؑ ہی نے ان کو نجات دی ہے اور اسی نام کی برکت سے وہ موت کے چنگل سے بچ نکلے ہیں۔ لوگ دور دور سے ان آدمیوں کو دیکھنے کے لئے آتے ہیں

(ڈیلی ہیرالڈ۔ کلکتہ۔ ۱۹ ر اکتوبر ۱۹۲۸ء صفحہ ۲، کالم ۴۔ حاصل شدہ علی مرتضیٰ حیدر شیر خدا ص۱۰۱)

علامہ مجلسی بحار الانوار۔ جلد ۹ صفحہ ۲۸۵ میں روایت کرتے ہیں کہ زید

پانچواں واقعہ: نساج راوی ہے کہ اس کے پڑوس میں ایک نیک سیرت اور عبادت گزار شخص رہتا تھا۔ ایک روز میں امام زین العابدین علیہ السلام کی زیارت کے لئے گیا تو یہ شخص کپڑے اتار کر جمعہ کا غسل کرنا چاہتا تھا۔ میں نے اس کی پشت پر ایک بالشت سے زیادہ زخم دیکھا جس سے پیپ بہہ رہی تھی۔ اس نے مجھ کو کہا ذرا غسل میں میری مدد کرو۔ میں نے کہا نہیں جب تک تم مجھ کو اس زخم کی حقیقت سے آگاہ نہ کر دو تب تک میں تمہاری مدد نہیں کرونگا۔ چنانچہ اس نے وعدہ کیا اور کہا میری زندگی میں تم کسی کو اس واقعہ سے مطلع نہ کرنا۔

چنانچہ وہ غسل سے فارغ ہوا اور دھوپ میں بیٹھ کر مجھ کو اپنا قصہ بیان کرنے لگا۔ کہا سنو بات یہ ہے کہ ہم دس دوست تھے اور ہمارا مسکن کوفہ تھا۔ مسافروں کو لوٹنا اور نقب زنی ہمارا مرغوب پیشہ تھا۔ رات کو ایک ایک دوست ہم سب کے لئے خورد نوش کا انتظام کرتا تھا۔ ایک مرتبہ ہم کھا پی کر ادھر ادھر کھسک گئے اور میں گھر آکر سو گیا۔ کافی دیر کے بعد میری بیوی نے مجھے جگا کر کہا کہ کل کھانا پکانے کی باری تمہاری ہے گھر میں ایک دانہ تک نہیں آج جمعہ کی رات ہے لوگ زیارت کے لئے نجف جا رہے ہیں جا کر نقب زنی کرو اچھا موقعہ ہے۔ میں اٹھا تلوار لی اور کوفہ سے باہر نجف کے راستہ پر ایک خندق میں چھپ گیا۔ اندھیری رات تھی۔ آسمان پر گھٹا ٹوپ بادل چھائے ہوئے تھے۔ ایک دفعہ بجلی چمکی تو مجھ کو دور سے دو شخص آتے ہوئے دکھائی دیئے جب وہ قریب آئے تو پھر بجلی کوندی اور میں تلوار لیکر باہر نکلا۔ دیکھا تو عورتیں ہیں ایک بوڑھی دوسری جوان۔ میں نے ان کا راستہ روک لیا اور زیور اتارنے پر مجبور کیا

اور دونوں نے خاموشی سے زیور اتار دیئے۔ شیطان نے میرے دل میں وسوسہ ڈالا اور مجھ کو برائی پر مجبور کیا اور میں نے اس جوان عورت سے بدی کا اظہار کیا۔ بوڑھی عورت کہنے لگی۔ اے بندۂ خدا! ہمارے کپڑے اور زیور رہنے دے اور ہم کو جانے دے یہ یتیم بچی ہے اور کل اس کی شادی ہونے والی ہے۔ اس کی قوم کو رسوا نہ کر میں نے اس کو ڈانٹا اور ایک طرف کو ڈھکیل دیا اور لڑکی کو زمین پر گرا دیا اور اس کے سینے پر چڑھ بیٹھا لڑکی نے چلانا شروع کر دیا۔ المستغاث بک یا اللہ و یا علیؑ۔ جیسے ہی اس نے یا الٰہی مدد، یا علی مدد کہا اچانک ایک سوار ظاہر ہوا جس کا لباس سفید تھا اور بدن سے خوشبو پھوٹ رہی تھی اور مجھ سے کہا اس کو چھوڑ دے میں نے کہا جا جا شکر کر میں تجھ کو چھوڑ رہا ہوں ورنہ تو بھی بچ کر نہ جاتا میرا یہ کہنا تھا کہ اس نے تلوار کی نوک مجھ کو دے ماری اور میں غش کھا کر گر پڑا۔ نہ معلوم میں کب تک پڑا رہا البتہ نیم بے ہوشی میں اتنا سنائی دیا کہ اس نے عورتوں سے کہا کپڑے پہنو اور زیور لے کر واپس چلی جاؤ۔ بوڑھی عورت نے کہا آپ کون ہیں؟ خدا آپ پر رحم کرے ذرا ہم کو بخیر پہنچاتے جایئے۔ انہوں نے مسکرا کر جواب دیا۔

"میں علی ابن ابی طالب ہوں تم واپس چلی جاؤ میں نے تمہاری زیارت قبول کر لی۔"

ماڈرن لا اور حضرت علیؑ

تحریر سید افسر حسین رضوی

"علی تم سب سے اعلیٰ فیصلہ کرنے والے ہیں۔ (حدیث رسول)

مغرب کے ایک فلاسفر کا مقولہ ہے "امیر قانون بناتے ہیں اور قانون کی چکی غریبوں کو پیستی ہے۔" یہ فقرہ ایک حد تک درست ہے۔ واقعی دنیا میں قانون ساز اداروں پر اکثر و بیشتر ان لوگوں کی اکثریت ہے جو متمول ہیں۔ وہ اپنے وقار اور دولت کو قائم رکھنے کے لئے لامحالہ ایسے ہی قانون وضع کریں گے جو ان کے مفاد میں ہوں۔

اسلام کا قانون اللہ تعالیٰ نے دیا ہے جس کا LAW GIVER اللہ تعالیٰ ہے۔ افلاطون نے اعلیٰ درجہ کی ریاست کی تعریف یہ کی ہے۔ وہ ریاست یا حکومت افضل یا اکمل ہے جس میں عدل وانصاف کا دور دورہ ہو۔ غریب سے غریب شخص جب عدالت کا دروازہ کھٹکھٹائے تو انصاف پائے۔ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے قانون کی INTERPRETATION تشریح وہی ہو سکتی ہے جو نبیؐ کریم رسول اللہ صلعم نے کی ہو۔ جن کے ذریعہ سے یہ قانون نازل ہوا اور جنہوں نے اس کو نافذ کیا۔

آپ کے بعد اس شخص کی جو ہر طرح سے کامل و اکمل ہو۔ جس نے علوم رسول مقبول سے حاصل کئے ہوں۔ باب مدینۃ العلم کہلائے۔ فقہ کا مسئلہ پوچھا جائے تو فوراً بتادے گا۔ حساب متعلق مقدمہ آجائے تو اس کا ماہر ہو۔ چشم زدن میں یہ فیصلہ کردے۔ علم نفسیات میں ماہر ہو تو ایسا کہ ایک پل میں بات کی تہہ کو پہنچ جائے۔ انسانی تخیل EMOTION اور کمزوریوں کے تاروں کو ذرا سی جنبش دے تو غلام منہ سے بول اٹھے کہ وہ غلام ہے۔ آقا، آقا ہے۔ سچی ماں کی ممتا پکار اٹھے بچہ زندہ ہے چاہے کسی کی گود میں ہو۔

حضرت علی علیہ السلام کی ہی ذات مبارک جناب سرور کائنات صلعم کے بعد جامع ترین ہمہ گیر شخصیت ہے۔ علم وادب، دین ومذہب، علم الہیات، کلام، فلسفہ، اخلاق معاشرت، تفسیر حدیث، فقہ، لغت، نحو، خطابت اور انشا کے شعبوں کو آپ ہی کے افکار نے مالا مال کیا ہے

شجاعت، بلاغت، خطابت اور قضا میں آپ کو انفرادیت حاصل ہے۔ ان شعبہ جات میں آپ کا ہر قول فعل ضرب المثل بن گیا۔ آپ ہی کی ذات ستودہ ہے جنہوں نے جرح کی بنیاد ڈالی۔ ایک گواہ پر جرح دوسرے کی غیر حاضری میں کی اور درست نتائج اخذ کئے۔ آپ ہی نے گواہ کی شہادت کو قلمبند کرنے کا رواج دیا۔ آپ ہی نے حلف پر پر فیصلے کئے۔

(کافی۔ استبصار)

جناب امیر المومنین علیہ السلام نے خود فرمایا، میرے لئے مسند بچھائی جاتی۔ اہل توریت میں توریت کے مطابق اہل انجیل میں انجیل کے مطابق۔ اہل زبور میں زبور کے مطابق، اہل اسلام کے درمیان قرآن مجید کے مطابق فیصلہ کرتا۔ اتنا بلند دعویٰ وہی شخص کر سکتا ہے جو کہ ان تمام کتب اور فقہ پر مکمل عبور رکھتا ہو۔ پیچیدہ ترین معاملات آئے، اہل نظر اس کے حل سے عاجز رہے لیکن امیر المومنین نے ایک نظر میں حل کر کے دنیا کو حیرت میں ڈال کر اپنی برتری کا لوہا منوایا لوگ اقرار کرتے ہوئے آئے "اگر علی نہ ہوتے تو میں ہلاک ہو گیا ہوتا۔"

آپ کی ذات بابرکات نے "تمام قانون کی نظر یکساں ہیں کا اصول دیا۔" اور بادشاہ یا حکمران پر کوئی حد یا تعزیر نہ ہے غلط ثابت کر دیا۔ مشہور واقعہ ہے۔ آپ کے خلاف ایک یہودی نے مقدمہ دائر کیا۔ جب فریقین عدالت کے سامنے پیش ہوئے۔ عدالت نے حضرت علیؑ کو کہا۔ قسم یا یا ابالحسن حضرت علیؑ کو یہ سخت ناگوار ہوا اور فرمایا میں آپ سے فیصلہ نہ کراؤں گا۔ مجھے میرے نام سے کیوں نہیں پکارا؟ جبکہ یہودی کو اس کے نام سے پکارا گیا ہے۔ مجھے آپ سے انصاف کی توقع نہیں ہے۔ آپ نے مجھے کنیت سے پکار کر برتری دی ہے ہم سب قانون کی نظر میں یکساں ہیں

NO ONE WILL BE CONDEMNED UNHEARD۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی سے فرمایا۔ جب فریقین مقدمہ تمہارے پاس لائیں تو اس وقت تک فیصلہ نہ کرو جب تک دوسرے فریق کی بات بھی نہ سن لو۔

ایک اصول: آپ ہی نے قاضی یا جج کی صفات بتائیں۔ کمال عقل صحیح تمیز، زیرک، سہو غفلت سے عاری۔ ذہانت ایسی کہ مشکل سے مشکل امور فوراً حل کر دیئے۔ اعلیٰ اخلاق۔ ذلیل اور پست خیالات سے گریز۔ راست گوئی۔ امانت دار۔ خوشی و ناراضگی میں دائرہ حق سے باہر نہ ہو۔ کتاب و سنت و فقہ پر حاوی ہو۔ انسانی فطرت سے پورا واقف ہو۔ آپ نے فرمایا: قاضی پر لازم ہے کہ غصہ کی حالت میں فیصلہ نہ کرے۔ ایسا امر اگر واقع ہو تو اٹھ کر کھڑا ہو جائے عدالت میں تنگدلی سے کام نہ لے (فروع کافی) زمانہ کی معاشی حالت کے مطابق قاضیوں کی تنخواہ

مقرر کی گئی۔ عتاب بن اسید کو دو درہم روزآنہ ملتے تھے۔ اگر کسی جج یا قاضی کا رہن سہن اس کی آمدنی سے زائد ہوتا تو اس کی سرزنش کی جاتی۔

(نہج البلاغہ)

ایک شخص امیر المومنین کے پاس آیا جایا کرتا تھا اور آپ کا مہمان ہوتا تھا۔ ایک بار ایک مقدمہ میں آیا اور حسب سابق امیر المومنین کا مہمان ہو گیا۔ آپ سے آنے کا سبب نہ بتایا۔ امیر المومنین کو جب یہ معلوم ہوا کہ وہ مقدمہ کا ایک فریق ہے تو آپ نے فرمایا۔ تم یہاں سے کسی دوسری جگہ چلے جاؤ آپ جانتے تھے کہ نفسیاتی طور پر اس بات کا کیا اثر فریق ثانی پر ہو گا وہ طرح طرح کے وہموں میں مبتلا ہو جائے گا۔

(من لا یحضرہ، فقیہہ)

اس کے برعکس اہل دنیا کے سامنے ایک مقدمہ پیش ہوتا ہے جس میں وارث کا حق طلب کیا گیا تو یہ کہہ کر مدعیہ کا دعوٰی خارج کر دیا جاتا ہے کہ نابالغ کی شہادت قابل قبول نہیں۔ بیٹے کی گواہی ماں کے حق میں نہ لی جائے گی۔ لیکن واہ ری دنیا ایک شخص اعتراض کرتا ہے طویل آدمی کا پیرہن ایک چادر میں کس طرح بن سکتا ہے تو بیٹے کو کہا جاتا ہے اٹھ اور گواہی دے۔ وہ اٹھتا ہے اور کہتا ہے میں نے اپنی چادر انہیں دی ہے۔ کیا یہی حق و انصاف ہے کیا دوسرا گواہ بیٹا نہیں۔؟

قانون سازی: APPEAL N REVISIO APPEAL ۔ اپیل ۔ نظر ثانی ۔ نگرانی

کے وقت اس بات کا خیال رکھا گیا ہے کہ اگر ایک عدالت فیصلہ کر دے تو اس کی اپیل عدالت بالا میں ہو سکے اور پھر اس کے بعد آخری عدالت میں نگرانی۔ نگرانی اور نظر ثانی اسی عدالت کے پاس ہوتی ہے جس نے فیصلہ کیا ہو اور نگرانی عدالت بالا میں کی جاتی ہے۔ نگرانی کی ایک مثال نقل کی جاتی ہے۔

امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ یمن میں ایک شخص کا گھوڑا بے قابو ہو کر بھاگا۔ راستہ میں ایک شخص کو کچل دیا اور وہ مر گیا۔ مقتول کے وارث گھوڑے کو پکڑ کر حضرت علی کے پاس لائے مالک نے ثبوت دیا کہ گھوڑا اس کے گھر سے بھاگ گیا تھا راستہ میں مقتول آ گیا۔ حضرت نے مالک کو بری کر دیا۔

نگرانی: اس فیصلہ کے خلاف نگرانی جناب سرور کائناتؐ کی عدالت میں کی گئی۔ حضورؐ نے امیر المومنین کے فیصلہ کو بحال رکھا۔

قابل مصالحت جرم (COMPOUNDABLE OFFENCES)

عام طور پر قانون میں چند ایک جرائم ایسے ہوتے ہیں جو بغیر اجازت عدالت قابل مصالحت ہوتے ہیں۔ اور چند ایسے ہوتے ہیں جن میں مصالحت کی اجازت عدالت سے حاصل کرنی پڑتی ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ صفوان بن امیہ مسجد الحرام میں موجود تھا۔ وہ اپنی چادر رکھ کر پیشاب کرنے چلا گیا تو چادر چوری ہوگئی اب یہ پوچھتا پھرا۔ یہاں تک کہ چور پکڑا گیا۔ اسے جناب رسولؐ خدا کی خدمت میں لے آئے۔ آنحضرتؐ نے شہادت کے بعد اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دے دیا۔ صفوان نے عرض کی یا رسول اللہ! یہ میری چادر کے سبب اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ ہاں۔ صفوانؓ نے کہا یا رسول اللہ! میں اسے بخشے دیتا ہوں آپ نے فرمایا میرے پاس لانے سے پہلے کیوں نہ معاف کر دیا۔؟

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا جو شخص کسی چور کو پکڑے، پھر اسے معاف کر دے تو یہ اسے اختیار ہے۔ لیکن جب معاملہ امام کے روبرو ہو جائے گا۔ تو امام چور کا ہاتھ کٹوا دے گا۔

(ضمیمہ مقبول)

دیوانہ (MAD)

ہر قانون میں ہے کہ دیوانگی کے عالم میں جو جرم ہو اس پر سزا۔ حد یا تعزیر نہیں ہے بلکہ سول لاء میں دیوانہ کے ساتھ معاہدہ کوئی معاہدہ نہیں وہ اپنے نفع نقصان کو نہ دیکھ سکتا ہے۔

ایک واقعہ ہے کہ حضرت عمر کے پاس ایک دیوانی عورت زنا کے جرم میں گرفتار کر کے لائی گئی اور حکم سنگ باری ہوا۔ امیر المومنین علی نے فرمایا آپ نے رسول اللہ کا ارشاد نہیں سنا۔ تینوں شخصوں پر حد ساقط ہے۔ دیوانہ جب تک تندرست نہ ہو جائے۔ سویا ہوا بیدار نہ ہو جائے۔ کمسن بالغ نہ ہو جائے۔

(کوکب دری فی فضائل علی۔ مناقب خوارزمی)

جبری اقبال جرم (CONFESSION BY COESCION)

موجودہ نظام میں عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ پولیس ملزم کو عدالت میں لا کر اس سے اقبال جرم کرا لیتی ہے عدالت اسے اقبال جرم پر سزا دیتی ہے۔ لیکن ایسے مقدمات جن کا فیصلہ عدالت بالا سشن جج وغیرہ نے کرنا ہوتا ہے اس میں اقبال جرم حالانکہ عدالت ابتدائی میں قلمبند کرا لیا جاتا ہے پھر بھی جرم سے انحراف کر جاتے ہیں۔

ایسے واقعات مقدمات جناب امیرالمومنین نے فیصلہ کئے ہیں۔

(۱) امیرالمومنین کی خدمت میں ایک مرد اور ایک عورت گرفتار کر کے لائے گئے جن پر بدکرداری کا الزام تھا۔ عورت نے عرض کی کہ حضور اس نے مجھے بے بس کر دیا تھا۔ آپ نے عورت سے سزا ساقط کر دی۔

(قضائے امیرالمومنین)

(۲) ایک عورت نے بدکاری کا اقبال جرم کیا۔ حضرت عمر نے اس کو سنگ سار کر دینے کا حکم دے دیا حضرت علی علیہ السلام کو جب اس فیصلہ کی اطلاع ملی تو آپ نے نظرثانی کی خواہش ظاہر کی اور فرمایا کہ شاید اس نے کسی معقول وجہ سے اس جرم کا ارتکاب کیا ہو۔ آپ نے جرم کی وجہ پوچھی تو اس نے بیان کیا کہ صحرا میں وہ اور ایک چرواہا اپنے اپنے اونٹ چراتے تھے۔ میرے پاس نہ پانی تھا اور نہ ہی کسی جانور کا دودھ۔ اس کے برعکس چرواہے کو دونوں اشیاء میسر تھیں میں نے پانی مانگا اس نے انکار کر دیا اور کہا جب تک اس کے فاسد ارادہ کو پورا نہ کروگی پانی نہ دونگا۔ میری پیاس کی شدت بڑھی۔ تین چار دفعہ پانی مانگا۔ ہر دفعہ چرواہے نے سابقہ مطالبہ کیا جب قریب المرگ ہوگئی تو مجبوراً ایسا ہوا۔ حضرت نے فرمایا جو شخص مجبور ہو اور سرکشی اور زیادہ کرنے والا نہ ہو اس پر کوئی گناہ نہیں۔ (طرق حکمیہ ابن قیم۔ قضائے امیرالمومنین علامہ تستری)

(۳) اسی طرح ایک عورت جو کہ حاملہ تھی نے زنا کا اقبال کیا۔ حضرت عمر نے اسے سنگ سار کرنے کا حکم دیا۔ حضرت علی نے فرمایا۔ جرم عورت ہے اس کے بچے کا کیا قصور ہے جو اس کے پیٹ میں ہے؟ حضرت عمر نے فیصلہ واپس لے لیا اور کہا اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہوگیا ہوتا۔

(ریاض النضرہ۔ مناقب خوارزمی)

(۴) عہد حضرت عمر میں ایک حاملہ عورت کو گرفتار کر کے خلیفہ کے سامنے پیش کیا گیا جنہوں نے پوچھ گچھ کی تو اس نے بدکاری کا اقرار کر لیا۔ سنگ ساری کا حکم دیا گیا۔ جب اسے لے جا رہے تھے تو راستہ میں امیرالمومنین مل گئے۔ واپس لانے کو کہا۔ امیرالمومنین نے حضرت عمر سے دریافت کیا کہ اس کو سنگ ساری کا حکم دیا ہے؟ جواب دیا ہاں کیونکہ اس نے اقبال جرم کر لیا ہے۔ آپ نے فرمایا اس بچہ کا کیا قصور ہے جو اس کے شکم میں ہے؟ پھر آپ نے فرمایا کہ معلوم دیتا ہے اسے جبر کا اور ڈرایا دھمکایا گیا ہے۔ حضرت عمر نے کہا ایسا ہی ہوا ہے حضرت علی نے فرمایا کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد نہیں سنا۔ تشدد سے مجبور

ہو کر اقرار جرم کرنے والے پر حد نہیں ہے اگر کسی شخص کو قید خانہ میں ڈال کر ڈرا دھمکا کر اقرار لیا جائے تو اس کا اقرار جرم نہیں۔

(کشف الغمہ مناقب خوارزمی)

انحراف اقبال جرم (RETRACTED CONFESSION) ایسے واقعات

بھی پیش آئے ہیں جن میں مجرموں نے اقبال جرم کیا اور پھر اس سے منحرف ہو گئے۔

(۱) ماعز بن مالک نے پیغمبر خدا کے حضور بدکاری کا اقرار کیا۔ آپ نے اسے سنگسار کرنے کا حکم دیا جب پتھر پڑنے لگے تو وہ بھاگ نکلا۔ زبیر بن عوام نے اونٹ کی ہڈی ماری جس سے وہ رک گیا لوگوں نے قتل کر دیا۔ جب یہ خبر جناب رسول خدا کو ملی تو آپ نے فرمایا تم لوگوں نے کیوں اسے بھاگ جانے نہ دیا۔ اس نے خود ہی تو جرم کا اقبال کیا تھا خود ہی منحرف ہوا۔ علی اس موقع پر موجود ہوتے تو تم لوگ گمراہ نہ ہوتے۔ پھر آنحضرت نے اس شخص کی میت بیت المال سے اس کے ورثہ کو دلوا دی۔

(من لا یحضرہ فقیہہ)

(۲) ایک مقدمہ محبت مشترکہ COMMON INTENTION کا نقل کیا جاتا ہے۔ ایک شخص کو اس کی سوتیلی ماں اور اس کے آشنا نے مل کر ختم کر دیا۔ حضرت عمر کے پاس مقدمہ آیا۔ فیصلہ ٹھہرا کہ ایک کے بدلہ میں دو کو سزا کیوں؟ حضرت امیرالمومنین نے فرمایا اگر کئی آدمی مل کر اونٹ سرقہ کر کے لے جاویں اور تقسیم کر لیں تو کیا آپ سب کو سزا دیں گے؟ انہوں نے کہا خبردار۔ پھر اس کے مطابق حکم دے دیا۔

(قضائے امیرالمومنین علامہ تستری)

ON MEDICAL REPORTS: آج کی دنیا میں طبی معائنہ اور کیمیکل اناليسس (ANALYSIS)

پر مقدمات کے فیصلوں کا بہت حد تک انحصار کیا جاتا ہے۔ بسا اوقات طبی معائنہ زبانی شہادت کو بالکل مشکوک قرار دے دیتا ہے۔

جناب امیرالمومنین علیہ السلام نے آج سے ۱۳۰۰ برس قبل اپنے فیصلہ جات کا انحصار طبی معائنہ اور کیمیکل رپورٹ پر کیا ہے چند ایک پیش ہیں۔

(۱) حضرت عمر کی عدالت میں ایک عورت نے ایک شخص پر دعویٰ کیا کہ اس نے اس سے زنا

پا سچر کیا ہے اور اپنی ران پر اور کپڑوں پر انڈے کی سفیدی ڈال دی۔ حضرت علی نے گرم پانی منگوا کر کپڑے پر ڈالا، سفیدی جم گئی سونگھا تو انڈے کی سفیدی تھی۔

(ارشاد شیخ مفید)

(۲) ایک عورت نے لڑکی کو جنم دیا اور دوسری نے لڑکے کو۔ لڑکی والی نے بچہ تبدیل کر لیا اور مقدمہ امیرالمومنین کی خدمت میں پیش ہوا۔ امیرالمومنین نے حکم دیا دونوں عورتوں کا دودھ لے کر وزن کیا جائے۔ جس کا وزن زیادہ ہو لڑکا اس کے حوالہ کر دو۔

(احسن الکبار۔ کوکب دری فی فضائل علی۔ الامام علی روکس بن زائد)

(۳) امیرالمومنین کی خدمت میں ایک دوشیزہ گرفتار کر کے لائی گئی اس پر الزام تھا کہ اس نے بدکاری کی۔ آپ نے چند عورتوں کو حکم دیا کہ اس کا جائزہ لو۔ عورتوں نے طبی معائنہ کے بعد بتایا کہ وہ کنواری ہے آپ نے اسے بری کر دیا

(الامام علی۔ روکس بن زائد)

(۴) ایک عورت کی شادی کے ۶ ماہ بعد بچہ پیدا ہو گیا۔ شوہر نے مقدمہ خلیفہ ثانی کے ہاں دائر کر دیا۔ انہوں نے سنگ ساری کا حکم دے دیا۔ حضرت علی نے ان سے نظر ثانی کے لئے فرمایا۔ آپ نے فرمایا قرآن میں ہے جو اپنی اولاد کو پوری مدت تک دودھ پلانا چاہے تو مائیں اپنی اولاد کو پورے دو برس تک دودھ پلائیں اور قرآن میں یہ بھی ہے کہ حمل اور اس کی دودھ بڑھائی تیس ماہ ہے۔ پس حمل ۶ ماہ ہوا۔ اس عورت کو آزاد کر دیا حضرت نے مشہور فقرہ سے اعتراف کیا۔

(حبیب السیئر جلد اوّل۔ کوکب دری فی فضائل علی۔ تفسیر رازی۔ مناقب خوارزمی)

(۵) ایک شخص نے دوسرے شخص کے سر پر ضرب لگائی۔ مضروب نے دعویٰ کیا کہ وہ اپنی بینائی گویائی اور قوت شامہ کھو بیٹھا ہے۔ حضرت امیرالمومنین نے کہا کہ اس سے کہو سورج کے سامنے آنکھیں کھولے، اگر کھلی رہ گئیں تو واقعی نابینا ہے۔ کوئی چیز جلا کر دھواں ناک میں دو اگر آنسو آجائیں تو قوت شامہ درست ہے۔ زبان پر سوئی چبھو دو۔ زبان سے اگر سرخ رنگ نکلے تو گونگا نہ ہے اور زبان خود بول اٹھے گی۔

(من لا یحضرہٗ فقیہہ)

"شریعت اور فقہ پر حضرت کے بہت سے فیصلہ جات ہیں لیکن یہاں صرف دو ہی پر اکتفا کی جاتی ہے۔"

(۱) ایک عورت امیرالمومنین کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہا کیا فرماتے ہیں آپ اس عورت کے متعلق جو شوہر دار ہوتے ہوئے بھی اپنے باپ کی اجازت سے دوسرے شوہر کی خواہشمند ہے۔ کیا یہ بات جائز ہے؟ حاضرین نے کانوں میں انگلیاں دے لیں۔ امیرالمومنین نے فرمایا جا اور اپنے شوہر کو لے آ۔ جب وہ آیا تو اسے حکم دیا کہ اپنی بیوی کو طلاق دے دو۔ اس نے فوراً تعمیل کی اور کسی قسم کا احتجاج نہیں کیا۔ امیرالمومنین نے اس کے متعلق بتایا کہ یہ عورت کے قابل نہیں ہے شوہر نے اس بات کا اعتراف کیا۔

(قضائے امیرالمومنین)

(۲) حضرت ابوبکر سے ایک شخص نے پوچھا کہ ایک شخص نے صبح کو ایک عورت سے شادی کی اور شام کو اس عورت نے ایک لڑکا جنا۔ اس کے پیدا ہوتے ہی وہ شخص مر گیا اور اس کی تمام وراثت اس کے لڑکے اور اس کی ماں کو مل گئی۔ حضرت ابوبکر کی سمجھ میں نہ آیا کہ شادی صبح کو ہو اور شام کو بچہ پیدا ہو۔ امیرالمومنین کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا۔ امیرالمومنین نے فرمایا کہ وہ عورت اس شخص کی کنیز تھی پھر مالک نے اس کو آزاد کر دیا اور صبح کو نکاح کر لیا۔ وراثت کی تقسیم ٹھیک ہے۔

(قضائے امیرالمومنین)

معاہدہ جات (CONTRACTS):

روزمرہ کی زندگی میں ہم بے شمار معاہدے ایک دوسرے سے کرتے ہیں۔ کچھ ایسے ہوتے ہیں کہ زبانی خود بخود عمل پذیر ہوتے ہیں۔ کچھ ایسے ہیں جن میں تحریر سے فریقین کو پابند کیا جاتا ہے۔ آپ بازار سے سودا سلف لیں تو سودا لیا اور پیسے ادا کئے۔ یہ بھی معاہدہ ہے زمین مکان اور دیگر ایسی اشیاء وغیرہ کے معاہدے بھی ہوتے ہیں۔ ہر معاہدہ کے دو حصے ہوتے ہیں ایک پیرو پوزل (PROPOSAL) تجویز، دوسرے کی جانب سے قبولیت (ACCEPTANCE) ان میں اگر ایک ہی حصہ ہو تو معاہدہ نامکمل ہوتا ہے۔ چند واقعات نقل کئے جاتے ہیں۔

(۱) ایک دن امیرالمومنین کوفہ کے بازار سے گزر رہے تھے کہ ایک کنیز کو روتے دیکھا پوچھا تو اس نے بتایا کہ ایک درہم کی کھجوریں میرے مالک نے خرید کر لانے کو کہا۔ میں دکاندار سے لے گئی۔ مالک نے پسند نہ کیں۔ اب واپس لائی ہوں۔ دوکاندار واپس نہیں لیتا۔ حضرت نے دوکاندار کو کہا کہ معاہدہ تمہارے اور کنیز کے درمیان نہیں ہے بلکہ اس کے مالک اور تمہارے درمیان ہے۔ اگر وہ کھجوریں لے لیتا تو معاہدہ تکمیل کو پہونچتا۔ اب کھجوریں واپس لے لو۔ (نہج البلاغہ)

(۲) انس بن مالک نے حضرت عمر کے لئے اونٹ خریدنا چاہا۔ ایک اعرابی ۴ اونٹ لایا اور سودا طے ہو گیا۔ انس سے کہا کہ اپنے اونٹ جدا کر لو۔ عرب نے کہا ان کے پالانوں کو مجھے جدا کر لینے دو۔ حضرت عمر نے کہا اونٹوں کو مع پالانوں کے خریدا ہے۔ غرض یہ کہ اس بات پر جھگڑا ہوا حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام نے اس کا فیصلہ کیا۔ حضرت نے پوچھا تم نے پالانوں کی شرط طے کر لی تھی؟ کہا نہیں! فرمایا ان کو جدا کر لینے دو۔ معاہدہ میں شامل نہیں ہے۔ صرف اونٹ لے سکتے ہو۔

(قضائے امیرالمومنین تستری)

آج کی دنیا میں مزدوروں کیلئے

قانون محنت (LABOUR LAW): قانون وضع کئے جاتے ہیں جس میں ہر روز نت نئے جھگڑے چلتے رہتے ہیں اور قانون میں جلد جلد تبدیلیاں کرنی پڑتی ہیں۔ جناب سرور کائنات نے مزدوروں کے لئے ایک سیدھا قانون ایک جامع فقرہ میں دیا فرمایا:-

"مزدور کی مزدوری اس کے پسینہ خشک ہونے سے قبل ادا کر دو۔"

اگر اس قانون پر عمل ہو تو یسبر لا کی ضرورت ہے نہ (WORKMEN COMPENSATION) کے قانون کی احتیاج ہے۔

(۱) حضرت امیرالمومنین کے زمانہ میں بصرہ میں ایک نہر کی کھدائی کی گئی۔ گورنر نے مزدوروں سے بیگار لی اور کسی کو بھی ان کی محنت کا معاوضہ ادا نہ کیا۔ جب یہ بات امیرالمومنین تک پہنچی تو آپ نے گورنر کو خط لکھا کیا تم حدیث رسول صلعم بھول گئے کہ "مزدور کو اس کا پسینہ خشک ہونے سے قبل مزدوری ادا کر دو۔" نہر ان کی ہے جنہوں نے کھدائی کی۔ یو۔ این۔ او نے ۳۷ سال قبل بیگار کو غیر قانونی قرار دیا ہے جبکہ حضرت امیرالمومنین کا عمل۔ ۱۳۰۰ برس قبل ہے (امام علی۔ جرداق)

LAW OF TORT امیرالمومنین نے چند فیصلے (LAW OF TORT): کے بھی کئے ہیں۔ ٹارٹ کے تحت یہ وہ معاوضہ ہوتا ہے جو مدعی کو مدعا علیہ کے غلط، غفلت اور لاپرواہی کے فعل کی وجہ سے دلایا جاتا ہے جس سے کسی گزند پہنچا ہو۔ اس قانون کا رواج یوروپ میں سترھویں صدی میں ہوا۔ تصور یہ کیا جاتا ہے کہ جس قدر کوئی مہذب ملک ہوگا اسی قدر ٹارٹ کے تحت مقدمات زیادہ ہوں گے اور جرائم میں کمی ہوگی یہ کسی ملک کے مہذب ہونے کی نشانی تصور کی جاتی ہے۔ جناب امیر علیہ السلام نے اس وقت ٹارٹ کے تحت فیصلے کئے جبکہ کہیں اس قانون کا تصوّر بھی نہ تھا۔

یہ فیصلے نقل کئے جاتے ہیں۔

(۱) امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ کسی کے بیل نے کسی کے گدھے کو مار ڈالا رسولؐ خدا کے پاس مقدمہ آیا تو آنحضرتؐ نے خلیفہ اوّل سے فرمایا تم فیصلہ کرو۔ انہوں نے حکم دیا ایک جانور نے دوسرے جانور کو مار ڈالا کوئی مقدمہ نہیں بنتا۔ آنحضرتؐ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا تم فیصلہ کرو انہیں نے سابقہ کی تائید کی۔ آنحضرت نے پھر حضرت علی سے فرمایا تم فیصلہ کرو۔ حضرتؑ امیر المومنین نے فرمایا اگر بیل گدھے کے اصطبل میں گیا تو بیل کا مالک گدھے کے مالک کو قیمت ادا کرے۔ اگر گدھا ایسی جگہ گیا جہاں بیل تھا تو کسی پر ذمہ داری نہیں یہ فیصلہ سن کر آنحضرتؐ نے اظہار مسرت کیا۔ (تاریخ خطیب بغداد)

(۲) ایک شخص نے دوسرے شخص کے سر پر ضرب لگائی۔ مضروب نے دعویٰ کیا کہ اس کی ضرب سے بینائی، قوت گویائی اور حس شامہ ضائع ہو گئی۔ آپ نے فرمایا اگر یہ سچ ہے تو اس کو ایک جان کے ایک تہائی خون بہا دینا پڑے گا۔

(من لا یحضرہ فقیہ)

(۳) تین لڑکیاں آپس میں کھیل رہی تھیں۔ ایک لڑکی نے دوسری کو کاندھے پر بٹھا لیا۔ تیسری نے اس لڑکی کی چٹکی لی جو کاندھے پر سوار تھی۔ وہ سنبھل نہ سکی اور لڑکی کو گرا دیا جس سے اس کی گردن ٹوٹ گئی اور مر گئی۔ مقدمہ جناب امیر علیہ السلام کے سامنے پیش ہوا۔ آپ نے فرمایا جو لڑکی کاندھے پر بٹھائے ہوئے تھی اس سے ایک تہائی دیت لے کر مرنے والی کے اعزا کو دی جائے باقی ایک تہائی ساقط ہے کیونکہ مرنے والی خود کھیل میں بخوشی شریک تھی۔

جناب پیغمبرؐ اسلام کے پاس اس کی نگرانی ہوئی تو آپ نے حضرت علی کے فیصلہ کو بحال رکھا۔

(ارشاد شیخ مفید)

(۴) حضرت علی سے روایت ہے کہ رسالتؐ مآب نے مجھے یمن کا حاکم بنا کر بھیجا اور ایک مقدمہ پیش ہوا کہ شیر کے شکار کو ایک گڑھا کھودا جس میں شیر تھا۔ لوگ اکٹھے ہو گئے اور دیکھنے کے لئے دھکم دھکا کرنے لگے۔ ایک آدمی گڑھے میں پھسلا تو اس نے دوسرے کو تھام لیا۔ اس نے تیسرے کو اس نے چوتھے کو، آخر سب گڑھے میں گر پڑے۔ شیر نے ان چاروں کو پھاڑ ڈالا، چاروں مر گئے۔ آپ نے ایک چوتھائی، ایک تہائی اور نصف

اور ایک پوری دیت ان لوگوں سے جنہوں نے گڑھا کھودا اور ان سے جنہوں نے ہجوم کیا وصول کرنے کا حکم دیا اور کہا کہ پہلا شخص جو گرا اس کے ورثا کو $\frac{1}{4}$ اور دوسرے کے اعزا کو $\frac{1}{3}$ دیت اور تیسرے کے ورثا کو $\frac{1}{2}$ دیت اور چوتھے کے اقارب کو پوری دیت دو۔

اسی فیصلہ کے خلاف نگرانی جناب سرور کائنات کے پاس کی جنھوں نے علی کا فیصلہ بحال رکھا۔

(مسند احمد ورّی فی فضائل علی)

(۵) چند لڑکے لکڑی سے کھیل رہے تھے۔ ایک لڑکے نے لکڑی پھینکی تو دوسرے کے نیچے کے دانت پر لگی جو ٹوٹ گیا۔ یہ مقدمہ حضرت امیر علیہ السلام کے پاس آیا۔ گواہ پیش ہوئے جنہوں نے بتایا جب لکڑی پھینکی گئی تو خبردار کیا گیا تھا۔ آپ نے فرمایا جو خبردار کر دیتا ہے وہ بری الذمّہ ہے۔

(فضائل امیر المومنین تستری

یہودیوں کا سوال اور علی ابنِ ابی طالبؑ کا جواب

سید افسر حسین رضوی

سوال۔ جناب ابنِ عباس سے منقول ہے کہ ایک روز علی علیہ السلام کی خدمت میں دو یہودی آئے اور پوچھا کہ یا علیؑ یہ فرمائیے کہ وہ کون ہے جس کا دوسرا نہیں۔ اور وہ دو کون ہیں جن کا تیسرا نہیں اور تین کون ہیں جن کا چوتھا نہیں۔ غرضیکہ اسی طرح پوچھتے پوچھتے سو تک دریافت کیا۔ جناب امیرالمومنین علی ابن ابی طالبؑ نے ارشاد فرمایا کہ

جواب۔ وہ ایک[۱] جس کا دوسرا نہیں ذاتِ خدا ہے۔ وہ دو[۲] جن کا تیسرا نہیں آدم و حوا ہیں وہ تین[۳] جن کا چوتھا نہیں ملائکہ وحی ہیں۔ یعنی جبرائیل۔ میکائیل و اسرافیل اور اسی طرح چار[۴] توریت۔ زبور۔ انجیل و قرآن ہیں۔ پانچ نماز پنجگانہ ہیں۔ چھ[۶] وہ دن ہیں جن میں خدا نے زمین و آسمان کو خلق فرمایا۔ سات[۷] آسمان ہیں۔ آٹھ[۸] حاملانِ عرشِ الٰہی ہیں۔ نو[۹] آیات تسع موسیٰ ہیں۔ دس[۱۰] افلاک عشرہ ہیں۔ گیارہ[۱۱] وہ ستارے ہیں جو حضرت یوسفؑ کو خواب میں سجدہ کرتے ہوئے دکھلائے گئے تھے۔ بارہ[۱۲] مہینے ہیں۔ تیرہ[۱۳] یوسف کے گیارہ بھائی اور دو چاند سورج یعنی والدین۔ چودہ[۱۴] سے مراد ماں باپ۔ پندرہ[۱۵] وہ سب کتابیں جو لوحِ محفوظ سے نازل ہوئیں۔ سولہ[۱۶] وہ ملائکہ جو عرش کے چاروں طرف ہیں۔ سترہ[۱۷] اسماءِ الٰہی جو جنت اور دوزخ کے درمیان لکھے ہوئے ہیں۔ اٹھارہ[۱۸] عرش و کرسی کے درمیان نور کے پردے ہیں۔ انیس[۱۹] ملائکہ خازنِ جہنم۔ بیس[۲۰] وہ دن جن میں خداوند عالم نے حضرت داؤد کے لئے لوہا نرم کیا۔ اکیس[۲۱] بائیس[۲۲] وہ تاریخیں جن میں کشتی نوحؑ کو قرار ہوا۔ تیئس وہ تاریخ جس میں میلادِ عیسیٰ و نزولِ مائدہ ہوا۔ چوبیس[۲۴] وہ تاریخ ہے جس میں خدا نے بصارتِ یعقوبؑ واپس کی۔ پچیس[۲۵] تاریخ کو خداوندِ عالم نے موسیٰ سے کلام کیا۔ چھبیس[۲۶] وہ تاریخ ہے جس میں حضرت ابراہیم کو آگ میں ڈالا گیا۔ ستائیس[۲۷] وہ سال کہ اتنی عمر میں خداوند عالم نے جناب ادریس کو اٹھا لیا۔ اٹھائیس[۲۸]۔ اٹھائیس دن جناب یونسؑ بطنِ ماہی میں رہے انتیس[۲۹]۔ تیس[۳۰]۔ وہ تیس راتیں جن میں موسیٰ سے وعدہ کیا گیا۔ چالیس[۴۰] ان کی راتوں کی پوری میعاد۔ پچاس خمسون الف سنۃ مقدار روزِ قیامت۔ ساٹھ کفارِ افطارِ صوم۔

ستر سبعون رجلا لمیقاتنا۔ اسی فاجلدوا ثمانین جلدۃ (اسی کوڑوں کا حکم) نوے تسع و تسعون نعجۃ نوے بھیڑیں جن کا حال داؤد کے ذکر میں ہے سنو۔ فاجلدوا کل واحد منھما مائۃ جلدہ یعنی زانی و زانیہ کو سو سو کوڑے لگاؤ۔

جب یہودیوں نے اپنے سوالات کے جوابات سنے تو مشرف باسلام ہوئے اور ایک ان میں جنگ جمل اور دوسرا جنگ صفین میں مارا گیا۔

فالنامہ حضرت امیر المومنین علیہ السّلام

سید افسر حسین

یہ فالنامہ حضرت علی علیہ السلام سے منسوب ہے۔ فال دیکھنے والے کو چاہیے کہ باوضو ہو کر سورہ فاتحہ اخلاص اور درود شریف پڑھ کر حضرت سرور کائنات فخر موجودات محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی روح مبارک پُر فتوح کو پہنچا دے اور مندرجہ ذیل نقشہ میں کسی ایک خانہ پر انگلی رکھے اور نیچے اس کا حال معلوم کرے۔

حضرت آدم علیہ السلام	حضرت شیث علیہ السلام	حضرت ادریس علیہ السلام
حضرت صالح علیہ السلام	حضرت ابراہیم علیہ السلام	حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ علیہ السلام
حضرت یعقوب علیہ السلام	حضرت یوسف علیہ السلام	حضرت شعیب علیہ السّلام
حضرت ایوب علیہ السلام	حضرت خضر علیہ السلام	حضرت داؤد علیہ السلام
حضرت سلیمان علیہ السلام	حضرت عیسیٰ علیہ السلام	حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

حضرت آدم علیہ السّلام ۔ اے صاحب فال جو نیّت تیرے دل میں ہے اس سے خوشی حاصل ہوگی مراد دلی بر آویگی الزام سے بری ہوگا۔ محبوس رہائی پائے گا۔ درجات میں ترقی ہوگی۔ بشرطیکہ پرہیز گاری اختیار کرے۔ کہ انشاء اللہ تعالیٰ

حضرت شیث علیہ السلام اے صاحب فال جان کہ تیری فال حضرت شیث علیہ السلام کے نام پر آئی ہے۔ خصومت پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔ سفر اچھا نہیں چند یوم صبر کر۔

مقصود بن جستجو حاصل نہیں ہوگا۔ چاندی اور صدقہ دے تاکہ مشکل حل ہو۔

حضرت ادریس علیہ السلام جو نیت تم نے کی ہے اس سے فائدہ حاصل ہوگا خوشی حاصل ہوگی۔ سفر کرنا مفید ہے۔ تجارت سے فائدہ ہوگا۔ سفر میں جانے سے پہلے دو رکعت نماز ادا کر۔ اسی میں بہتری ہے۔

حضرت صالح علیہ السلام تیرا مقصود چند یوم تک حاصل ہوگا فی الحال صبر کر شبِ جمعہ کو فقیر کو پاؤ بھر آٹا دیوے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام تیری نیت برآئے گی، مراد حاصل ہوگی۔ سفر و تجارت میں فائدہ ہوگا۔ عبادتِ خدا میں مشغول ہو تاکہ مدعا جلد حاصل ہو۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام صبر سے کام لے کہ اسی میں فائدہ ہے۔ چند یوم کے بعد مدعا حاصل ہوگا ایک مرغ یک رنگ دوشنبہ کو اپنے پر تصدق کر تاکہ مشکل حل ہووے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام جو نیت تیرے دل میں ہے تھوڑے عرصے تک بر آئے گی۔ انجام بخیر ہوگا۔ معشوق تجھے کچھ عرصے بعد ملے گا۔ صدقہ تیل ماش کا دے۔

حضرت یوسف علیہ السلام مراد برآئے گی، کوشش جاری رکھ تاکہ مقصود حاصل ہونے میں آسانی ہو نماز میں تاخیر نہ کر یہ وجہ رکاوٹ ہے

حضرت شعیب علیہ السلام جو نیت دل میں ہے اس سے باز رہ۔ آخر نتیجہ پشیمانی ہے۔ جس کے ساتھ دوستی کرتا ہے وہ دشمن ہوجاتا ہے تین یوم تک زبان کو روک تاکہ تیری دستگیری کا باعث ہو۔ توکل خدا پر رکھ۔ اگر کوئی بیمار ہے تو اسے بہت خطرہ ہے حسب مقدور صدقہ دے تاکہ شفا پائے۔

حضرت ایوب علیہ السلام مراد دلی حاصل ہوگی۔ انجام نیک ہوگا۔ نماز میں سستی نہ کر۔

حضرت خضر علیہ السلام تیری فال ستارہ عطارد سے تعلق رکھتی ہے۔ سخاوت کا ہاتھ کشادہ کر۔ فکر نہ کر کہ اب نحوست دور ہونے والی ہے۔ اگر غائب ۲۵ یوم میں نہ آیا

تو اس کا آنا بھی دشوار ہے۔ سفر و نکاح کرنا فی الحال نیک نہیں ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام جس کام کی طلب ہے اس کے درپے ہو مبارک ہوگا بادشاہ اور بزرگ تجھ پر مہربان ہونگے۔ بیمار شفا پائے گا۔ سفر اور تجارت سے فائدہ کلی ہوگا۔ غائب مل جائے گا۔ گم شدہ چیز مل جائیگی

حضرت سلیمان علیہ السلام جلد مراد حاصل ہوگی۔ فائدہ حاصل ہوگا بشنبہ کو شیرینی سوا گز کپڑا برنگ سبز ایک انگشتری چاندی کی تھال میں رکھ کر علی الصبح جو فقیر آوے اس کو پیٹ بھر کر کھانا کھلا کر یہ چیزیں اسے دے دے مراد چند روز تک حاصل ہوگی۔

حضرت عیسٰے علیہ السلام مراد چند یوم تک حاصل ہوگی

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو نہایت صاحب قسمت ہے۔ فال بہت نیک ہے۔ آسودگی جلد حاصل ہوگی خوشی دیکھے فکر و رنج سے نجات ملے گی۔ ہر کام میں فائدہ حاصل ہوگا۔

حضرت علی علیہ السلام کی ایک مخصوص دعا

منقول ہے کہ جب حضرت علی علیہ السلام کو کوئی نہایت پریشانی اور اضطراب آگیں مہم درپیش ہوتی تھی تو آپ دو رکعت نماز ادا کر کے سو مرتبہ استخیر اللہ پڑھنے کے بعد دعائے ذیل کو پڑھتے تھے۔ اس کے بعد اپنے کام (تدبیر) کو شروع فرماتے تھے۔ جس کی وجہ سے آپ کو کسی کام میں نقصان یا پریشانی نہیں ہوتی تھی۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَللّٰھُمَّ قَدْ ھَمَمْتُ بِاَمْرٍ قَدْ عَلِمْتَہٗ فَاِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ وَاِنَّہٗ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَدُنْیَایَ وَاٰخِرَتِیْ فَیَسِّرْ لِیْ وَاِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّہٗ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَدُنْیَایَ وَاٰخِرَتِیْ فَاصْرِفْہُ عَنِّیْ کَرِھْتُ ذَالِکَ اَوْ اَحْبَبْتُ فَاِنَّکَ تَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ ٥

خدایا میں نے جو ارادہ کر رکھا ہے تو اس سے ضرور واقف ہے دیکھ اگر وہ دینی و دنیاوی و اُخروی حیثیت سے میرے لئے بہترین ہے، تو سہل و آسان فرمادے۔ اور اگر تیری حقیقت میں نظر سے دینی و دنیاوی و اُخروی حیثیت سے میرے لئے بُرا ہے۔ تو رد فرما دے چاہے مجھے اچھا لگے چاہے بُرا لگے۔ کیونکہ تو سب جانتا ہے اور میں کچھ نہیں جانتا (اور کیوں نہ ہو) تو ذاتی طور پر غیب کا جاننے والا ہے

پاکستان حیدری کونسل کی کہانی

تصویروں کی زبانی

فوٹو: - سید محمد سبطین ★ ترتیب: - سید محمد عالم زیدی

اے۔ ایم ندیم، ایڈوکیٹ خطبۂ استقبالیہ پیش کر رہے ہیں

بوتراب اسکاؤٹس و حیدری اسکاؤٹس جلوس کی سربراہی کررہے ہیں

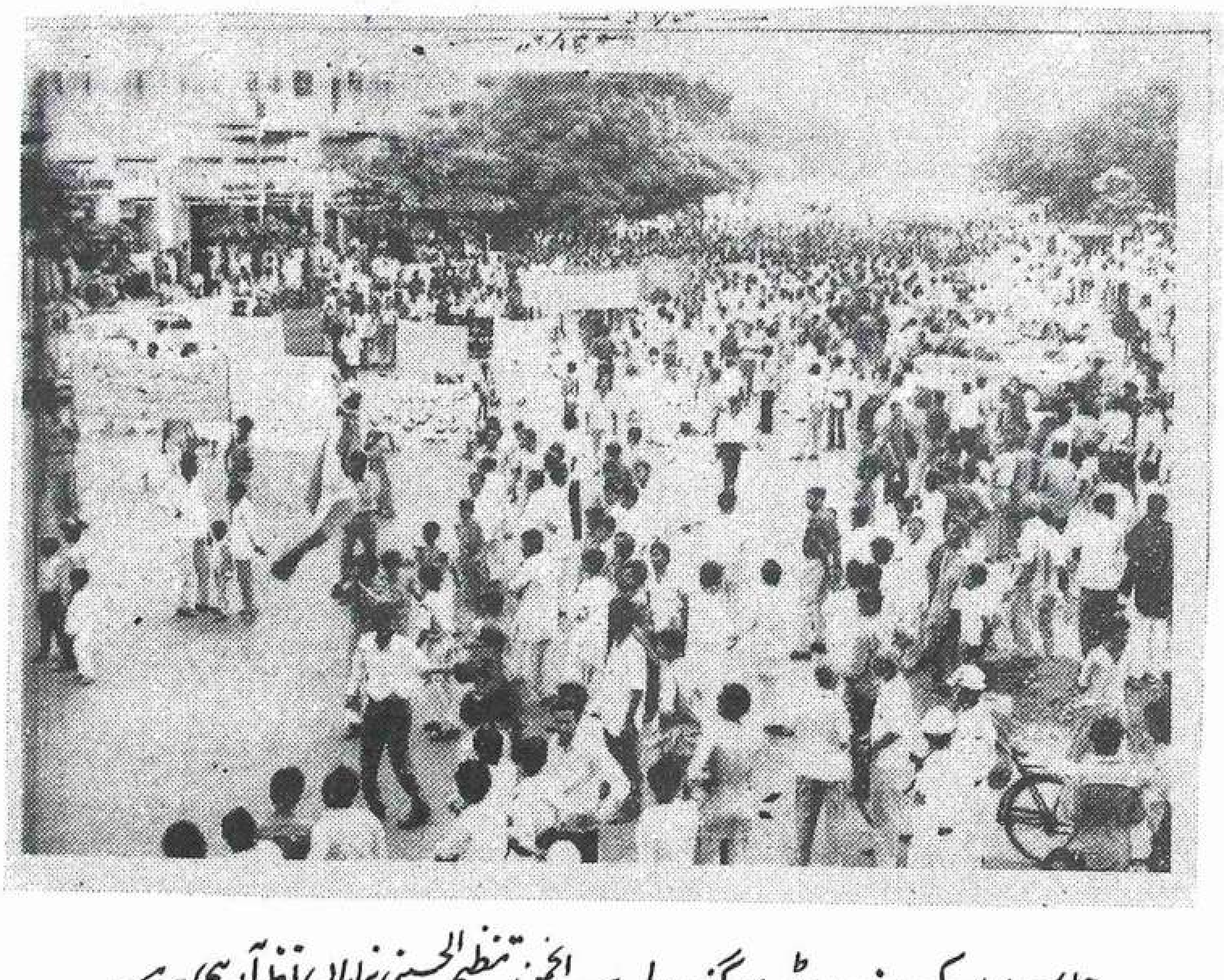

جلوس مولود کعبہ بندر روڈ سے گذر رہا ہے۔ انجمن تنظیم الحسینی نمایاں نظر آرہی ہے۔

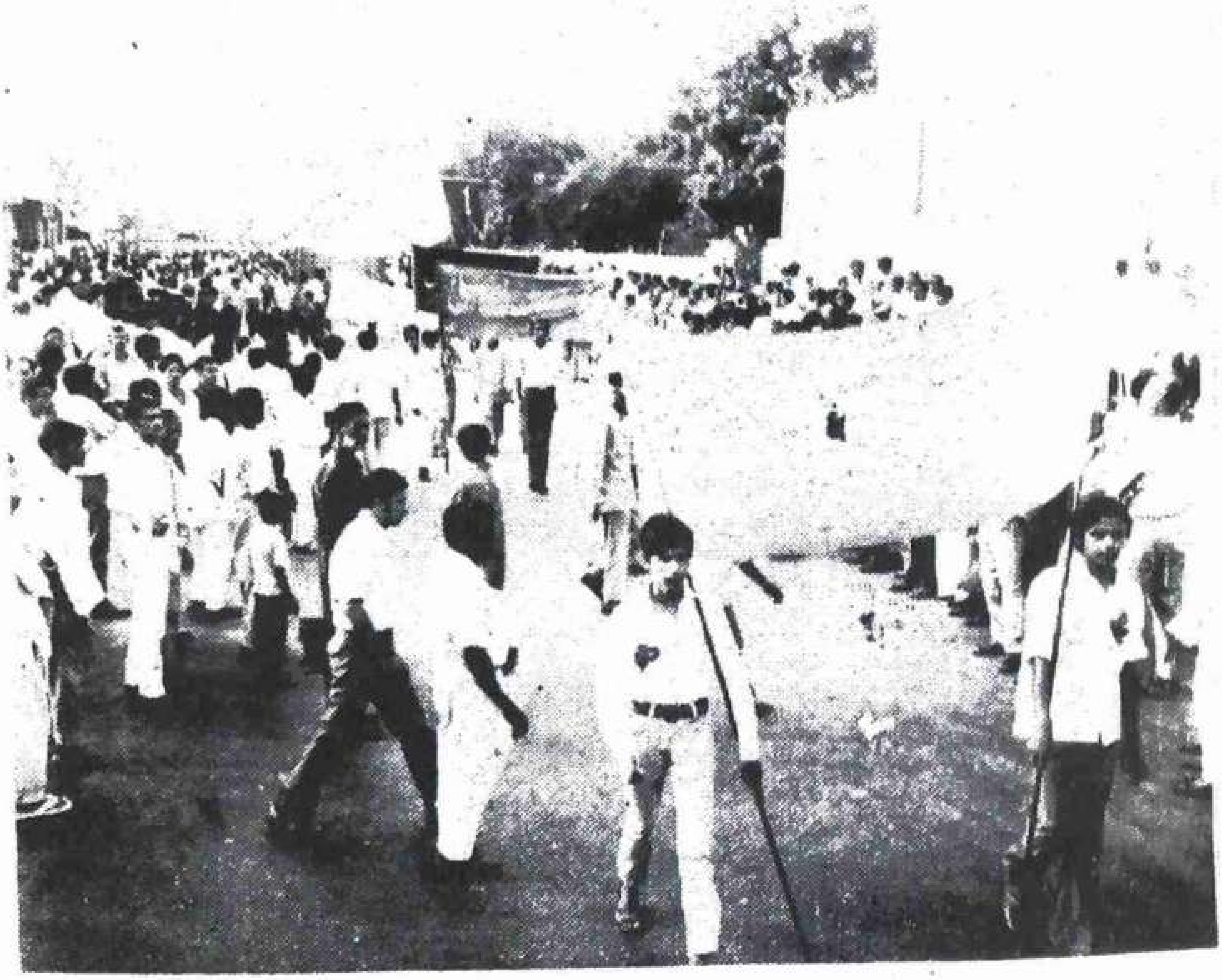

ادارہ محفل حیدری جلوس مولود کعبہ کی سربراہی کر رہی ہے

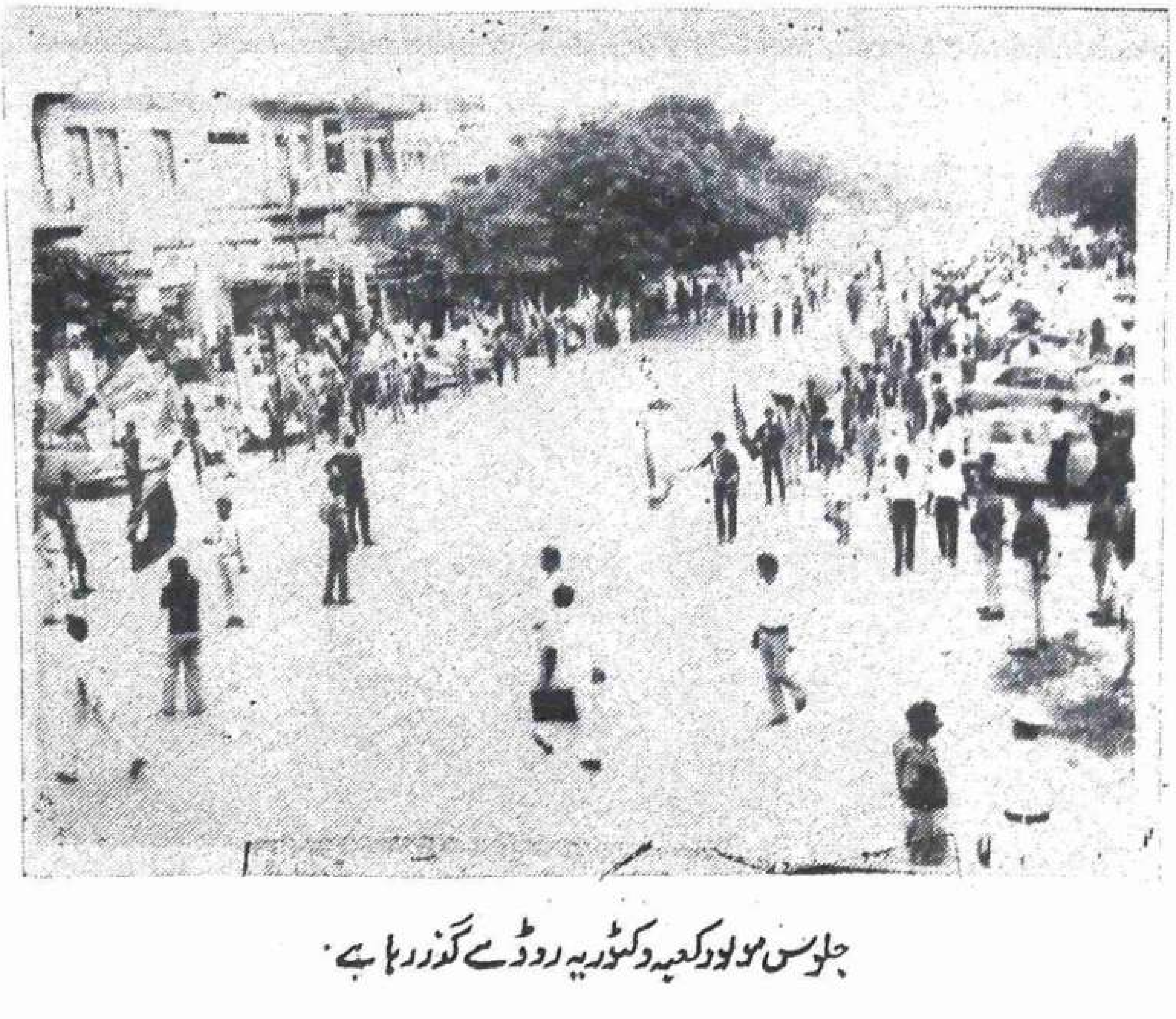

جلوس مولود کعبہ وکٹوریہ روڈ سے گذر رہا ہے۔

جناب نذر باقر صدر حیدری کونسل جلسہ سے مخاطب ہیں۔

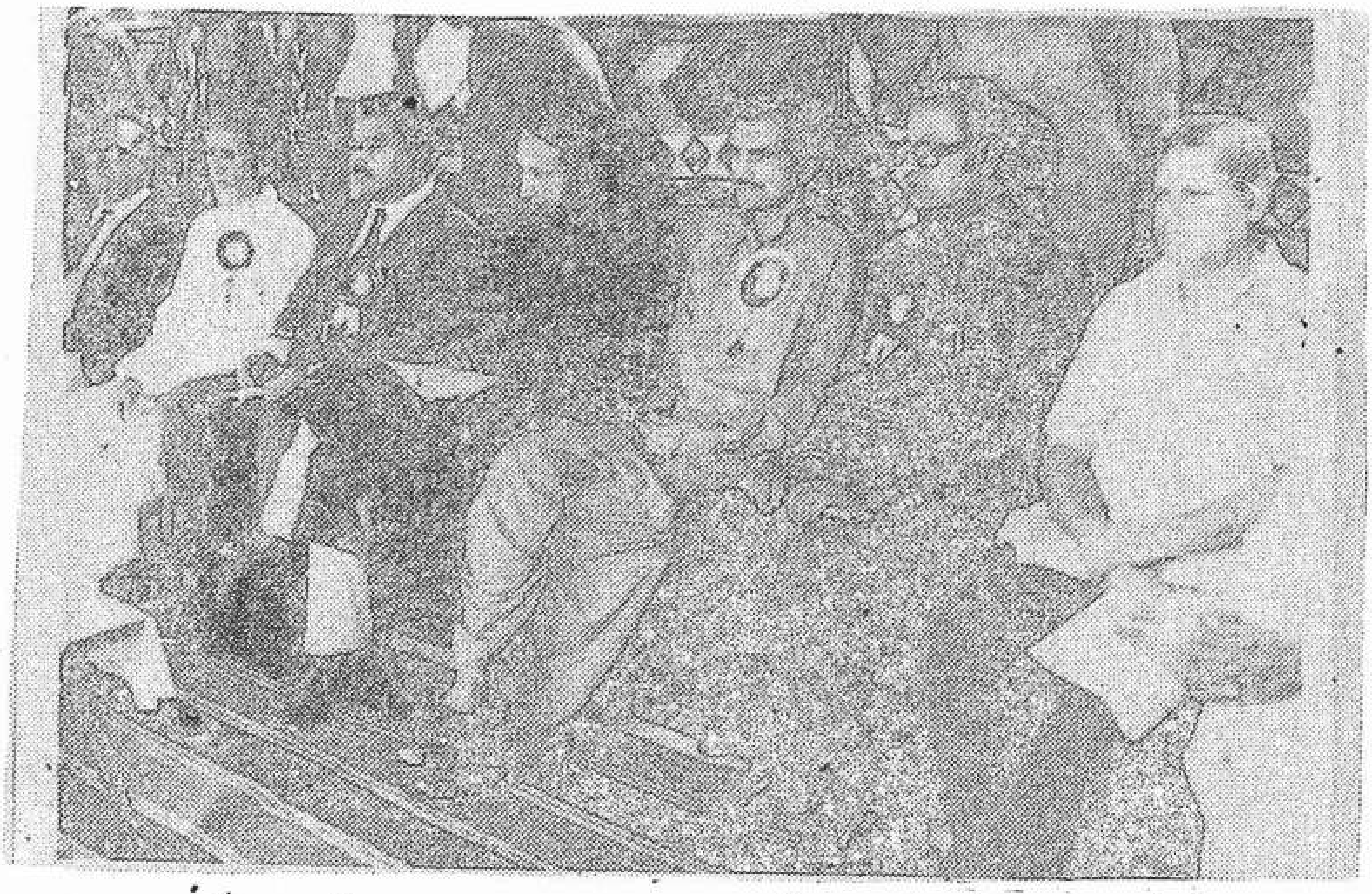

عبداللہ بلوچ مہمان خصوصی۔ علامہ نصیر الاجتہادی صدر جلسہ۔ نذر باقر صدر حیدری کونسل
باقر علی جے ہمانی نائب صدر، د سید سرکار حسن نائب صدر حیدری کونسل۔ محمد وصی خاں
سیکرٹری تعلقات عامہ حیدری کونسل جلوس میں نمایاں نظر آرہے ہیں۔

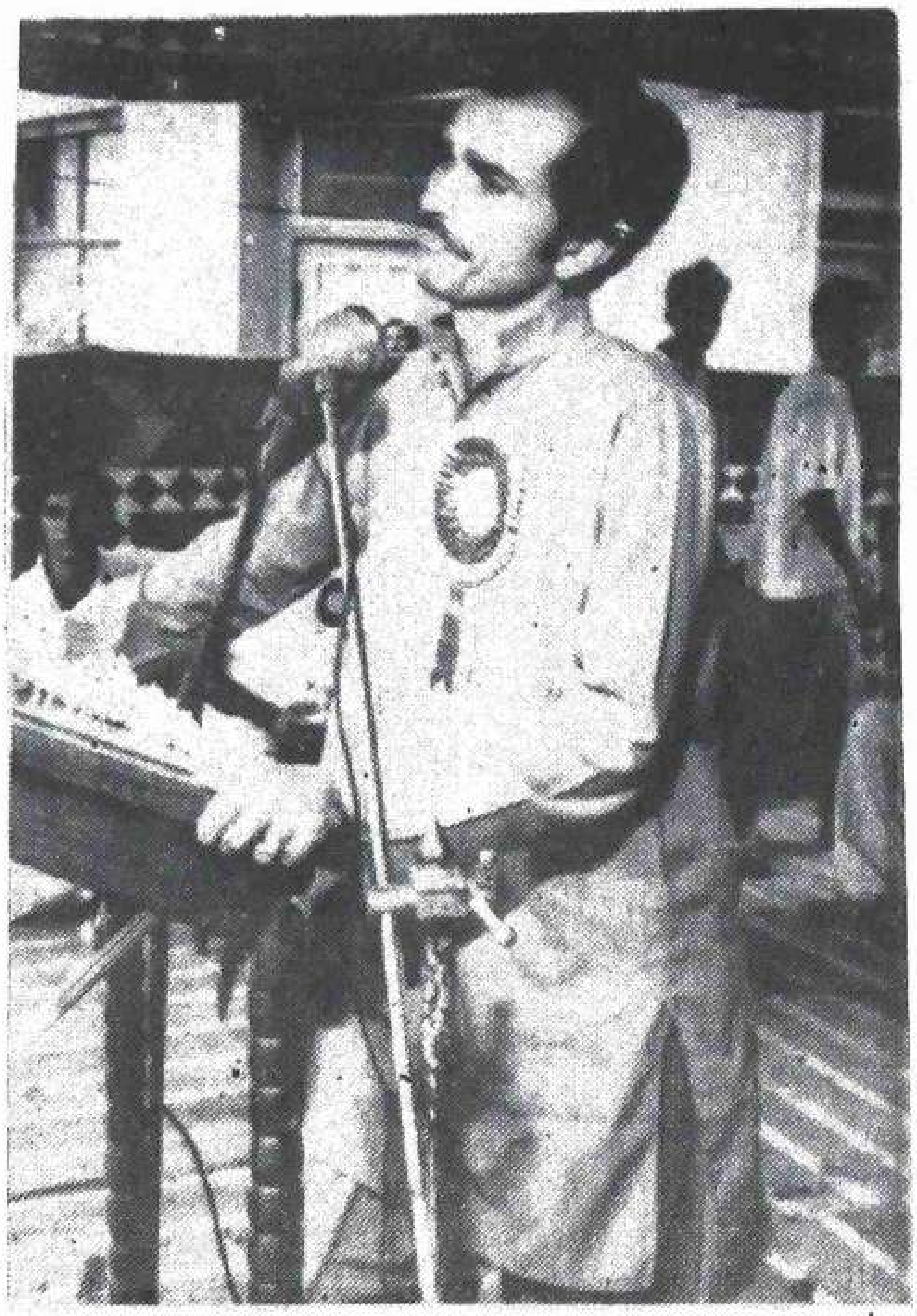

جناب عبداللہ بلوچ : وزیر محنت سندھ و مہمان خصوصی خطاب کر رہے ہیں ۔

حضرت مولانا محمد متین خطیب قبلہ جلسۂ مولود کعبہ سے مخاطب ہیں

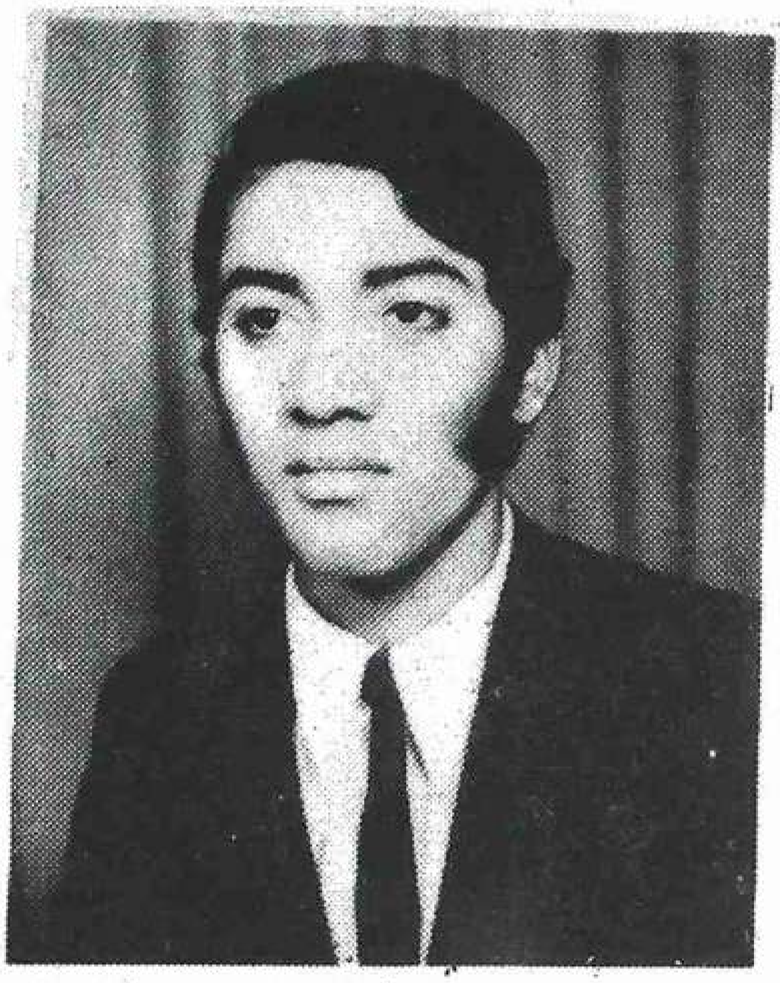

سید افسر حسین رضوی، جنرل سکریٹری انجمن تنظیم الحسینی

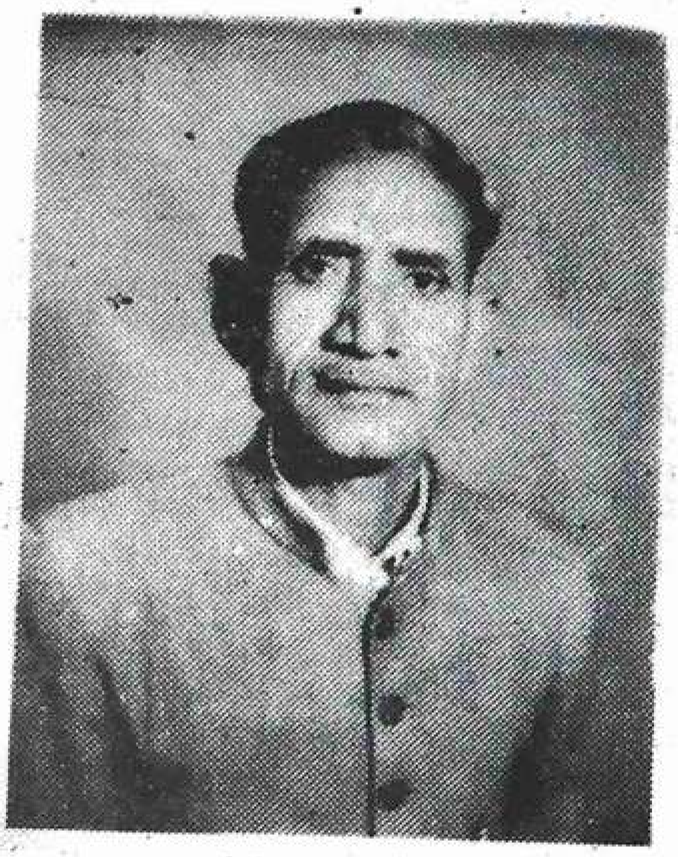

سید سرکار حسن نقوی،

نائب صدر پاکستان حیدری کونسل

سید غلام حیدر نقوی

جنرل سکریٹری انجمن شیدایان عباس

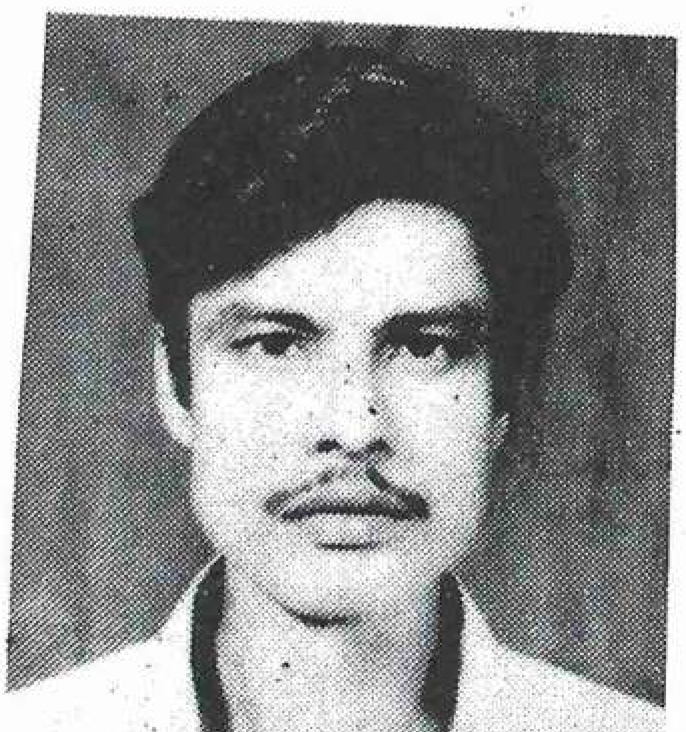

سید احسن حماد،

جنرل سکریٹری انجمن غلامان ابن حسن

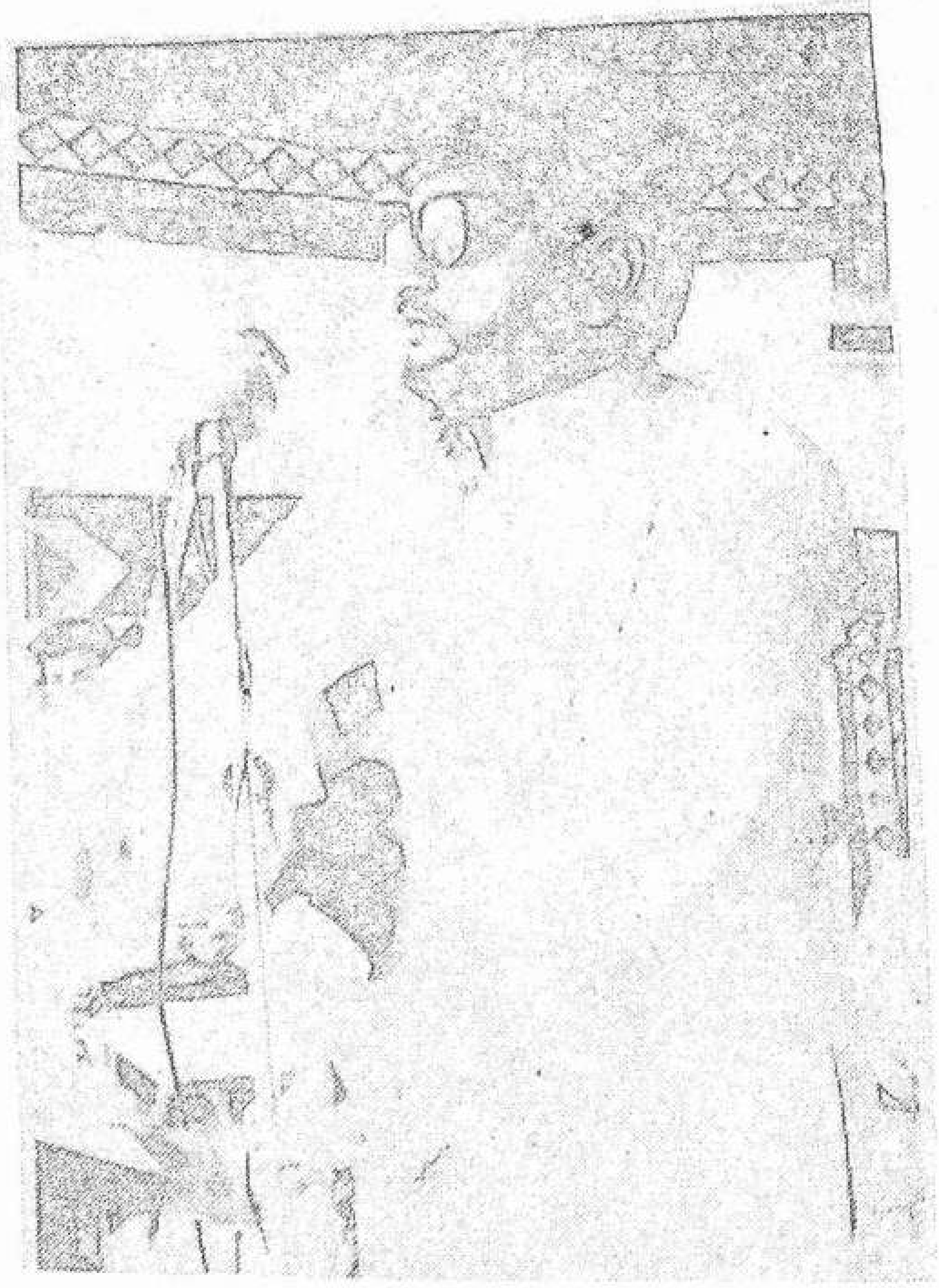

جناب مولانا محمد عباس کمیلی قبلہ خطاب کر رہے ہیں

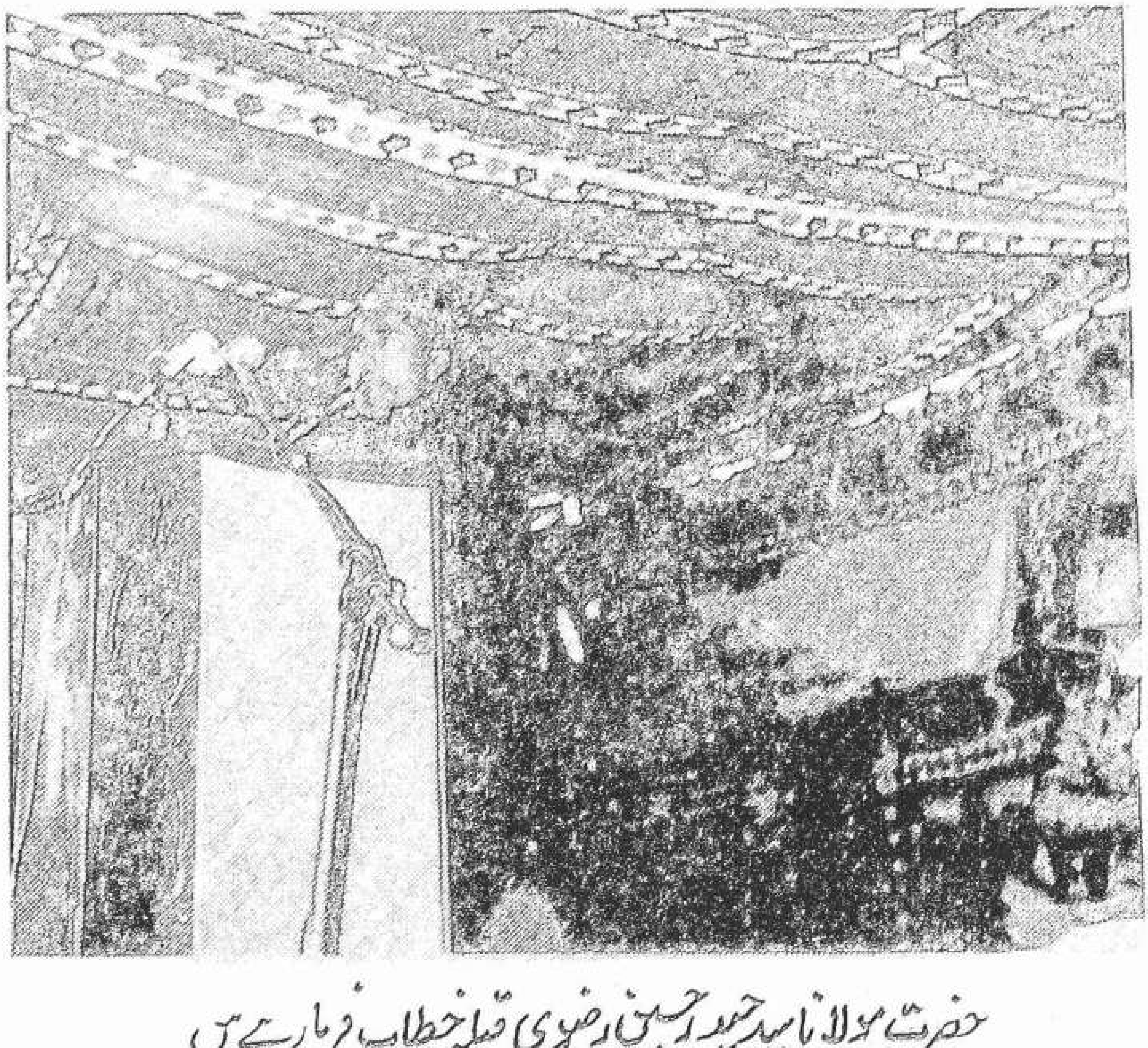

حضرت مولانا سید حمید الحسین رضوی قبلہ خطاب فرما رہے ہیں

حضرت علامہ نصیر الاجتہادی صدر جلسہ خطاب کر رہے ہیں۔

جناب محمد وصی خاں، سکریٹری تعلقات عامہ حیدری کونسل حلف وفاداری اٹھا رہے ہیں

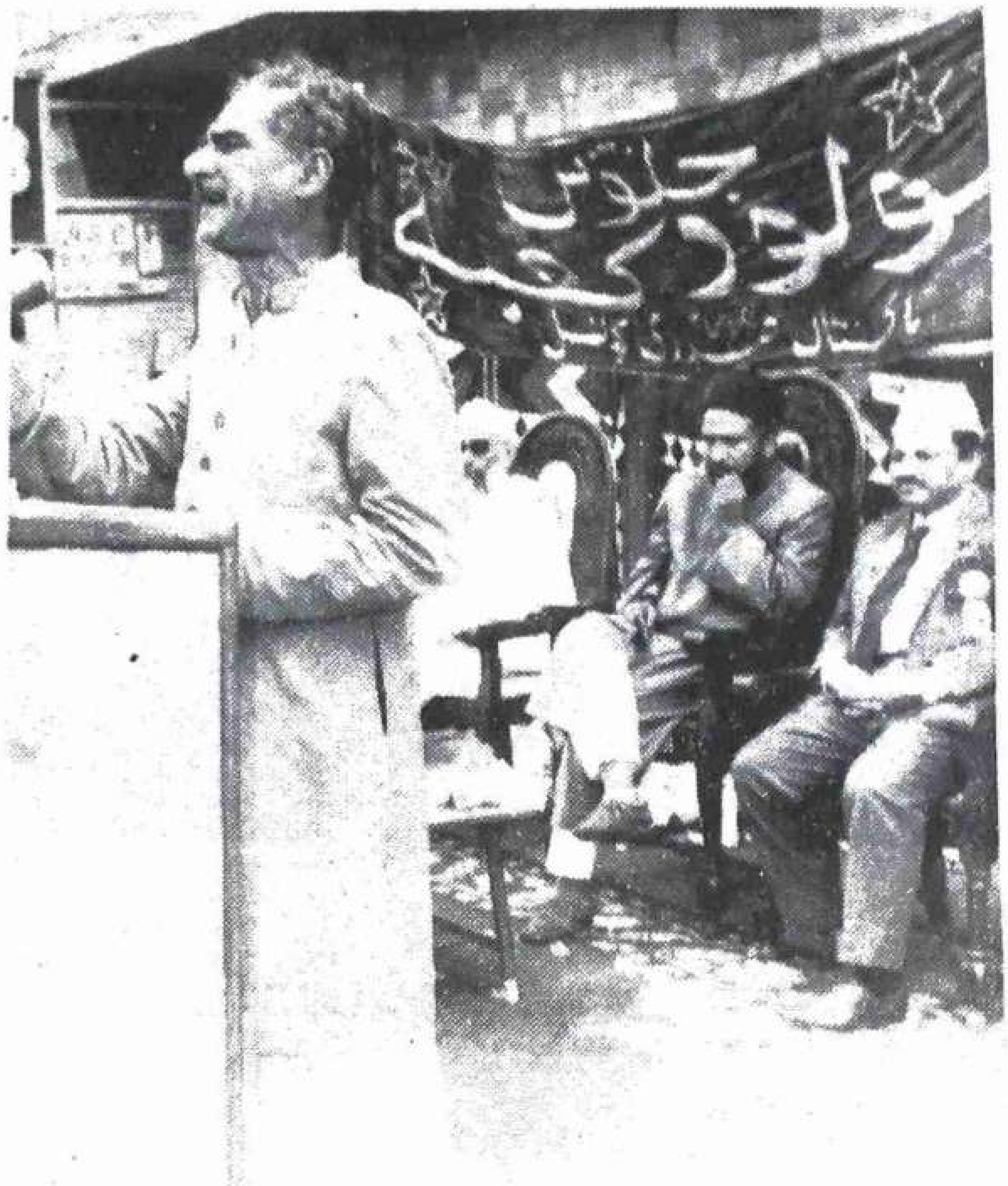

جناب قائم امروہوی اپنا کلام سنا رہے ہیں۔

حضرت علامہ نصیر الاجتہادی جلوس مولود کعبہ کی قیادت فرما رہے ہیں۔

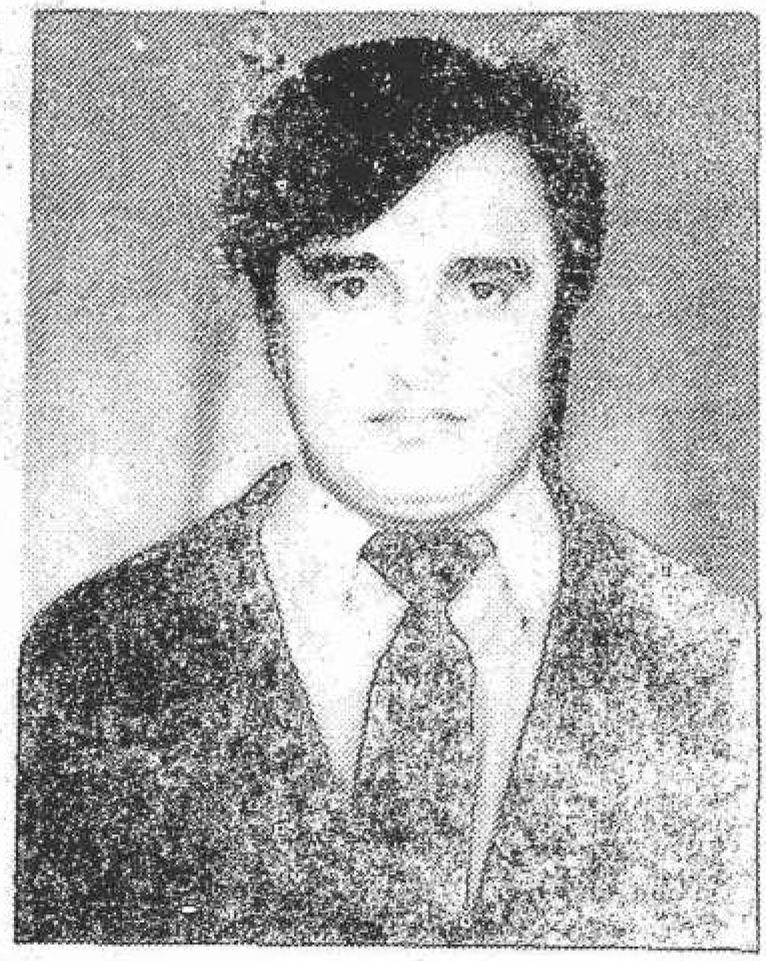

سید علی عباس ایجوکیشن سکریٹری

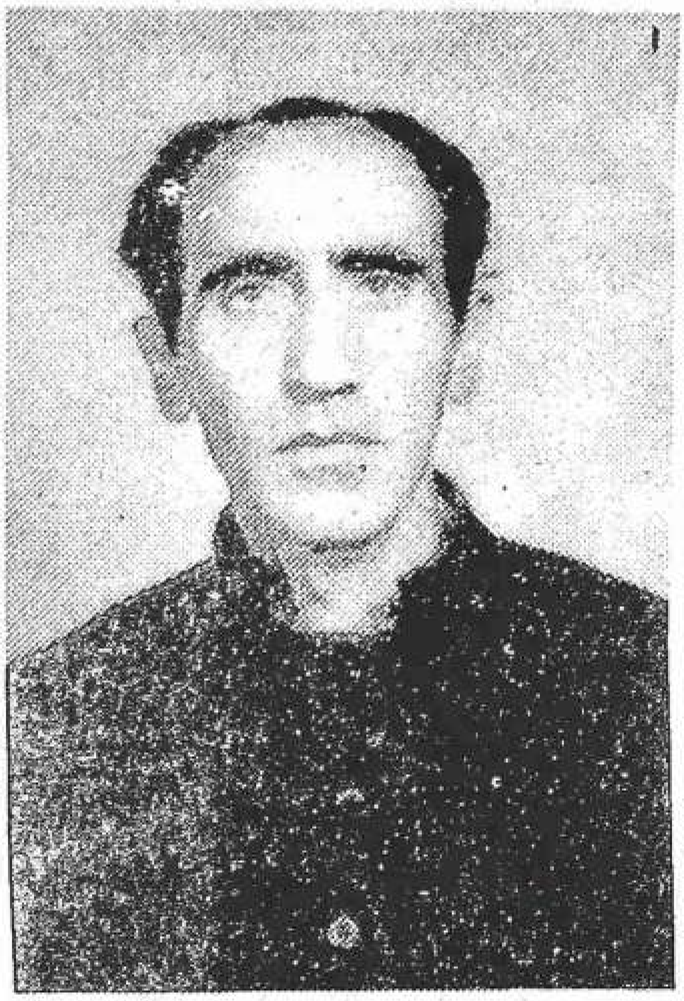

سید ثمر وفا حسین زیدی

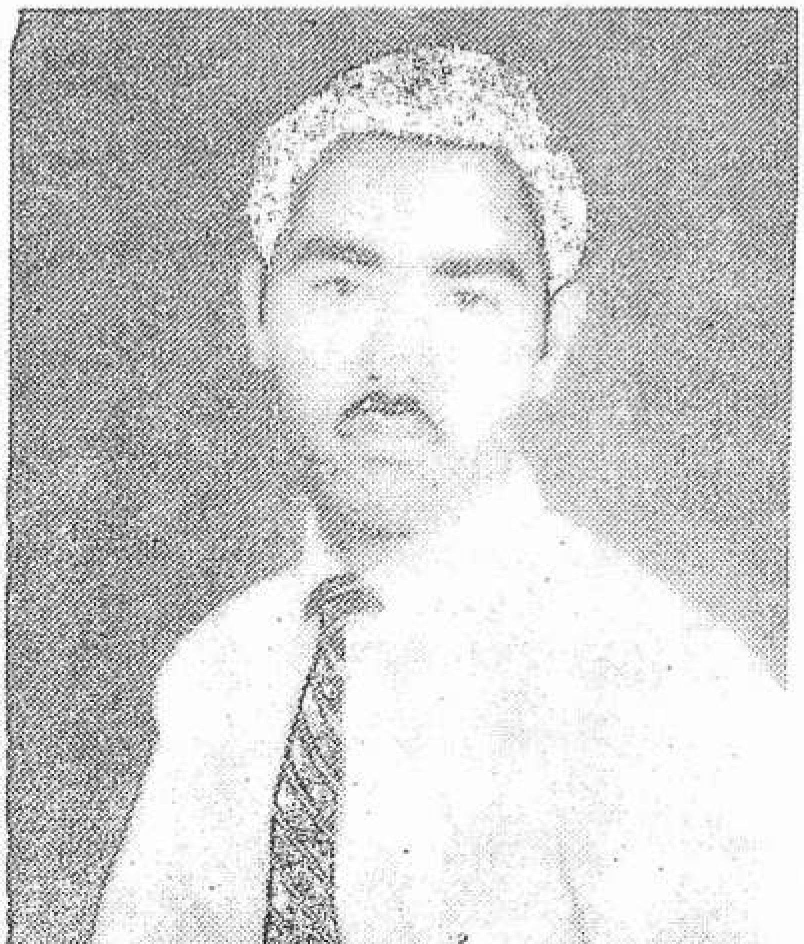

سید اشتیاق حسین زیدی

مرزا علی سعید صدر انجمن عزاداریہ

یوم تاجپوشی جنابِ امیر علیہ السلام

نوروز عالم افروز

صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لئے

سیّد افسر حسین رضوی

عام خیال کیا جاتا ہے کہ نوروز کی عید منانا مجوسی یا صیہونی سنت ہے۔ اس لئے مسلمانوں کو نوروز مناکر مجوسی یا صیہونی سنت کا احیاء زیبا نہیں۔ اس میں شک نہیں کہ نوروز کی اہمیت ان لوگوں میں زیادہ ہے۔ اور یہ لوگ نوروز کو غلط یا صحیح شایانِ شان طریقہ سے مناتے ہیں۔ خصوصاً مجوسیوں میں اس دن کی عظمت نہایت مسلم اور ناقابل فراموش حقیقت ہے۔

لیکن تاریخ کے بنیادی محققین بھی اس سے انکار نہیں کرسکتے، کہ مجوسیوں میں اس دن کی اہمیت اور عظمت کا پس منظر صرف اور صرف اس دن کو شمسی سال کی ابتدا ہوتی ہے سورج اپنے ماہانہ بروج کے چکر سے فارغ ہوکر اس دن نئے سال کی بنیاد رکھتا ہے، اور زندگی اپنی "دوڑ" میں ایک برس اور آگے بڑھ جاتی ہے۔

علاوہ ازیں مجوسیوں کے پاس کوئی مذہبی عظمت و حرمت کی سند ھے، نہ اہل اسلام مورخین کے پاس کوئی دوسری بات جہاں تک ابتدائے سال ہونے کا تعلق ہے اور مجوسی تقویم کا واسطہ ہے تو یہ واضح سی بات ہے کہ وہ لوگ اپنی اس تقویم اور سال نو کا استقبال کرنے میں حق بجانب ہیں، جس طرح دیگر اقوام عالم اپنے مراسم میں آزاد ہیں۔ اسی طرح مجوسی بھی پابند نہیں کئے جا سکتے۔

رہا یہ سوال کہ نوروز اور اہل اسلام کا باہمی کیا ربط ہے تو یہ ٹھنڈے دل سے سوچنے اور سمجھنے والی بات ہے۔ کیونکہ یوم اول سے اسلام نے کسی قدم پر کہیں تنگ دلی کا مظاہرہ نہیں کیا

بلکہ اہلِ اسلام کو الحکمۃ ضالۃ المؤمن "دانائی مومن ہی کا گمشدہ سرمایہ ہے" کا سنہری درس دیا ہے۔ اہلِ اسلام کے لئے کسی ایسی ایک مثال کا تلاش کر لینا ممکن ہے جس میں اسلام نے کسی خوبی کو صرف اس جرم میں ٹھکرا دیا ہو کہ یہ فلاں قوم کی نسبت یا طریقہ ہے۔

اسلام کی علمی اور فکری جنگ و جدل کا مرکزی نقطہ برائیوں اور غلط قسم کے مراسم کا قلع قمع کرتا رہا ہے۔ اور رہے گا۔ انشاء اللہ اسلام کے اس بنیادی اصول کے مطابق اگر ہم کسی اچھائی کو صرف اس لئے ترک کر دیں کہ وہ فلاں قوم کا طریقہ ہے تو یہ ہماری اسلام دوستی نہیں بلکہ اسلام دشمنی ہو گی۔ اور کوئی مسلمان یہ عہدہ لینے کو تیار نہ ہو گا۔

ان حقائق کے پیشِ نظر اب میں بتلانے لگا ہوں کہ ہم شیعیانِ آلِ محمد عظمت نوروز کے کیوں قائل ہیں اور اس دن کو کیوں اتنی اہمیت دیتے ہیں۔

ہمارا مذہبی سرمایہ ایک کھلی کتاب ہے ہم ہر اس روایت کو قبول کرتے ہیں۔ جو بعد از رسولؐ علیؑ اور ان کی مخصوص اولاد کی وساطت سے آنحضورؐ تک پہنچے، اصول روایت کے مطابق ان آئمہ اہلبیتؑ سے منسوب ہونے والی ہر روایت کے متعلق ہمیں یقین کامل ہوتا ہے کہ یہ سلسلہ سند حتماً آنحضورؐ سے وابستہ ہے۔ ان حضرات کے علاوہ کوئی کتنا مقدس و محترم کیوں نہ ہو ہمارے لئے قابلِ قبول نہیں، خواہ زندگی کا فکری و نظری پہلو ہو یا عملی و روحانی۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے ہاں معیارِ امامت دیگر اقوامِ عالم کی نسبت معیارِ نبوت کی طرح بہت ارفع و اعلیٰ ہے جس طرح ہم رسولِ مقبولؐ کو معصوم سمجھتے ہیں۔ اسی طرح ہمارے عقیدہ کے مطابق یہ آپ کی مسندِ نیابت پر بیٹھنے والا بھی معصوم ہی ہو سکتا ہے اور مزے کی بات یہ ہے کہ جن افراد کو ہم امام مانتے ہیں مسلمانوں کی کوئی تاریخ ان حضرات کی زندگی میں آج تک کوئی نقص نہیں نکال سکتی۔ جبکہ دیگر نائبینِ رسولؐ کی تاریخ بھی ان کے ماننے والوں کے سامنے ہے۔ ہمیں اپنوں کو ماننے پر ہماری اپنی تاریخ بھی اور نہ ماننے والوں کی تاریخ بھی مجبور کرتی ہے۔ جبکہ دوسروں کو نہ ماننے پر خود انہی کی تاریخ ہمیں انہیں چھوڑنے پر مجبور کرتی ہے۔

پھر جب ہم دیکھتے ہیں کہ دیگر فرقِ اسلام کے اصول و فقہ میں کوئی ایک ایسی حدیث نہیں ملتی جسے اولادِ رسولؐ سے نقل کیا گیا ہو۔ تو ہمیں عصرِ حاضر کے سیاسی نشیب و فراز اس نتیجہ پر پہنچاتے

ہیں کہ ان پاک آئمہ کو پاک کہنے والے ان کے اقوال سے فرار صرف اور صرف کسی سیاسی منصوبہ بندی اور فرقہ ورانہ تعصب کی بنیاد پر کرتے ہیں۔

بہر نوع ہمیں جو کچھ ہمارے پاک آئمہ نے اہمیت نوروز کے متعلق بتلایا ہے، آج تفصیل سے آپ کے سامنے رکھنا لگا ہوں تاکہ مسلمانانِ عالم پہ یہ حقیقت واضح ہو جائے کہ نوروز کی اہمیت مجوسیوں کے نزدیک صرف سالِ نو کی ابتداء ہے۔ اور ہمارے ہاں اس کی عظمت کے بیسیوں اسباب ہیں۔

مختلف ائمہ نے مختلف اوقات میں عظمت نوروز پر حسب ذیل روشنی ڈالی ہے۔

۱۔ **یوم میثاق** اسی دن اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ۔ کا اقرار لیا گیا تھا۔

۲۔ **یوم آبادی زمین** ، اسی دن اس معمورہ ہستی کو انسانی خلافت کے پہلے معصوم قدم سے نوازا گیا۔

۳۔ **یوم طلوع آفتاب**، یہی وہ دن تھا جب آفتاب جہاں تاب نے صفحہ ہستی کو اپنی روپہلی کرنوں سے ضیا بار کیا تھا۔

۴۔ **یوم ابتدائے ہوا**: یہی وہ دن ہے۔ جس میں زندگی کے اہم عنصر ہوا کو وجود دے کر صفحہ ہستی کے اطراف و نواح میں پھیلایا گیا۔

۵۔ **یوم نجات خلیل**: یہی وہ دن ہے جس میں آتش نمرود کے بھڑکتے شعلوں نے خلیل خدا کو اپنی آغوش میں لے کر تاریخی گلکاری کی تھی۔

۶۔ **یوم نجات کشتی**: یہی وہ دن ہے جس میں حضرت نوح کی طوفانی زدہ کشتی موجوں کے تلاطم میں ہولناک تھپیڑے کھاتی ہوئی کوہ جودی کے ساحل سے آلگی تھی۔

۷۔ **یوم ردخاتم سلیمان**، اسی دن سلطان روئے زمین جناب سلیمانؑ کی گمشدہ انگشتری آپ کو واپس مل گئی تھی۔

۸۔ **یوم حیات قوم نبی**:۔ اسی دن تیسرے پارہ میں ذکر کئے جانے والے نبی کی وہ قوم زندہ ہوئی تھی جو ایک مرتبہ موت کی تلخیاں دیکھ چکی تھی اور جن کی تعداد ستر ہزار تھی۔

۹۔ **یوم بعثت**، اسی دن آنحضورؐ نے قولوا لا الٰہ الا اللہ تفلحوا کا پہلا تاریخی اعلان کیا تھا۔

۱۰۔ **فتح بزم**، یہی وہ دن ہے جس میں مولائے کائنات امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ نے بحکم سلطان عالم قوم جن سے جہاد کیا اور فتح و ظفر نے قدم چومے

۱۱۔ **یوم کسر اصنام** :۔ یہی وہ دن ہے جس میں مولود کعبہ نے عالم اسلام کے قبلہ کو مہر نبوت پر سوار ہو کر بتوں سے پاک کیا۔

۱۲۔ **یوم غدیر** :۔ یہی وہ دن ہے جس میں تاجدار امت نے حجۃ الوداع سے واپسی پر ہزاروں کے مجمع میں، خلافت علی ابن ابی طالب کا اعلان فرمایا تھا۔

۱۳۔ **یوم خلافت ظاہریہ**، یہی دن ہی تو تھا جس میں جمہوری حکومت کی باگ ڈور آپ کے سپرد کی گئی تھی اور چاروناچار مسلمانوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔

۱۴۔ **یوم فتح نہروان** : یہی وہ دن ہے جس میں وارث مسند نبوت نے جنگ نہروان فتح کی تھی۔

۱۵۔ **یوم ظہور قائم** :۔ یہی وہ دن ہے جس میں محرومہ میراث اور مظلومہ امت ام الحسنین کا گیارہواں لال قصر ظلم وجود کی بنیادیں اکھیڑنے کی خاطر پردۂ غیب سے باہر آئے گا۔

۱۶۔ **یوم موت دجال** :۔ یہی وہ دن ہے جس میں دجال امام منتظر کے ہاتھوں اپنے کیفر کردار کو پہنچیگا۔

ختم شد

لاعلاج امراض کا نامِ علیؑ سے علاج

برائے افادۂ ہر خاص و عام

ھُوالشافی

ترکیبِ علاج :- باوضو صدقِ دل سے نمک پر ایک سو دس مرتبہ یا علیؑ پڑھ کر دم کریں اور مریض کو حسبِ ضرورت کھلائیں۔ یہ عمل کرنے سے پیشتر اوّل اور آخر گیارہ مرتبہ درود شریف پڑھ لیں، انشاء اللہ ہر "مرض لا دوا" کے لیے مجرب دوا ہے۔

جناب الطاف ہمدانی

NAJAFI BOOK LIBRARY
Shop No. 11
M.L. Heights
Soldier Bazar #2
KARACHI
PH. 7211795

آخر میں مومنین حضرات سے والد محترم جناب محمد عسکری خاں مرحوم
بانی محفل حیدری ناظم آباد کے لیے سورہ فاتحہ کی استدعا ۔

وصی خاں

یا علی المدد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یا علی المدد

سمٹے تو بنے نقطہ پھیلے تو یہ قرآن ہے
اس پیکرِ معنی کی تفسیر نہیں ممکن

علی ہیں نقطۂ زیبائے بائے بسم اللہ
بجے کلام ہوا اس میں وہ آئے بسم اللہ

مرتبہ

محمد وصی خاں

کردہ ام این نذرِ مولائے نجف گر قبول افتد زہے عز و شرف

کتاب ملنے کے پتے

- محفلِ حیدری، ناظم آباد نمبر ۴، کراچی ۱۸
- احمد بک ڈپو، رضویہ سوسائٹی، کراچی
- محفوظ بک ایجنسی، مارٹن روڈ، کراچی

پیش کش

پاکستان حیدری کونسل رجسٹرڈ

کراچی

الولی علی
الوصی علی
الصفی علی
الساقی علی
الہادی علی
الساجد علی
العابد علی
علیہ السلام

ید اللہ علی
صفوۃ اللہ علی
حجت اللہ علی
اسد اللہ علی
ولی اللہ علی
عدل اللہ علی
عین اللہ علی
علیہ السلام